سائیڈ ٹریک

مظہر کلیم ایم اے

چند باتیں

محترم قارئین۔ سلام مسنون۔ نیا ناول ”سائیڈ ٹریک“ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس بار گو یورپی سپر ایجنٹوں نے پاکیشیا کے خلاف انتہائی سخت کارروائی کی۔ سائنس دان کو ہلاک کر دیا۔ لیبارٹری تباہ کر دی اور انتہائی اہم فارمولے اڑا لئے لیکن عمران نے ان کے خلاف کام کرنے سے انکار کر دیا۔ بلیک زیرو اور سرسلطان کے اصرار کے باوجود سیکرٹ سروس ٹیم کی بجائے وہ اپنے ساتھ صرف ٹائیگر اور جوانا کو لے گیا اور پھر عمران اور اس کے ساتھیوں نے اس بار مشن کے مین ٹریک پر کام ہی نہیں کیا جبکہ سائیڈ ٹریک پر مشن مکمل بھی کر لیا گیا۔ فارمولا بھی لیبارٹری سے باہر آ گیا اور عمران تک بھی پہنچ گیا جبکہ عمران کو لیبارٹری میں داخل ہونے کے بعد کسی قسم کی کارروائی کی ضرورت ہی نہ پڑی۔

اس ناول میں بڑے طویل عرصے بعد ٹائیگر، عمران اور جوانا تینوں کو اپنی بقاء کے لئے جسمانی فائٹس کا مظاہرہ کرنا پڑا۔ ایسی فائٹس جن میں موت اور زندگی کا فرق ختم ہو جاتا ہے۔ ٹائیگر، جوانا اور عمران تینوں کو ایسی خوفناک اور جان لیوا جسمانی فائٹس لڑنا پڑیں کہ ان کا ایک ایک لمحہ یادگار بن کر رہ گیا۔ مجھے یقین ہے کہ یہ منفرد انداز کا ناول بھی آپ کے اعلیٰ معیار پر ہر لحاظ سے پورا

اترے گا۔ البتہ ناول کے مطالعہ سے پہلے اپنے چند خطوط اور ان کے جواب بھی ملاحظہ کر لیجئے کیونکہ دلچسپی کے لحاظ سے یہ کسی بھی طرح کم نہیں ہیں۔

واہ کینٹ سے خیام حسن لکھتے ہیں۔ ''میں آپ کے ناول تقریباً پانچ سالوں سے پڑھ رہا ہوں۔ آپ کے ناولوں کی تعریف کرنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔ مگر چند تجاویز بھی پیش کرنا چاہتا ہوں جن پر عمل کرنے سے ناولوں میں مزید نکھار آ جائے گا۔ عمران کو زیادہ سے زیادہ حرکت میں رکھا کریں۔ ہمیں صرف ذہنی جنگ لڑتا عمران پسند نہیں ہے۔ اسے بھاگتا دوڑتا، کلبوں، ہوٹلوں میں دلچسپ حرکتیں کرتا دکھایا کریں ورنہ ان دنوں عمران انتہائی سنجیدہ نظر آ رہا ہے۔ اسی طرح ناولوں کا اختتام دانش منزل میں کرنے کی بجائے آپس میں گپ شپ پر کیا کریں۔ عمران اور جولیا کی اول تو شادی کرا دیں۔ شادی نہ ہو سکے تو منگنی تو ضرور کرا دیں۔ تنویر کی رکاوٹ دور کرنے کے لئے زیادہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ عمران جس لمحے چاہے گا اسی لمحے تنویر مڑ کر بھی جولیا کی طرف نہ دیکھ سکے گا۔ جولیا کو سنجیدہ اور غیر جذباتی مت بنائیں۔ اس طرح ناول بالکل بدمزہ ہو جاتا ہے۔ عمران کے ساتھیوں کے دماغ ٹھکانے لگانے کے لئے عمران کو ان سے علیحدہ کر دیں۔ پھر انہیں ہوش آ جائے گا کہ بغیر عمران کے وہ کیا کر سکتے ہیں۔ کم ضخیم ناولوں میں تشنگی باقی رہ جاتی ہے۔ آپ اس کی وجہ

مہنگائی اور قیمتوں کا بڑھ جانا بتاتے ہیں جبکہ ایسا نہیں ہے۔ جو لوگ آپ کے ناول خریدتے ہیں انہیں دس بیس روپے زیادہ دینے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا اور جو ایسا نہیں کر سکتے وہ لائبریری سے لے کر پڑھ سکتے ہیں۔ جہاں ضخیم ناول ہو یا کم ضخیم ہو، کرایہ ایک جیسا ہی چارج کیا جاتا ہے۔ امید ہے آپ ضرور ان سب باتوں پر توجہ دیں گے''۔

محترم خیام حسن صاحب۔ خط لکھنے اور ناول پسند کرنے کا بے حد شکریہ۔ آپ کی تجاویز سر آنکھوں پر۔ لیکن آپ جانتے ہیں کہ عمران اپنی مرضی کا مالک ہے اس لئے عمران تک آپ کی تجاویز پہنچائی جا سکتی ہیں لیکن ان کو ماننا نہ ماننا عمران کی مرضی پر ہی منحصر ہو گا۔ جہاں تک ناولوں کی ضخامت کا تعلق ہے تو اس میں اصل بنیاد کہانی ہوتی ہے۔ بعض کہانیاں ضخامت تک پہنچنے سے پہلے ہی ختم ہو جاتی ہیں اور بعض اس قدر طویل ہو جاتی ہیں کہ کئی ضخیم حصوں میں جا کر مکمل ہوتی ہیں۔ اس کی وجہ ہر کہانی کا اپنا فطری بہاؤ ہوتا ہے۔ حالات و واقعات کچھ اس انداز میں آگے بڑھتے ہیں کہ نہ انہیں زبردستی روکا جا سکتا ہے اور نہ ہی ان کا رخ موڑا جا سکتا ہے۔ قارئین شاید یہ سمجھتے ہیں کہ کہانیوں کا چھوٹا یا بڑا ہونا مصنف کی مرضی پر منحصر ہوتا ہے جبکہ ایسا نہیں ہے۔ ہر کہانی کا اپنا مخصوص فطری بہاؤ ہوتا ہے اور وہ اپنے فطری اختتام پر پہنچ کر ہی ختم ہوتی ہیں۔ امید ہے آپ آئندہ بھی خط لکھتے رہیں گے۔

شور کوٹ شہر سے عثمان محی الدین لکھتے ہیں۔ ''آپ کا ناول ''اناڑی مجرم'' بے حد پسند آیا۔ البتہ اس میں جن لڑکیوں کا گروپ دکھایا گیا ہے ان میں مصنوعی پن نمایاں تھا۔ عام طور پر امیر گھرانوں کی لڑکیاں ڈرپوک ہوتی ہیں۔ ایسی لڑکیاں مجرم نہیں بن سکتیں لیکن یہ گروپ امیر لڑکیوں کا گروپ ہونے کے باوجود مجرم ہے۔ امید ہے آپ ایسی باتوں کا خیال رکھا کریں گے''۔

محترم عثمان محی الدین صاحب۔ خط لکھنے اور ناول پسند کرنے کا بے حد شکریہ۔ کوئی بھی عورت یا مرد اس وقت مجرم بنتا ہے جب وہ ذہنی کج روی کا شکار ہو جاتا ہے اور ذہنی کج روی کا شکار غریب بھی ہو سکتا ہے اور امیر بھی۔ جن لڑکیوں کے بارے میں آپ نے لکھا ہے کہ ان میں مصنوعی پن نمایاں ہے یہی مصنوعی پن ان کی کج روی کو ظاہر کرتا ہے۔ امید ہے آپ آئندہ بھی خط لکھتے رہیں گے۔

اب اجازت دیجئے۔

والسلام

مظہر کلیم ایم اے

E.Mail.Address
mazharkaleem.ma@gmail.com

جولیا کے فلیٹ میں سیکرٹ سروس کے تمام ارکان موجود تھے۔ ویسے تو ان دنوں ان کے پاس کوئی کام نہیں تھا اس لئے اکثر وہ ایک دوسرے کے فلیٹس پر اکٹھے ہو کر گپ شپ کرتے رہتے تھے لیکن اس وقت ان سب کے یہاں اکٹھے ہونے کی وجہ تسمیہ ایکسٹو کا حکم تھا۔ ایکسٹو نے جولیا کو فون کر کے حکم دیا تھا کہ وہ سیکرٹ سروس کے تمام ارکان کو اپنے فلیٹ پر اکٹھا کرے۔ وہ عمران کو وہاں بھجوا رہا ہے جو ان سب کو ایسا آلہ دے گا جس سے ان سب کی کارکردگی میں آسانیاں مہیا ہوں گی۔ گو جولیا نے اس آلے کے بارے میں معلوم کرنے کی کوشش کی لیکن ایکسٹو نے مزید وضاحت کرنے کی بجائے رابطہ ختم کر دیا۔ چنانچہ جولیا نے باری باری سب کو فون کر کے ایکسٹو کا حکم پہنچایا تو تھوڑی دیر بعد ایک ایک، دو دو کر کے وہ سب جولیا کے فلیٹ پر آ گئے تھے۔ جولیا اور صالحہ نے

مل کر سب کے لئے چائے بنائی اور اس وقت وہ سب چائے پینے کے ساتھ ساتھ اس آلے کے بارے میں باتیں کر رہے تھے۔

"ایسا کیا آلہ ہو سکتا ہے مس جولیا جس سے ہماری کارکردگی میں آسانی مہیا ہو گی۔ کیا کوئی نئے انداز کا پسٹل ہے یا کوئی گن ہے"...... صفدر نے چائے کا گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ کوئی ایسا آلہ ہے جس سے فوری طور پر دوسرے کے جھوٹ سچ کا پتہ چل جائے گا"...... تنویر نے کہا تو سب بے اختیار ہنس پڑے۔

"تم ہنس رہے ہو جبکہ میرا خیال ہے کہ ایسے آلے سے واقعی ہماری کارکردگی مزید بہتر اور تیز ہو جائے گی"...... تنویر نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"بات تو تمہاری ٹھیک ہے تنویر۔ لیکن ایسا آلہ شاید ابھی تک ایجاد نہیں ہو سکا کہ بولنے والے کی آواز اس میں داخل ہو اور اس آلے کو یہ معلوم ہو جائے کہ بات کرنے والا جھوٹ بول رہا ہے یا سچ"...... صدیقی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیوں ایسا نہیں ہو سکتا۔ میں نے ایک کتاب میں پڑھا تھا کہ جب آدمی جھوٹ بولتا ہے تو اس کی آواز کی فریکونسی تبدیل ہو جاتی ہے اور جب وہ سچ بول رہا ہوتا ہے تو اس کی آواز کی فریکونسی دوسری ہوتی ہے۔ اس آلے میں ان فریکونسیوں کو چیک کرنے کی مشینری ہو گی۔ چنانچہ مخصوص فریکونسی سے آلہ معلوم کر لے گا کہ

بولنے والا سچ بول رہا ہے یا جھوٹ"...... تنویر اپنی بات پر اڑا ہوا تھا۔

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو تنویر۔ میں نے بھی ایک سائنسی رسالے میں آواز کی فریکونسیوں اور ان میں ہونے والے ردوبدل پر ایک تحقیقی مضمون پڑھا تھا۔ واقعی ایسا آلہ ایجاد ہو سکتا ہے اور اس سے یقیناً ہمیں بے حد فائدہ ہو سکتا ہے"...... صالحہ نے تنویر کی کھل کر حمایت کرتے ہوئے کہا تو تنویر کا چہرہ اپنی بات کی تائید سن کر بے اختیار کھل اٹھا۔

"لیکن کیا یہ آلہ عمران صاحب نے ایجاد کیا ہو گا"...... نعمانی نے کہا۔

"عمران کیسے ایجاد کر سکتا ہے۔ اس نے نجانے کس طرح ڈی ایس سی کی ڈگری لے لی ہے۔ اسے تو بس باتیں بنانی آتی ہیں۔ اس لئے کہتے ہیں کہ جو بولتے زیادہ ہیں وہ احمق ہوتے ہیں"...... تنویر نے فوراً ہی برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"بزرگوں کا یہ قول عمران صاحب پر فٹ نہیں آتا۔ عمران صاحب واقعی بولتے بہت ہیں اور بہرحال احمق بھی نہیں ہیں"۔ صفدر نے کہا تو سب نے اس انداز میں سر ہلا دیئے جیسے اس کی بات کی تائید کر رہے ہو۔

"لیکن چیف نے یہ کام خصوصی طور پر عمران صاحب کے ذمے کیوں لگایا ہے۔ وہ یہ آلہ ہمیں کسی اور ذریعے سے بھی تو بھجوا سکتے

تھے“...... صالحہ نے کہا تو سب بے اختیار چونک پڑے۔

”عمران خود ہی ایسے موقعوں پر سامنے آ جاتا ہے۔ اس نے خود چیف سے کہا ہو گا کہ یہ کام وہ کر لے گا اور چیف مان گیا ہو گا“...... جولیا نے کہا۔

”کیپٹن شکیل خاموش بیٹھا ہے۔ کیا بات ہے کیپٹن شکیل“۔ صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”کچھ نہیں۔ میں سوچ رہا تھا کہ ایسا کیا آلہ ہو سکتا ہے“۔ کیپٹن شکیل نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”پھر کچھ سمجھ میں آیا۔ تم تو عمران کا ذہن اس انداز میں پڑھ لیتے ہو کہ وہ خود بھی حیران رہ جاتا ہے“...... صفدر نے کہا۔

”عمران صاحب سے بات ہو تب تو ان کا ذہن پڑھا جائے۔ ابھی تو بات ہی نہیں ہوئی۔ البتہ میرا خیال ہے کہ یہ آلات یقیناً ریز پر مشتمل ہوں گے“...... کیپٹن شکیل نے کہا۔

”ریز۔ کس قسم کی ریز“...... تقریباً سب نے ہی چونک کر کہا۔

”اب تو ایسی بھی ریز ایجاد ہو گئی ہیں جو سلیمانی ٹوپی والا کردار ادا کرتی ہیں یعنی جس چیز پر ریز ڈال دو وہ چیز انسانی آنکھ سے ہی اوجھل ہو جاتی ہے“...... کیپٹن شکیل نے کہا تو سب بے اختیار اچھل پڑے۔

”یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ اگر ایسا ہو جائے تو سارا نظام ہی نہ درہم برہم ہو جائے“...... صفدر نے کہا۔

”ہونے کو تو کیا نہیں ہو سکتا۔ انسان تو ویسے بھی نئے سے نئے انکشافات کے میدان میں بگٹٹ دوڑ رہا ہے۔ روزانہ نئے سے نئے انکشاف، نئی سے نئی ایجادات سامنے آ رہی ہیں۔ روسیاہ کی ایک یونیورسٹی میں نئی ریز پر باقاعدہ کام ہو رہا ہے جس کا ذکر میں نے کیا ہے۔ فی الحال مسئلہ یہ ہے کہ یہ ریز جانداروں کے لئے انتہائی مہلک ہیں جن پر ریز ڈال دی جائیں وہ مردہ ہو جاتا ہے لیکن اس پر کام باقاعدہ ہو رہا ہے اور مجھے یقین ہے کہ کچھ عرصے بعد ایسی ریز ایجاد ہو جائیں گی“...... کیپٹن شکیل نے تفصیل بیان کرتے ہوئے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ مزید کوئی بات ہوتی فون کی گھنٹی بج اٹھی تو جولیا نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

”جولیا بول رہی ہوں“...... جولیا نے رسیور اٹھاتے ہی کہا۔

”من کہ مسمی علی عمران ولد سر عبدالرحمٰن ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) لیکن پلیز۔ یہ ڈگریاں میری ہیں سر عبدالرحمٰن کی نہیں ہیں۔ البتہ ان کے پاس مجھ سے بھی بڑی ڈگری ہے۔ مطلب ہے کہ وہ میرے ڈیڈی ہیں“...... عمران کی آواز سنائی دی۔ جولیا نے شاید لاؤڈر کا بٹن مستقل پریسڈ کر رکھا تھا اس لئے عمران کی آواز پورے کمرے میں گونج رہی تھی۔

”ہم سب تمہارے انتظار میں یہاں بیٹھے سوکھ رہے ہیں اور تم اپنی ڈگریاں گنوانے میں مصروف ہو۔ جلدی آؤ۔ فوراً پہنچو“۔ جولیا نے پھاڑ کھانے والے لہجے میں کہا۔

"ارے۔ ارے۔ اس قدر زور سے مت بولو۔ میرے فون کے تار جھنجھنا رہے ہیں اور ان کے جھنجھنانے سے کمرے میں باقاعدہ میوزک بج رہا ہے۔ جھن جھنا جھن، لیکن تم سب میرا کیوں انتظار کر رہے ہو۔ کیا خون چاہئے"...... عمران نے کہا۔

"خون۔ کیوں مجھے خون کیوں چاہئے۔ کیا احمقوں کی سی باتیں کرنا شروع کر دیتے ہو۔ نانسنس"...... جولیا نے اور زیادہ غصیلے لہجے میں کہا۔

"پھر چُوری تو تم نے بنا ہی رکھی ہو گی"...... عمران نے جواب دیا تو صفدر بے اختیار مسکرا دیا۔

"پھر وہی فضولیات۔ کیسا خون اور کیسی چُوری۔ یہ کیا کہہ رہے ہو"...... جولیا نے اس بار جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ارے۔ وہ کیا کہتے ہیں کہ خون دینے والے مجنوں اور ہوتے ہیں اور چُوری کھانے والے مجنوں اور ہوتے ہیں۔ خون تمہیں چاہئے نہیں تو پھر تمہارے پاس آ کر چُوری ہی کھائی جا سکتی ہے"۔ عمران کی زبان ایک بار پھر رواں ہو گئی۔

"تم سے تو بات کرنا ہی عذاب ہے۔ یہ لو صفدر سے بات کرو"...... جولیا نے اور زیادہ جھلائے ہوئے انداز میں کہا اور ساتھ ہی ایک جھٹکے سے اس نے رسیور سامنے بیٹھے ہوئے صفدر کی طرف بڑھا دیا۔

"عمران صاحب۔ ہم سب آپ کے انتظار میں بیٹھے ہیں۔

چیف نے کہا ہے کہ آپ ہمیں کوئی جدید آلہ دیں گے اور ہم سب بیٹھے یہی سوچ رہے ہیں کہ ایسا کون سا آلہ ہو سکتا ہے"...... صفدر نے کہا۔

"آلہ مکبر الصوت کی بات کر رہے ہو"...... عمران نے کہا تو صفدر کے ساتھ ساتھ وہاں موجود سب افراد بے اختیار اچھل پڑے۔ ان سب کے چہروں پر حیرت کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

"آلہ مکبر الصوت۔ یہ کیا ہوتا ہے عمران صاحب"...... صفدر نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"کمال ہے۔ اس میں کون سا لفظ مشکل ہے جو تمہیں نہیں آتا۔ آلہ تم خود کہہ رہے ہو۔ مکبر اور صوت دونوں عربی کے الفاظ ہیں۔ مکبر کا مطلب ہے بلند کرنے والا اور صوت کا مطلب ہے آواز۔ اس کا مطلب ہوا کہ ایسا آلہ جو آواز کو بلند کر دے جسے ہم لاؤڈ سپیکر کہہ سکتے ہیں"...... عمران نے باقاعدہ وضاحت کرتے ہوئے کہا تو صفدر بے اختیار ہنس پڑا۔

"آپ سیدھی طرح لاؤڈ سپیکر ہی کہہ دیتے۔ اتنا مشکل لفظ کیوں بولا آپ نے"...... صفدر نے ہنستے ہوئے کہا۔

"میں نے نہیں بولا۔ یہ سرکاری ادارے کی طرف سے ترجمہ کیا گیا ہے لاؤڈ سپیکر کا۔ تم نے آلہ کہا تو میں نے کہہ دیا۔ اب لاؤڈ سپیکر کے ساتھ تو آلہ استعمال نہیں ہوتا"...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"تو آپ ہمیں لاؤڈ سپیکر دینے آ رہے ہیں"...... صفدر نے ہنستے ہوئے کہا۔

"چیف نے شاید تمہاری فراغت کا حل یہی سوچا ہے"...... عمران نے کہا۔

"فراغت کا حل۔ کیا مطلب"...... صفدر نے اس بار سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

"تمہیں خود ہی شکوہ رہتا ہے کہ تمہارے پاس کام نہیں ہے۔ تم فارغ بیٹھ بیٹھ کر بور ہو گئے ہو"...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"بات تو آپ کی درست ہے لیکن ہماری فراغت کا لاؤڈ سپیکر سے کیا تعلق"...... صفدر نے کہا۔

"لاؤڈ سپیکر نہیں آلہ مکبر الصوت کہو کیونکہ تمہارے چیف نے لفظ آلہ استعمال کیا ہے۔ بہرحال چیف نے شاید یہ سوچا ہے کہ تم سب کو ایک ایک آلہ مکبر الصوت دیا جائے تاکہ تم ہاتھ ریڑھیوں پر سامان رکھ کر آلہ مکبر الصوت سے اس مال کی خوبیاں بیان کرتے رہو۔ جیسے عام طور پر خارش کی دوا یا چوہے مار گولیاں فروخت کرنے والے آلہ مکبر الصوت کے ذریعے اس کی خوبیاں بیان کرتے پھرتے رہتے ہیں"...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"مس جولیا صحیح کہتی ہیں۔ آپ کے ساتھ بات واقعی نہیں کی جا سکتی۔ اب آپ نے پاکیشیا سیکرٹ سروس کو چوہے مار گولیاں بیچنے

والا بنا دیا ہے"...... صفدر نے مصنوعی غصیلے لہجے میں کہا۔

"ارے۔ تم چوہے مار گولیاں بیچنے والوں کو حقیر سمجھتے ہو حالانکہ وہ تمہارے پورے ملک کے محسن ہیں۔ تمہیں معلوم ہے کہ چوہوں سے طاعون کی وباء پھیلتی ہے اور یہ اس قدر خوفناک وباء ہوتی ہے کہ آناً فاناً لاکھوں افراد لقمہ اجل بن جاتے ہیں۔ بستیوں کی بستیاں، شہروں کے شہر خالی ہو جاتے ہیں۔ وہ تو شکر کرو کہ سائنس ترقی کر گئی ہے اور چوہے مار گولیاں ایجاد ہو گئی ہیں اور چوہوں کی کثرت نہیں رہی اور انسانیت اس خوفناک وباء کا شکار ہونے سے بچ گئی ہے اور تم کہہ رہے ہو کہ انسانیت کے محسن حقیر ہوتے ہیں"...... عمران نے کہا تو صفدر بے اختیار ہنس پڑا۔

"آپ کی بات سن کر واقعی مجھے احساس ہو رہا ہے کہ چوہے مار گولیاں فروخت کرنے والے انسانیت کے محسن ہیں لیکن یہ خارش کی مقامی دوا بیچنے والے۔ یہ کون ہیں"...... صفدر نے کہا۔

"خارش نہ صرف موذی مرض ہے بلکہ اچھے بھلے سنجیدہ انسان کو ناچنے پر مجبور کر دیتی ہے۔ اب دیکھو خدانخواستہ تمہیں خارش ہو جائے اور نزدیک کوئی ڈاکٹر بھی نہ ہو تو پھر کیا ہوگا۔ تم سڑک پر ناچتے پھرو گے اور کپڑے پھاڑ کر ناچتے پھرو گے۔ ایسی صورت میں مقامی دوا ہی کام آ سکتی ہے"...... عمران بھلا کہاں باز آنے والوں میں سے تھا۔

"ٹھیک ہے۔ اب میں مزید کیا کہہ سکتا ہوں۔ ہم بہرحال آپ

کے انتظار میں ہیں۔ اب چاہے آپ آلہ مکبر الصوت لے آئیں یا خارش کی دوا“...... صفدر نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

”عمران صاحب بات سے بات ایسے نکالتے ہیں کہ ان سے اس معاملے میں مقابلہ کیا ہی نہیں جا سکتا“...... نعمانی نے کہا۔

”بعض لوگ صرف فضول باتیں کرنے کے ماہر ہوتے ہیں اور کچھ نہیں کرتے“...... تنویر نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”عمران صاحب پر تمہارا یہ قول فٹ نہیں آتا۔ وہ باتیں بھی کرنا جانتے ہیں اور کام بھی“...... صالحہ نے کہا۔

”اب کیا کرنا ہے۔ یہ عمران صاحب تو مجھے آتے دکھائی نہیں دیتے۔ کیوں نہ چیف سے بات کی جائے“...... صفدر نے کہا۔

”نہیں۔ ہمیں انتظار کرنا چاہئے۔ چیف ناراض بھی ہو سکتے ہیں“...... جولیا نے صاف جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تو پھر ایک کپ چائے اور پلوا دو“...... صفدر نے کہا تو جولیا مسکراتی ہوئی اٹھی۔

”آؤ صالحہ۔ تم بھی آ جاؤ۔ چلو کچھ دھیان تو بٹے گا“...... جولیا نے صالحہ سے کہا تو صالحہ بھی سر ہلاتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی اور پھر وہ دونوں کچن کی طرف بڑھ گئیں۔ پھر وہ سب چائے پی کر فارغ ہی ہوئے تھے کہ کال بیل کی آواز سنائی دی۔

”عمران صاحب آلہ مکبر الصوت سمیت آ گئے ہیں“...... صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا اور اٹھ کر بیرونی دروازے کی طرف بڑھ

گیا۔ اس نے دروازہ کھولا تو سامنے عمران ہی کھڑا تھا۔

”السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ یا منتظرین آلات کشا وزری“۔ عمران نے کہا۔

”آلات کشا وزری۔ یہ کیا ہوتا ہے۔ آپ بھی نجانے کہاں کہاں سے لفظ نکال لیتے ہیں“...... صفدر نے سلام کا جواب دیتے ہوئے کہا اور ایک طرف ہٹ گیا تو عمران اندر داخل ہوا لیکن اس کے دونوں ہاتھ خالی تھے۔

”آپ وہ آلات نہیں لائے“...... صفدر نے دروازہ بند کرتے ہوئے کہا۔

”آلات کشا وزری کے لئے تمہیں شہر سے باہر جانا پڑے گا“۔ عمران نے کہا اور پھر وہ آگے بڑھ گیا۔

”عمران صاحب۔ وہ آلات کہاں ہیں جن کے لئے چیف نے ہمیں یہاں اکٹھا کیا ہے“...... صدیقی نے کہا۔

”صفدر نے بھی یہی پوچھا ہے۔ پہلے صفدر نے آلہ کہا تو میں نے اسے بتا دیا کہ آلہ مکبر الصوت لانا پڑے گا۔ اب اس نے بھی اور تم نے بھی آلات کا کہا ہے تو آلات کشا وزری کے لئے ہمیں شہر سے باہر دیہات میں جانا پڑے گا۔ یہاں اس فلیٹ میں تو وہ نہیں آ سکتے“...... عمران نے کہا اور بڑے اطمینان بھرے انداز میں صوفے پر بیٹھ گیا۔

”عمران صاحب۔ دیہات کا یہاں سے کیا تعلق“...... صفدر نے

کہا۔

''یہاں کا واقعی کوئی تعلق نہیں ہے لیکن دیہات سے تو اس کا بنیادی تعلق ہے۔ آلات کشا وزری کا مطلب ہے کسانوں کے آلات۔ جیسے ہل وغیرہ ہوتے ہیں اور ظاہر ہے انہیں دیکھنے کے لئے آپ سب کو دیہات میں جانا پڑے گا۔ البتہ یہاں آلات نقب زنی لائے جا سکتے ہیں لیکن اس کے ساتھ ہی پولیس بھی پہنچ جائے گی''...... عمران کی زبان رواں ہو گئی۔

''اس شخص نے کوؤں کا مغز کھایا ہوا ہے۔ نان سٹاپ بولتا ہے''...... تنویر نے بڑے بگڑے ہوئے لہجے میں کہا۔

''تمہارا مطلب ہے کہ کوے بہت بولتے ہیں اور اُلو خاموش رہتے ہیں''...... عمران نے بغیر برا منائے جواب دیا تو سب ساتھی بے اختیار ہنس پڑے۔

''عمران صاحب۔ پھر مس جولیا سے کہا جائے کہ وہ چیف سے بات کریں کہ آپ کے پاس ہمارے لئے کوئی آلات نہیں ہیں''...... صفدر نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

''بے شک جولیا بات کر لے۔ پہلے بھی کرتی رہتی ہے۔ اس میں برا منانے کی کیا بات ہے۔ جولیا ڈپٹی چیف ہے اور ایکسٹو چیف۔ اب چیف اور ڈپٹی چیف میں تو بات ہوتی رہنی چاہئے۔ ویسے بھی آج کل سیل فون کمپنیوں نے آسمان سر پر اٹھایا ہوا ہے کہ پوری قوم سارا دن اور ساری رات بس بولتی ہی رہے حتیٰ کہ وہ

چاہتے ہیں کہ تنویر جیسا خاموش آدمی بھی گھنٹوں بولتا رہے۔ مجھے تو یقین ہے کہ وہ کسی دن گونگوں کے لئے بھی کوئی سیل فون ایجاد کر لیں گے اور گونگے اپنی مخصوص زبان میں جو کچھ بولیں گے انہیں سیل فون کے اندر موجود مشینری الفاظ میں بدل کر دوسروں کو سنوا دے گی''...... عمران کی زبان ایک بار پھر رواں ہو گئی۔

''یا اللہ تو اس کی زبان کو بریک عنایت کر دے''...... جولیا نے باقاعدہ ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کے انداز میں کہا۔

''مطلب ہے کہ میں میرج ہال بک کرا لوں اور شادی کارڈ چھپوا لوں کیونکہ مرد کی زبان کو بریک شادی کے بعد ہی لگتی ہے اور ایسی لگتی ہے کہ پھر اسے بولنے پر آمادہ کرنے کے لئے بچوں کی طرح باقاعدہ پچکارنا پڑتا ہے''...... عمران نے کہا تو سب بے اختیار ہنس پڑے۔

''اچھا مس جولیا۔ چائے کا بے حد شکریہ۔ اب ہمیں اجازت دیں۔ ہم نے فورسٹارز کے ایک معاملے میں تھوڑی سی بھاگ دوڑ کرنی ہے''...... صدیقی نے اٹھتے ہوئے کہا اور صدیقی کے ساتھ ہی نعمانی، چوہان اور خاور بھی اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔

''ارے۔ ارے۔ بیٹھو۔ سٹارز کی بھاگ دوڑ سے بے چارے نجومی پریشان ہو جاتے ہیں اور نجومی پریشان ہو جائیں تو ایسی ایسی پیشین گوئیاں کرنا شروع کر دیتے ہیں کہ آئندہ سال بھی سورج مشرق سے ہی طلوع ہو گا اور آئندہ سال بھی کوے کائیں کائیں

کریں گے اور اُلو خاموش رہیں گے“...... عمران کی زبان ایک بار پھر رواں ہوگئی۔

”مس جولیا۔ ہمیں بھی اجازت دیں“...... صفدر نے اٹھتے ہوئے کہا۔

”ارے۔ ارے۔ مطلب ہے کہ باقاعدہ یونین بنا لی ہے تم سب نے مجھ غریب اور مفلس آدمی کے خلاف۔ بہرحال بیٹھو۔ آج کا دن واقعی پاکیشیا سیکرٹ سروس کے لئے انقلابی دن ہے اور تمہارے چیف نے سروس اور مجھے باقاعدہ دھمکیاں دے دے کر اس انقلاب کی راہ ہموار کی ہے“...... عمران نے کہا تو نہ صرف سب بیٹھ گئے بلکہ سب کے چہروں پر انتہائی تجسس کے تاثرات ابھر آئے۔ اس کے ساتھ ہی عمران نے کوٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالا اور ایک سیل فون نکال کر سامنے میز پر رکھ دیا۔

”یہ ہے وہ انقلابی پرزہ جس کے لئے سرداور نے نجانے کتنی راتیں جاگ کر گزاری ہیں اور میں نے نجانے کتنے دن سو کر گزارے ہیں“...... عمران نے کہا تو سب بے اختیار ہنس پڑے۔

”آپ واقعی داستان گوئی کا فن جانتے ہیں عمران صاحب۔ ایک سیل فون کے لئے آپ نے نجانے کتنے گھنٹے ہمیں تجسس میں رکھا ہے۔ کیا ہے اس سیل فون میں۔ ایسے سیل فون سے تو دکانیں بھری پڑی ہیں“...... صفدر نے کہا۔

”تمہیں معلوم ہے کہ آج تک پوری دنیا کی انتہائی باوسائل

تنظیمیں، مجرم تنظیمیں، پاکیشیا سیکرٹ سروس کو ٹریس نہیں کر سکیں۔ کیوں نہیں کر سکیں اس لئے کہ تمہارے چیف نے سیٹ اپ ہی ایسا بنایا ہوا ہے اور اب اگر عام سے سیل فون تمہیں دے دیئے جائیں جن پر ہونے والی بات چیت باقاعدہ کمپنی کے مخصوص آفسز میں ریکارڈ کی جاتی ہے اور انہیں مخصوص وقت تک محفوظ رکھا جاتا ہے اس کے ساتھ ساتھ مخصوص ٹریکنگ کے ذریعے اس ٹاور کا پتہ چلایا جا سکتا ہے جہاں سے بات چیت کے وقت سیل فون سگنل وصول کر رہا ہے اور پھر مزید کوشش سے ایک سیل فون سے دوسرے سیل فون تک پہنچا جا سکتا ہے اس لئے اگر عام سیل فون تمہیں دے دیئے جائیں تو تم سب کا خاتمہ یقینی ہو جائے گا اس لئے تمہارے چیف نے سرداور کو نہ صرف حکم دیا تھا بلکہ بار بار اس پر اصرار بھی کیا تھا کہ ایسے سیل فون تیار کئے جائیں جنہیں کسی صورت بھی ٹریس نہ کیا جا سکے لیکن وہ عام سیل فون کے طور پر بھی کام کریں۔ دوسری بات یہ کہ ان کی بیٹریاں ایسی بنائی جائیں کہ انہیں بار بار چارج کرنے کی ضرورت نہ ہو ورنہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مجرم واردات کر رہے ہوں اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کے اراکین سیل فون اور چارجر اٹھائے وہ جگہ تلاش کرتے پھر رہے ہوں جہاں سے بیٹری چارج کی جا سکے۔ اس کے ساتھ ساتھ ساخت میں یہ سیل فون ایسا نہ ہو کہ اسے دیکھ کر لوگ چونک پڑیں۔ پھر اگر کسی کا سیل فون کسی مخالف ایجنٹ یا مجرم کے ہاتھ لگ جائے تو وہ اس سے پاکیشیا کے

خلاف یا پاکیشیا سیکرٹ سروس کے خلاف کوئی فائدہ نہ اٹھا سکے۔ اس طرح کی بے شمار اور ہدایات بھی تھیں۔ سرداور نے خود بھی محنت کی اور اپنے قابل ترین سائنس دانوں کو بھی دن رات اس کام پر مامور کیا اور مجھ جیسے طالب علم کی خدمات عالیہ بھی حاصل کی گئیں اور پھر مختلف آئیڈیاز پر کام ہوتا رہا لیکن ان میں موجود خامیوں کی وجہ سے وہ پلان فائنل نہ ہو سکے لیکن اب یہ کام فائنل ہو گیا ہے اور سامنے میز پر جو سیل فون موجود ہے اسے تم ایک شاہکار کہہ سکتے ہو''...... عمران نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

''اس میں کیا خوبیاں ہیں عمران صاحب''...... صفدر نے کہا۔

''خوبیاں کیا ہونی ہیں۔ عام سا سیل فون ہے جو بازار میں دکانوں پر عام ملتا ہے''...... عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں جواب دیا تو سب اس طرح عمران کو دیکھنے لگے جیسے انہیں یقین ہو گیا ہو کہ عمران کا ذہنی توازن درست نہ رہا ہو۔

''میرا منہ کیوں دیکھ رہے ہو۔ میں سچ کہہ رہا ہوں۔ اگر خصوصی سیل فون بنایا جاتا اور وہ تم سے گم ہو جاتا تو پھر کیا کیا جاتا۔ پھر سائنس دان نئے سرے سے سیل فون بنانا شروع کر دیتے۔ نہیں۔ یہ عام سا سیل فون ہے۔ اس میں سیل کمپنی کی ہی سم ہے۔ اگر کسی کے ہاتھ یہ فون آ جائے تو وہ اسے اچھی طرح چیک کرنے کے باوجود اس کی کوئی خصوصیت تلاش نہ کر سکے گا لیکن یہ سارا کھیل سگنلز کا ہے۔ اس سیل فون پر ایک مخصوص نمبر پریس ہوتے ہی اس

سیل فون کا رابطہ پاکیشیا کے ایک مواصلاتی خلائی سیارے میں موجود خصوصی مشینری کے ساتھ ہو جائے گا اور سگنل پوری دنیا میں کیچ کئے جا سکتے ہیں کیونکہ اقوام متحدہ کے تحت خلاء میں موجود تمام ملکوں کے مواصلاتی سیارے ایک مخصوص رینج میں ایک دوسرے سے لنکڈ ہیں اس لئے پوری دنیا میں اسے آسانی سے اور سہولت سے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اس کا نمبر دوسرے سیل پر ڈسپلے نہیں ہو گا تو یہی سمجھا جائے گا جیسے پبلک کال آفس مطلب ہے پی سی او کے فون کا نمبر دوسرے فون پر ڈسپلے نہیں ہوتا اس لئے جب اس کا نمبر ڈسپلے نہیں ہو گا تو یہی سمجھا جائے گا کہ کال کسی پی سی او سے کی جا رہی ہے۔ اس میں ہونے والی بات چیت ٹیپ نہ ہو سکے گی اور نہ ہی کسی طرح ٹریکنگ کر کے اس سیل فون تک پہنچا جا سکتا ہے اور جب چاہو اس کا ایک بٹن دبا کر خصوصی سیل فون کی بجائے عام سیل فون بنا لیا جائے کیونکہ جب مخصوص نمبر پریس ہو گا تو یہ خصوصی سیل فون کی حیثیت اختیار کر لے گا ورنہ عام سا سیل فون ہو گا جیسے دکانوں پر عام فروخت ہو رہے ہیں۔ پھر اس کا نمبر دوسرے سیل فون پر ڈسپلے بھی ہو گا۔ اس پر ہونے والی بات چیت بھی کمپنی کے پاس ریکارڈ بھی ہو سکتی ہے اور ٹریکنگ کے ذریعے اس تک پہنچا بھی جا سکتا ہے۔ ایسا اس لئے کیا گیا ہے کہ اسے مسلسل خلائی سیارے کے ساتھ لنکڈ نہیں رکھا جا سکتا ورنہ اس کی بیٹری چند گھنٹوں میں بالکل ہی ختم ہو جائے گی اور اس انداز میں ختم ہو جائے گی کہ اسے

ری چارج بھی نہ کیا جا سکے گا اس لئے عام حالات میں اسے عام فون کے طور پر استعمال کیا جائے لیکن مخصوص حالات میں ضرورت پڑنے پر اسے خصوصی فون کے طور پر استعمال کیا جائے اور وہ نمبر ہے تین بار زیرو۔ یعنی ٹرپل زیرو۔ جیسے ہی ٹرپل زیرو پریس کیا جائے گا یہ سپیشل فون بن جائے گا اور اس کی سکرین پر کونے میں ٹرپل زیرو لکھا صاف نظر آنے لگ جائے گا اور جب اسے عام فون میں تبدیل کرنا ہو تو پھر ٹرپل ون پریس کر دیں۔ پھر سکرین پر ٹرپل زیرو غائب ہو جائے گا اور یہ عام سیل فون بن جائے گا“۔ عمران نے کسی تجربہ کار سیل مین کی طرح میز پر پڑے سیل فون کی خوبیاں گنواتے ہوئے کہا۔

”عمران صاحب۔ اس کی بیٹری کا کیا ہو گا۔ کس طرح اور کتنی بار چارج ہو گی اور کیسے“...... صفدر نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

”بیٹری اور اس کی چارجنگ بھی ایک اہم مسئلہ تھا۔ اگر اس میں مخصوص بیٹری ڈالی جاتی تو پھر ہر بار اس کے گم ہونے یا چوری ہو جانے پر خصوصی بیٹری ڈالنا پڑتی اور پھر یہ عام سیل فون نہیں بلکہ سپیشل فون بن جاتا اس لئے بہت سوچ بچار کے بعد اور بے شمار تجربات کے بعد اس کا ایک سادہ سا حل نکال لیا گیا اور وہ یہ کہ جب بھی اسے خصوصی سیل فون کے طور پر استعمال کیا جائے گا تو اس کی بیٹری خود بخود انتہائی تیز رفتاری سے فل چارج ہو جائے گی

اور فل چارج بیٹری اڑتالیس گھنٹے تک مسلسل ٹاک ٹائم کے بعد ہی ختم ہو گی اور اسے دوبارہ خصوصی سیل فون بنا کر چارج کرنا ہو گا اور ظاہر ہے کہ اس قدر طویل بات صرف میں ہی کر سکتا ہوں اس لئے تمہیں بیٹری کے بارے میں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے“...... عمران نے مسلسل بولتے ہوئے جواب دیا تو سب بے اختیار ہنس پڑے۔

”حیرت ہے عمران صاحب۔ ہمارے ذہنوں میں یہ عملی مشکلات آئی ہی نہیں بلکہ ہم اکثر آپس میں باتیں کرتے رہتے ہیں کہ دنیا کہاں سے کہاں پہنچ چکی ہے اور ہم ابھی تک پبلک فون بوتھ تلاش کرتے رہتے ہیں اور ٹرانسمیٹروں کا استعمال کرتے پھر رہے ہیں لیکن آج آپ نے جس طرح تفصیل سے بات کی ہے تو ہمیں احساس ہو رہا ہے کہ اصل مسئلہ ہمارا تحفظ تھا“...... صدیقی نے تحسین آمیز لہجے میں کہا۔

”مجھے یقین ہے عمران صاحب کہ اس فون کی طرح اس کی تیاری میں آپ کا حصہ سب سے زیادہ ہو گا۔ عام سائنس دانوں کے ذہنوں میں اس طرح کے سوالات اٹھ ہی نہیں سکتے“...... صفدر نے کہا۔

”اب کیا کہوں۔ اپنے منہ میاں مٹھو بننا اچھا نہیں سمجھا جاتا اس لئے اگر جولیا مجھے میاں مٹھو کہہ دے تو میری ساری محنت وصول ہو جائے گی“...... عمران نے کہا تو سب ساتھی بے اختیار کھلکھلا کر ہنس

پڑے۔

"ساتھ ہی یہ بھی کہہ دوں کہ میاں مٹھو چوری کھاؤ گے یا نہیں"...... جولیا نے ہنستے ہوئے کہا تو کمرہ ایک بار پھر قہقہوں سے گونج اٹھا۔

"عمران صاحب۔ یہ ایک فون کیوں ہے۔ ہم سب کو یہ فون چاہئے"...... صالحہ نے کہا۔

"یہ فون میرے گاڑھے خون اور پتلے پسینے کی کمائی سے خریدا گیا ہے۔ آپ کو میں نے تفصیل بتا دی ہے۔ آپ اپنی مرضی کے سیل فون خریدیں اور جب چاہیں اسے خصوصی فون بنا لیں اور جب چاہیں اسے عام فون بنا لیں۔ جس کمپنی کی چاہیں سم استعمال کریں اور اگر گم ہو جائے تو دوسرا خرید لیں"...... عمران نے کہا تو سب کے چہرے خوشی سے جگمگا اٹھے۔

سیاہ رنگ کی سیڈان کار خاصی تیز رفتاری سے سڑک پر دوڑتی ہوئی آگے بڑھی چلی جا رہی تھی۔ یہ یورپی ملک پالینڈ کے دارالحکومت کارسا کا معروف علاقہ تھا اور سڑک پر کاروں کی خاصی بڑی تعداد موجود تھی۔ کار کی ڈرائیونگ سیٹ پر ایک لمبے قد اور چوڑے چہرے کا مالک مقامی نوجوان بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے سر کے بال بھی گہرے سرخ تھے اور چھوٹی چھوٹی مونچھوں کا رنگ بھی گہرا سرخ تھا۔ اس نے گہرے سرخ رنگ کا سوٹ پہنا ہوا تھا۔ گہرے سرخ رنگ کی شرٹ پر اس نے گہرے زرد رنگ کی ٹائی باندھی ہوئی تھی۔ مجموعی طور پر وہ کوئی کھلاڑی دکھائی دے رہا تھا۔

کار میں میوزک بج رہا تھا کیونکہ میوزک کی تال پر اس کی انگلیاں بھی کار کے اسٹیئرنگ پر تال دے رہی تھیں۔ نوجوان اس میوزک سے پوری طرح محظوظ ہو رہا تھا کیونکہ میوزک کی تال پر

اس کی انگلیاں بھی چل رہی تھیں لیکن میوزک کی آواز خاصی مدھم تھی۔ پھر اس نے کار کی رفتار کم کر کے اسے سائیڈ لائن پر لے جانے کا اشارہ دینا شروع کر دیا اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ مین لائن سے نکل کر سائیڈ لائن پر آ گیا اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ سائیڈ لائن سے قصبے کی طرف جانے والی سڑک پر مڑ گیا۔ یہ سڑک نسبتاً سنسان تھی۔ اکا دکا کاریں آ جا رہی تھیں۔ یہ انڈسٹریل ایریا تھا اس لئے سڑک پر دونوں اطراف میں ہر قسم کی انڈسٹری کی فیکٹریاں نظر آ رہی تھیں۔ تھوڑی دیر بعد کار ایک بڑے سے بند پھاٹک کے سامنے رک گئی۔ اس پھاٹک کی سائیڈ پر ایک بڑا سا بورڈ موجود تھا جس پر سٹار کیمیکلز انڈسٹری کا نام لکھا ہوا تھا۔ نوجوان نے ہارن دیا تو پھاٹک کی چھوٹی کھڑکی کھلی اور ایک مسلح دربان باہر آ گیا۔ وہ کار کے قریب آیا تو کار کی ڈرائیونگ سیٹ پر موجود آدمی نے جیب سے ایک چھوٹا سا کارڈ نکال کر اس کے ہاتھ پر رکھ دیا۔

”کوڈ“...... دربان نے غور سے کارڈ کو دیکھتے ہوئے کہا۔

”ریڈ پیڈ“...... اس نوجوان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”آپ یہیں انتظار کریں“...... دربان نے کہا اور کارڈ لئے واپس مڑ کر پھاٹک کی کھلی کھڑکی سے اندر چلا گیا جبکہ اس کے اندر جاتے ہی کھڑکی بند ہو گئی۔ پھر تقریباً دس منٹ بعد چھوٹی کھڑکی کھلی اور وہی دربان واپس باہر آ گیا۔ اس کے ہاتھ میں وہی کارڈ موجود تھا۔

”میں پھاٹک کھول رہا ہوں۔ آپ اندر آ جائیں۔ آپ کا انتظار کیا جا رہا ہے“...... دربان نے اس بار مؤدبانہ لہجے میں کہا اور کارڈ کار میں سوار آدمی کو دے کر واپس مڑ گیا۔ تھوڑی دیر بعد پھاٹک کھل گیا اور اس سرخ بالوں والے نے کار آگے بڑھا دی۔ پھاٹک کے ساتھ ہی ایک طرف گارڈ روم تھا جہاں چار پانچ مسلح دربان موجود تھے۔ ایک سائیڈ پر وسیع و عریض پارکنگ نظر آ رہی تھی جہاں دس بارہ مختلف رنگوں اور ماڈلز کی کاریں موجود تھیں۔ ایک طرف خاصی بڑی عمارت تھی جس پر آفس کا بورڈ دور سے ہی صاف دکھائی دے رہا تھا۔ سرخ بالوں والے نے کار پارکنگ میں روکی اور پھر کار سے اتر کر اس نے کار کو لاک کیا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا آفس کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ آفس کے ایک چھوٹے سے ہال میں داخل ہو کر وہ ایک کونے میں موجود لیڈی سیکرٹری کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے وہی کارڈ جو اس نے دربان کو دیا تھا جیب سے نکال کر اس لیڈی سیکرٹری کے سامنے رکھ دیا۔

”کوڈ“...... لیڈی سیکرٹری نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

”ریڈ پیڈ“...... اس آدمی نے جواب دیا تو لڑکی دھیرے سے مسکرا دی۔ اس نے میز کی دراز کھولی اور اس میں سے ایک کارڈ نکال کر اس کی طرف بڑھا دیا۔

”سٹار تھری میں“...... لڑکی نے کہا تو اس نوجوان نے اثبات

میں سر ہلاتے ہوئے اپنا کارڈ اور لڑکی کا دیا ہوا کارڈ دونوں اٹھائے اور ایک راہداری کی طرف بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک لفٹ میں داخل ہو کر اس کا تین نمبر پریس کر چکا تھا۔ لفٹ تیزی سے اوپر چڑھتی چلی گئی۔ پھر تیسری منزل پر لفٹ رک گئی تو وہ نوجوان دروازہ کھول کر باہر آ گیا۔ یہ ایک تنگ سی راہداری تھی جس کے دونوں اطراف میں کمروں کے دروازے تھے لیکن تمام دروازے بند تھے۔ نوجوان اس دروازے کے سامنے رک گیا جس کے اوپر سنہرے رنگ کا ایک سٹار بنا ہوا تھا۔ اس نے لڑکی کا دیا ہوا کارڈ جیب سے نکال کر دروازے کی باریک درز میں ڈال دیا۔ چند لمحوں بعد کھٹاک کی آواز سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی دروازہ خود بخود اندر کی طرف کھلتا چلا گیا۔

سامنے ایک راہداری تھی جس کے اختتام پر ایک اور دروازہ تھا۔ سرخ بالوں والا نوجوان اندر داخل ہوا اور جب دوسرے دروازے کے سامنے پہنچا تو اس کے عقب میں پہلا کھلا دروازہ خود بخود بند ہو گیا۔ اس دروازے کی سائیڈ پر دیوار کے ساتھ ایک فون ہک سے لٹکا ہوا تھا۔ سرخ بالوں والے نے فون کا رسیور اٹھایا اور اس پر موجود تین نمبر کو پریس کر دیا۔

”کوڈ“...... رسیور سے ایک بھاری سی آواز سنائی دی۔

”ریڈ پیڈ“...... نوجوان نے کہا۔

”او کے“...... دوسری طرف سے کہا گیا تو سرخ بالوں والے

نے رسیور واپس ہک سے لٹکایا اور چند لمحوں بعد کھٹاک کی آواز کے ساتھ ہی دروازہ خود بخود کھل گیا۔ سرخ بالوں والا اندر داخل ہوا۔ یہ کمرہ آفس کے انداز میں سجا ہوا تھا لیکن آفس خالی تھا۔ وہاں کوئی آدمی موجود نہ تھا۔ وہ جیسے ہی اندر داخل ہوا اس کے عقب میں دروازہ خود بخود بند ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی چھت سے روشنی کا ایک جھماکہ سا ہوا اور پھر سائیڈ کی دیوار درمیان سے کٹ کر دونوں اطراف میں سمٹتی چلی گئی اور ایک ادھیڑ عمر آدمی جس کا سر بالوں سے یکسر بے نیاز تھا اور اس کے چہرے پر نظر کی عینک موجود تھی، اندر داخل ہوا۔

”بیٹھو“...... آنے والے نے سرد لہجے میں کہا اور خود وہ میز کی دوسری طرف موجود اونچی پشت کی ریوالونگ چیئر پر بیٹھ گیا۔ اس کے بیٹھنے کے بعد سرخ بالوں والا نوجوان بھی مؤدبانہ انداز میں ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ ادھیڑ عمر آدمی نے میز کی دراز کھول کر ایک فائل نکالی اور اسے سامنے میز پر رکھ کر کھولا اور چند لمحوں تک اسے غور سے دیکھنے کے بعد اس کی نظریں اٹھ گئیں۔

”تمہارا نام سوبرز ہے اور تمہارا تعلق گوگین ایجنسی سے ہے“۔ ادھیڑ عمر نے کہا۔

”یس سر“...... سرخ بالوں والے نے جس کا نام سوبرز تھا، مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”گوگین ایجنسی کے چیف نے تمہاری کارکردگی کی بے حد

تعریف کی ہے۔ کب سے کام کر رہے ہو'' ...... ادھیڑ عمر نے کہا۔

''گزشتہ آٹھ سالوں سے باس'' ...... سوبرز نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''کبھی ایشیا گئے ہو'' ...... باس نے پوچھا۔

''یس سر۔ میں نے ایشیا کے ایک بڑے ملک کافرستان میں دو سال گزارے ہیں۔ مجھے وہاں کی زبان بھی آتی ہے اور وہاں کے رسم و رواج سے بھی میں اچھی طرح واقف ہوں اور وہاں کی زیر زمین دنیا کے چند بااثر افراد بھی میرے دوست ہیں'' ...... سوبرز نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''گڈ۔ کبھی پاکیشیا بھی گئے ہو'' ...... ادھیڑ عمر نے اس بار تحسین آمیز لہجے میں کہا۔

''صرف چند روز کے لئے باس'' ...... سوبرز نے جواب دیا۔

''وہاں کی پاکیشیا سیکرٹ سروس کے بارے میں کیا جانتے ہو''۔ باس نے پوچھا۔

''صرف سنی سنائی باتیں۔ عملی طور پر اس سے کبھی سابقہ نہیں پڑا'' ...... سوبرز نے جواب دیا۔

''ہمیں ایک انتہائی اہم مشن کے لئے وہاں ایک ایسے ایجنٹ کی ضرورت ہے جو کام انتہائی برق رفتاری سے کرتا ہو۔ بے حد ذہین ہو اور اس کے لئے تمہارا انتخاب کیا گیا ہے۔ کیا تم ان شرائط پر پورا اترتے ہو'' ...... باس نے کہا۔

''یس باس۔ آپ حکم دیجئے۔ فوری تعمیل ہو گی'' ...... سوبرز نے بڑے پراعتماد لہجے میں جواب دیا۔

''گڈ'' ...... باس نے کہا اور پھر دراز کھول کر اس میں سے ایک فائل نکال کر اس نے سوبرز کے آگے رکھ دی۔

''اسے پڑھ لو۔ پھر بات ہو گی'' ...... باس نے کہا تو سوبرز نے فائل کھولی۔ فائل میں چار صفحات تھے۔ سوبرز خاموش بیٹھا فائل پڑھتا رہا۔ جب اس نے چاروں صفحات پڑھ لئے تو اس نے فائل بند کر دی۔

''اس فائل میں تفصیلات تو نہیں ہیں۔ صرف اتنا درج ہے کہ پاکیشیا نے اپنے ایک صوبے کی ساحلی پٹی کو بندرگاہ بنانے کا فیصلہ کیا ہے اور اس سلسلے میں جو سروے ہوا ہے اس کے مطابق اس ساحلی پٹی کے ساتھ سمندر کے نیچے وناٹن نامی پتھروں سے بنی ہوئی بہت بڑی چٹانیں ہیں۔ وناٹن پتھر کو توڑنے کے لئے کوئی بارود کام نہیں کر سکتا اور نہ ہی انتہائی طاقتور لیزر شعاعیں اس کو توڑ سکتی ہیں لیکن پاکیشیا کے ایک سائنس دان ڈاکٹر احمد نے ایسی شعاعیں ایجاد کر لی ہیں جو ایسی چٹانوں کو آسانی سے توڑ سکتی ہیں۔ اس ایجاد کو اینٹی وناٹن ریز کہا جا رہا ہے۔ ابھی اس کا تجربہ لیبارٹری میں ہوا ہے لیکن اسے مزید طاقتور اور وسیع رینج میں استعمال کرنے کے لئے تیار کیا جا رہا ہے اور بس'' ...... سوبرز نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

''یہ بے حد اہم ایجاد ہے۔ ایک انقلابی ایجاد کیونکہ دنیا کے

بہت سے سمندروں میں ساحلوں کے ساتھ ساتھ ایسی چٹانیں بکثرت موجود ہیں جنہیں آج تک توڑا نہیں جا سکا اوراس طرح بے شمار ممالک اپنے ساحلوں سے تجارتی فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ ہمارے ملک پالینڈ کی ایک طویل ساحلی پٹی بحیرہ بالٹک میں ہے لیکن ہماری بندرگاہ ایک محدود علاقے میں ہے۔ اگر یہ اینٹی وناٹن ریز جنہیں کوڈ میں اے ڈبلیو ریز کہا جا رہا ہے، کا فارمولا ہمیں مل جائے تو ہم اس سے اپنے ساحلوں کے ساتھ موجود تمام طویل علاقے پر بندرگاہیں قائم کر کے اپنی تجارت کو سو گنا بڑھا سکتے ہیں“...... باس نے کہا۔

”یس باس۔ تو کیا ہم نے اس فارمولے کو وہاں سے اڑانا ہے“...... سوبرز نے کہا۔

”نہ صرف فارمولا اڑانا ہے بلکہ اس سائنس دان ڈاکٹر احمد کو بھی ہلاک کر دینا ہے اور اس لیبارٹری کو بھی تباہ کر دینا ہے تا کہ یہ فارمولا صرف پالینڈ کی ملکیت ہی رہ جائے اور پھر ہم اس فارمولے کو اپنے ملک کے لئے استعمال کر کے اور ان ریز کو تیار کر کے انہیں دنیا کے بڑے بڑے ممالک کو خطیر معاوضے پر فروخت کریں گے۔ اس طرح پالینڈ انتہائی دولت مند ملک بن جائے گا“۔ باس نے کہا۔

”یس باس۔ لیکن اس لیبارٹری کے بارے میں تفصیلات کہاں سے ملیں گی“...... سوبرز نے پوچھا۔

”ہم نے پاکیشیا میں ایک گروپ کے ذریعے اس بارے میں حتمی تفصیلات معلوم کی ہیں۔ یہ لیبارٹری پاکیشیا کے دارالحکومت کی ایک نجی کوٹھی کے نیچے تہہ خانے میں بنائی گئی ہے تا کہ اسے خفیہ رکھا جا سکے۔ لیکن اس کی حفاظت کا خاصا طاقتور سائنسی نظام بھی قائم کیا گیا ہے۔ اس کوٹھی میں اوپر ڈاکٹر احمد کی رہائش ہے جہاں وہ اپنی ایک بیٹی کے ساتھ رہتا ہے لیکن یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ اس لیبارٹری کو جو راستہ ہے وہ اس کوٹھی سے نہیں جاتا بلکہ اس سے ملحقہ عقبی کوٹھی سے جاتا ہے جہاں ملٹری انٹیلی جنس کا پہرہ ہے۔ ڈاکٹر احمد کو بھی عقبی کوٹھی کے ذریعے ہی لیبارٹری میں جانا پڑتا ہے اور اس عقبی کوٹھی میں بھی انتہائی سخت حفاظتی اقدامات کئے گئے ہیں“...... باس نے کہا۔

”سر۔ ایک سوال۔ اگر آپ اجازت دیں تو“...... سوبرز نے کہا تو ادھیڑ عمر باس چونک پڑا۔

”یس“...... باس نے کہا۔

”سر۔ آپ نے براہ راست اپنی سرکاری ایجنسی کو اس کام کے لئے تعینات نہیں کیا بلکہ صرف یورپ تک محدود گوگین ایجنسی کو استعمال کر رہے ہیں۔ اس کی کوئی خاص وجہ ہے“...... سوبرز نے پوچھا۔

”ہاں۔ اس کی خاص وجہ ہے۔ ہمیں بتایا گیا ہے کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس اس فارمولے کے پیچھے آئے گی اور اگر ہم براہ

راست وہاں کام کرتے تو وہ لوگ پالینڈ کی سرکاری ایجنسی وان ایجنسی کے خلاف کام کرتے لیکن اب اگر انہیں معلوم بھی ہو گیا تو وہ بجائے وان ایجنسی کے پیچھے آنے کے گوگین ایجنسی کے پیچھے جائیں گے اور گوگین ایجنسی آسانی سے ان کا خاتمہ کر دے گی اور اگر نہ بھی کر سکی تو وہ آپس میں ہی الجھتے رہیں گے جبکہ فارمولا ہمارے پاس محفوظ رہے گا۔ اور ہاں۔ ایک بات اور بھی کہ اس مشن کی کامیابی کے بعد تمہیں وان ایجنسی کے سپر ایجنٹ کا عہدہ دیا جائے گا۔ تمہارے چیف سے یہ بات طے ہو گئی ہے''...... باس نے مسلسل بولتے ہوئے کہا تو سوبرز کا چہرہ بے اختیار کھل اٹھا کیونکہ خصوصی سرکاری ایجنسی میں شامل ہونا ہی اس کے لئے اعزاز تھا جبکہ اسے سپر ایجنٹ کا عہدہ دیا جا رہا تھا جس کا مطلب تھا کہ وہ پالینڈ اور یورپ کا اہم ترین ایجنٹ بن جائے گا۔

''تھینک یو سر۔ ویسے یہ مشن کامیاب رہے گا۔ اس کی میں گارنٹی دیتا ہوں''...... سوبرز نے کہا۔

''یہ تو مجھے معلوم ہے کہ یہ کامیاب رہے گا کیونکہ تم نے اور تمہارے سیکشن نے اس سے بھی بڑے بڑے کارنامے سرانجام دیئے ہیں لیکن اصل مسئلہ اور ہے کہ تم نے اپنے پیچھے کوئی کلیو نہیں چھوڑنا۔ انہیں کسی صورت یہ معلوم نہیں ہونا چاہئے کہ لیبارٹری کس نے تباہ کی ہے۔ سائنس دان کو کس نے ہلاک کیا ہے اور فارمولا لے جایا گیا ہے تو کہاں ہے''...... باس نے کہا۔

''یس باس۔ ایسا ہی ہو گا لیکن اس فارمولے کو ہم کیسے پہچانیں گے''...... سوبرز نے کہا۔

''ہمیں بتایا گیا ہے کہ ڈاکٹر احمد جو ریسرچ کرتا ہے اسے باقاعدہ ایک فلاپی میں محفوظ کرتا رہتا ہے اور اس فلاپی میں پوری تحقیقات مع فارمولا موجود ہوں گی اس لئے یقیناً اس لیبارٹری کے کسی خفیہ سیف میں یہ فلاپیز رکھی جاتی ہوں گی۔ ڈاکٹر احمد سے اس بارے میں معلوم کیا جا سکتا ہے اور پھر اسے چیک کیا جا سکتا ہے۔ اس فلاپی کی ہیڈنگ اے ڈبلیو آر یا اے ڈبلیو ریز ہو گی''۔ باس نے کہا۔

''او کے سر۔ اس گروپ کے بارے میں کیا تفصیلات ہیں جس نے وہاں ساتھ دینا ہے''...... سوبرز نے کہا۔

''وہاں فائن کلب کا مالک اور جنرل منیجر ایک یورپی رینالڈ ہے۔ تم نے اس سے ملنا ہے۔ اسے تمہارے بارے میں بتا دیا جائے گا۔ تم نے ریڈ پیڈ کا کوڈ استعمال کرنا ہے لیکن تم نے اپنے بال ریڈ کلر میں نہیں رکھنے۔ یہ ضروری ہے ورنہ وہاں تم لوگوں کو یاد رہ جاؤ گے''...... باس نے کہا۔

''یس باس''...... سوبرز نے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

''یہ فائل تم یہیں چھوڑ جاؤ گے اور جس قدر ہو احتیاط سے کام لینا لیکن جس قدر جلد یہ کام ہو سکے کرنا ہے۔ اپنے ساتھ زیادہ آدمی نہ لے جانا۔ رینالڈ گروپ کے ذریعے تمہیں ہر قسم کی امداد مل

جائے گی''...... باس نے کہا۔

''یس سر۔ میں اپنے ساتھ صرف کرسیا کو لے جاؤں گا اور بس''......سوبرز نے اپنی اسسٹنٹ کرسیا کا نام لیتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ یہ ٹھیک رہے گا۔ اب تم جا سکتے ہو''...... باس نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے شاید میز کی سائیڈ پر موجود کوئی بٹن دبایا تو سوبرز کے عقب میں دروازہ خود بخود کھلتا چلا گیا۔

صفدر، صدیقی اور نعمانی تینوں ایک کار میں سوار شہر کے مضافات میں تعمیر ہونے والی جدید کالونی گلیکسی ٹاؤن کی طرف بڑھے چلے جا رہے تھے۔ چونکہ صفدر کی کار تھی اس لئے ڈرائیونگ سیٹ پر بھی صفدر ہی تھا جبکہ سائیڈ سیٹ پر صدیقی اور عقبی سیٹ پر نعمانی بیٹھا ہوا تھا۔ صفدر کا ایک پرائیویٹ دوست جس کا نام شہاب تھا اس کالونی میں رہتا تھا۔ شہاب کا تعلق بزنس سے تھا اور اس کی امپورٹ ایکسپورٹ کی فرم تھی۔ یہ فرم پاکیشیا کی تمام چھوٹی بڑی سائنسی لیبارٹریز کو ہر قسم کی مشینری سپلائی کرتی تھی۔

شہاب کی بیٹی کی آج سالگرہ تھی اور صفدر اپنے فلیٹ میں موجود تھا جبکہ صدیقی اور نعمانی بھی اسی رہائشی پلازہ کے فلیٹس میں رہتے تھے جہاں صفدر کا فلیٹ تھا اس لئے اکثر وہ ایک دوسرے کے فلیٹس میں آتے جاتے رہتے تھے اس لئے جب شہاب کا فون آیا تو

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

صدیقی اور نعمانی اس کے فلیٹ میں موجود تھے۔ شہاب چونکہ صفدر کا خاصا بے تکلف دوست تھا اس لئے اس نے صفدر کو فوری کوٹھی پہنچنے پر اصرار کیا تو صفدر نے کہا کہ اس کے دو دوست فلیٹ میں موجود ہیں وہ انہیں چھوڑ کر نہیں آ سکتا تو شہاب نے انہیں بھی ساتھ لے آنے پر اصرار کیا تو صفدر نے صدیقی اور نعمانی سے پوچھ کر حامی بھر لی۔ صدیقی اور نعمانی اس لئے مان گئے تھے کہ آج کل ان کے پاس بھی فورسٹارز کے سلسلے کا کوئی کام نہ تھا اور وہ شدید بوریت محسوس کر رہے تھے اور چونکہ وہ صفدر کے ساتھ کئی بار شہاب سے مل بھی چکے تھے اس لئے وہ بھی ساتھ جانے کے لئے تیار ہو گئے تھے۔ اپنی رہائش گاہ سے نکل کر پہلے وہ سپر مارکیٹ گئے۔ شہاب کی بیٹی چونکہ چودہ پندرہ سال کی تھی اس لئے انہوں نے اس کے لئے قیمتی پرفیوم اور میک اپ باکسز تحفے میں دینے کے لئے خریدے اور انہیں گفٹ پیکنگ کرا کر اب وہ گلیکسی ٹاؤن شہاب کی رہائش گاہ کی طرف بڑھے چلے جا رہے تھے۔

''صفدر۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ چیف ہمیں بھی مشن پر کام کرنے دے''...... صدیقی نے کہا تو صفدر بے اختیار چونک پڑا۔

''ہاں۔ کیوں نہیں۔ ایسا ہونا چاہئے۔ چیف نے میرے نقطہ نظر سے درست کام نہیں کیا کہ مستقل طور پر دو ٹیمیں بنا دی ہیں''۔ صفدر نے کہا۔

''میرا خیال ہے صفدر صاحب کہ اس میں چیف سے زیادہ

عمران صاحب کا دخل ہے''...... عقبی سیٹ پر بیٹھے ہوئے نعمانی نے کہا۔

''عمران صاحب کا دخل۔ وہ کیسے۔ ٹیم کا انتخاب تو چیف ہی کرتا ہے''...... صفدر نے کہا۔

''اب انتخاب کے لئے کیا رہ گیا ہے۔ ایک ٹیم ہے جو مستقل بیرونی مشنز پر کام کر رہی ہے اور ایک ٹیم صرف وقت گزارنے کے لئے چھوٹے موٹے مقامی جرائم کے خلاف کام کرنے پر مجبور ہے''...... ساتھ بیٹھے ہوئے صدیقی نے کہا۔

''تمہاری بات ٹھیک ہے۔ ہم سب اس تفریق کے خلاف ہیں لیکن بات تو وہی ہے کہ چیف جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔ عمران صاحب کا اس میں کیا دخل ہو سکتا ہے''...... صفدر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''میرا خیال ہے کہ عمران تمہارے ساتھ زیادہ ریلیف محسوس کرتا ہے اس لئے جب وہ اپنی رپورٹ چیف کو دیتا ہے تو ساتھ ہی تمہاری کارکردگی کے بارے میں بھی تفصیلات بتا دیتا ہو گا اس لئے چیف تمہیں ہی اس کے ساتھ بھجوا دیتا ہے''...... نعمانی نے کہا۔

''رپورٹ عمران صاحب نہیں مس جولیا دیتی ہیں۔ عمران صاحب تو صرف اپنا چیک وصول کرنے میں دلچسپی لیتے ہیں''۔ صفدر نے کہا۔

''اوہ۔ پھر تو مسئلہ زیادہ سیدھا ہے کہ مس جولیا لازماً یہ سوچ کر

رپورٹ دیتی ہوں گی کہ آئندہ بھی چیف اسی ٹیم کو بھیجے“...... نعمانی نے کہا تو صفدر اور صدیقی دونوں بے اختیار ہنس پڑے۔

”میں پھر بھی یہی کہوں گا کہ اصل کردار عمران صاحب کا ہے۔ ہم نے کوشش کی کہ عمران صاحب کے بغیر ٹیم مشن مکمل کرے لیکن ایسا کبھی بھی نہیں ہو سکا۔ ہم عمران صاحب کی کارکردگی کے اس طرح عادی ہو چکے ہیں کہ ان کے منظر سے ہٹتے ہی ہمیں یوں محسوس ہونے لگ جاتا ہے کہ جیسے ہم بچے ہیں اور بڑے کی انگلی پکڑے میلہ دیکھنے آئے ہیں۔ جیسے ہی بڑے کی انگلی چھوٹتی ہے ہم میلے میں گم ہو جاتے ہیں۔ البتہ میں عمران صاحب سے کہوں گا کہ وہ یہ تفریق ختم کرا دیں“...... صفدر نے کہا۔

”اگر ایسا ہو سکے تو بہتر ہے“...... صدیقی نے کہا۔

”میرا خیال ہے کہ ہم فارن ٹیم سے زیادہ آزاد ہیں“...... نعمانی نے کہا۔

”کیا مطلب“...... صفدر نے چونک کر پوچھا۔

”ہم نے عمران صاحب کے ساتھ کئی بار فارن مشن پر کام کیا ہے لیکن ہمیں وہاں سوائے تالیاں بجانے والوں کے کردار کے اور کچھ نہیں کرنا پڑا۔ سب کچھ عمران صاحب خود ہی کرتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں اصل قوال وہ ہوتے ہیں اور ہم ان کے پیچھے بیٹھ کر صرف تالیاں بجانے والے بن جاتے ہیں جبکہ فورسٹارز مشن میں ہم سب آزادی سے کام کرتے ہیں“...... نعمانی نے کہا۔

”تم ٹھیک کہتے ہو لیکن عمران صاحب کے ساتھ کام کرنے کا جو مزہ ہے وہ ان کے بغیر کام کرتے ہوئے آ ہی نہیں سکتا۔ عمران صاحب کی باتیں اور ان کی کارکردگی سے انسان بہت کچھ سیکھتا ہے“...... صفدر نے کہا۔

”ایک بات کی مجھے باوجود کوشش کے کبھی سمجھ نہیں آئی کہ کوئی بھی کیس ہو چاہے وہ سیکرٹ سروس کا ہو یا فورسٹارز کا لیکن اس کا آغاز عمران صاحب سے ہی ہوتا ہے۔ تمام ابتدائی انکوائری عمران صاحب ہی کرتے ہیں اور جب کیس کسی مشکل صورت میں آ جاتا ہے تو پھر چیف ٹیم کو ساتھ بھیج دیتا ہے۔ یہ سب کیسے اور کیوں ہوتا ہے۔ ہم لوگ کیس کو کیوں ٹریس نہیں کر سکتے“...... صدیقی نے کہا۔

”اس کی میرے نزدیک دو وجوہات ہیں۔ ایک تو یہ کہ ہم لوگ خفیہ رہتے ہیں جبکہ عمران صاحب سب کے سامنے رہتے ہیں۔ چنانچہ جو اطلاع کوئی سیکرٹ سروس تک پہنچانا چاہتا ہے وہ عمران صاحب کا ہی انتخاب کرتا ہے اور جو چھپانا چاہتا ہے وہ بھی عمران صاحب تک پہنچ جاتی ہے۔ دوسری بات یہ کہ عمران صاحب کی چھٹی حس ایسے معاملات کے بارے میں خاصی ہوشیار رہتی ہے۔ وہ معمولی سی بات کو بھی نظرانداز نہیں کرتے“...... صفدر نے کہا اور اس بار صدیقی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ گلیکسی ٹاؤن کی اس دو منزلہ کوٹھی میں پہنچ گئے جسے بڑی خوبصورتی سے سجایا گیا تھا اور شاندار انداز میں لائٹنگ کی گئی تھی۔ فنکشن شروع ہونے والا

تھا اس لئے کوٹھی میں خوب گہما گہمی نظر آ رہی تھی۔ ان کا استقبال شہاب نے کیا اور پھر اپنے خاص خاص مہمانوں سے بھی انہیں ملوایا۔ انہوں نے شہاب کی بیٹی کو سالگرہ کی مبارک باد دی اور گفٹ ان کے حوالے کر کے وہ ایک طرف رکھی ہوئی کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ ان کے ساتھ ہی ایک لمبے قد اور اکہرے جسم کا ادھیڑ عمر آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے نظر کی عینک لگائی ہوئی تھی۔ سر کے بال چھدرے سے تھے۔ چھوٹی سفید داڑھی اور سفید بالوں کی وجہ سے وہ خاصے معزز دکھائی دے رہے تھے۔ صفدر اس کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔

”میرا نام صفدر سعید ہے اور میں بزنس کیمونٹی سے تعلق رکھتا ہوں“...... صفدر نے اس سے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

”میرا نام ڈاکٹر احمد ہے اور میں سائنس دان ہوں۔ شہاب رشتے میں میرا بھتیجا بھی لگتا ہے اور اس کی بیٹی میری بیٹی کی کلاس فیلو اور فرینڈ ہے“...... ادھیڑ عمر آدمی نے جواباً اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا۔ صفدر نے صدیقی اور نعمانی کا تعارف بھی کرایا اور پھر رسمی فقرات مکمل کئے گئے۔

”ڈاکٹر صاحب۔ آپ یہاں کسی لیبارٹری میں کام کرتے ہیں یا پرائیویٹ طور پر کہیں ریسرچ کرتے ہیں“...... صفدر نے کہا۔

”پہلے میں کرانس میں رہا ہوں لیکن جب میری بیٹی بڑی ہو گئی تو پھر اس آزاد معاشرے میں ہمارا رہنا ناممکن ہو گیا اور میں وہاں سے واپس یہاں اپنے ملک آ گیا۔ میری رہائش سٹار کالونی میں

ہے اور میں ایک سرکاری لیبارٹری میں کام کرتا ہوں“...... ڈاکٹر احمد نے جواب دیتے ہوئے کہا اور پھر اسی طرح کی باتیں ہوتی رہیں۔ پھر کیک کاٹا گیا اور سب نے شہاب کی بیٹی کو مبارک باد دی۔ اس کے بعد کھانے کا دور شروع ہوا۔ صفدر نے دیکھا کہ ڈاکٹر احمد صاحب نے بہت کم کھایا تھا۔

”آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے ڈاکٹر صاحب۔ آپ نے بہت کم کھایا ہے“...... صفدر نے کہا۔

”اوہ شکریہ۔ دراصل میں بہت کم کھانے کا عادی ہوں کیونکہ مجھے زیادہ تر اہم تجربات میں رہنا پڑتا ہے اور اگر زیادہ کھا لوں تو پھر ذہن پر غنودگی سی غالب آنے لگ جاتی ہے“...... ڈاکٹر احمد نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”آپ دن رات تو کام نہیں کرتے ہوں گے۔ اپنے گھر بھی تو واپس آتے ہوں گے“...... صفدر نے کہا تو ڈاکٹر احمد بے اختیار ہنس پڑے۔

”میری لیبارٹری میری رہائش گاہ کے نیچے ہی ہے“...... ڈاکٹر احمد نے ہنستے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ پھر تو آپ سرکاری لیبارٹری میں کام نہیں کر رہے۔ پرائیویٹ لیبارٹری بنائی ہوئی ہے آپ نے“...... صفدر نے چونک کر کہا۔

”نہیں۔ یہ سرکاری لیبارٹری ہے لیکن میں ایسی ریز پر کام کر رہا

ہوں جسے سرکاری طور پر بھی اوپن نہیں کیا جا سکتا“...... ڈاکٹر احمد نے جواب دیتے ہوئے کہا۔ اتنی دیر میں شہاب وہاں آ گیا اور صفدر اور شہاب دونوں باتوں میں مصروف ہو گئے۔ فنکشن سے فارغ ہو کر صفدر اپنے ساتھیوں سمیت واپس اپنے فلیٹ پر آ گیا لیکن اس کے ذہن پر ڈاکٹر احمد کی بات مسلسل کھٹک رہی تھی کہ ڈاکٹر احمد اپنی رہائش گاہ کے نیچے موجود لیبارٹری میں کام کرتے ہیں لیکن کہتے اسے سرکاری لیبارٹری ہیں اور وہ خطرناک ریز پر کام کر رہے ہیں لیکن دوسرے روز تک وہ یہ بات بھول گیا۔ پھر کئی روز کے بعد ایک روز وہ صبح کی نماز، قرآن پاک کی تلاوت اور پھر اپنی مخصوص ورزش سے فارغ ہو کر ناشتے کے انتظار میں بیٹھا ہوا تھا کیونکہ ناشتہ اسی رہائشی پلازہ میں بنے ہوئے ایک ہوٹل سے آتا تھا جبکہ دوپہر اور رات کا کھانا وہ اپنی مرضی سے مختلف ہوٹلوں میں کھاتا تھا۔ ناشتہ ابھی تک نہیں آیا تھا جبکہ اخبار آ گیا تھا۔ اس نے اخبار اٹھایا اور اسے سرسری نظروں سے دیکھنے لگا۔ پھر ایک خبر پر نظر پڑتے ہی صفدر بے اختیار لیکن حقیقتاً اچھل پڑا۔ اس کے چہرے پر افسوس کے ساتھ ساتھ حیرت کے تاثرات نمایاں تھے۔ وہ جلدی جلدی اخبار میں موجود اس خبر کو پڑھنے لگا۔

اخبار میں ڈاکٹر احمد کے بھیانک قتل کی خبر شائع کی گئی تھی اور تفصیل کے مطابق ڈاکٹر احمد کی رہائش گاہ سٹار کالونی میں تھی جس کے نیچے بڑے اور خفیہ تہہ خانوں میں لیبارٹری تھی۔ اس لیبارٹری

کی حفاظت کے لئے بھی خصوصی سائنسی حفاظتی انتظامات کئے گئے تھے۔ ڈاکٹر احمد اکثر ساری ساری رات کام کرتے رہتے تھے۔ ان کے دو اسسٹنٹ تھے جن میں سے ایک اسسٹنٹ رات کو ان کے ساتھ کام کرتا تھا جبکہ دوسرا اسسٹنٹ دن کو کام کرتا تھا۔ کل رات وہ اپنے رات والے اسسٹنٹ کے ساتھ لیبارٹری میں کام کر رہے تھے۔ دوسرے روز صبح کو جب دوسرا اسسٹنٹ آیا تو عقبی کوٹھی میں موجود ملٹری انٹیلی جنس کے چار افراد کی لاشیں پڑی تھیں۔ تمام حفاظتی انتظامات زیرو ہو چکے تھے۔ پھر وہ خفیہ راستے سے لیبارٹری میں گیا تو وہاں ڈاکٹر احمد اور ان کے اسسٹنٹ کی لاشیں موجود تھیں اور پوری لیبارٹری کی مشینری کو وہاں موجود کمپیوٹر سمیت تباہ و برباد کر دیا گیا تھا۔

ڈاکٹر احمد پر تشدد بھی کیا گیا تھا اور لیبارٹری کی دیوار میں موجود ایک خفیہ سیف بھی کھلا ہوا ملا تھا۔ ابھی صفدر یہ خبر پڑھ ہی رہا تھا کہ کال بیل کی آواز سنائی دی تو صفدر نے اخبار واپس رکھا اور اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے ڈور فون سے پہلے معلوم کیا کہ کون ہے۔ جب اسے بتایا گیا کہ اس کے لئے ناشتہ لے کر ویٹر آیا ہے تو اس نے دروازہ کھول دیا اور خود ایک طرف ہٹ گیا۔ ویٹر نے اسے سلام کیا اور پھر ناشتے کی ٹرے اس نے سٹنگ روم کی میز پر رکھ دی اور ایک بار پھر سلام کر کے واپس چلا گیا تو صفدر نے دروازہ لاک کیا اور واپس آ کر کرسی پر بیٹھ گیا۔

ڈاکٹر احمد کی شکل اس کے ذہن میں مسلسل گھوم رہی تھی اور اس کا دل بھی ناشتہ کرنے کو نہیں چاہ رہا تھا لیکن اسے معلوم تھا کہ ناشتہ کرنا ضروری ہے اس لئے بہرحال اس نے ناشتہ کر لیا اور ہاتھ دھو کر اور کلی کر کے وہ دوبارہ آ کر کرسی پر بیٹھ گیا اور اس نے ایک بار پھر اخبار اٹھایا اور ایک بار پھر پوری خبر پڑھنے کے بعد اس نے فیصلہ کیا کہ ڈاکٹر احمد کے قتل کی اس ہولناک واردات کا سراغ خود لگائے گا۔ چنانچہ یہ فیصلہ کرتے ہی وہ اٹھا اور ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ گیا تاکہ لباس تبدیل کر کے وہ ڈاکٹر احمد کی کوٹھی پر جائے۔ اسے یقین تھا کہ وہاں سے اسے آگے بڑھنے کا کوئی نہ کوئی کلیو مل ہی جائے گا۔

سوبرز پالینڈ کے دارالحکومت کارسا کے ایک لگژری فلیٹ میں بیڈ پر سویا ہوا تھا۔ اس کی عادت تھی کہ جب اس کے پاس کوئی کام نہ ہوتا تو وہ دیر تک سویا رہتا تھا۔ وہ پاکیشیا کا مشن مکمل کر کے دو روز پہلے واپس آیا تھا اور فارمولے کی فلاپی اس نے باس تک پہنچا کر تفصیلی رپورٹ بھی دے دی تھی اور اب وہ گوگین ایجنسی جس کا دائرہ کار صرف یورپ تک محدود تھا اور جسے پالینڈ کی دوسرے درجے کی ایجنسی کہا جاتا تھا، سے پالینڈ کی سب سے بڑی اور طاقتور ایجنسی وان کا سپر ایجنٹ بن گیا تھا۔ یہ اس کے لحاظ سے اس کی کارکردگی کا انعام تھا۔

پاکیشیا کا مشن زیادہ مشکل ثابت نہ ہوا تھا۔ سوبرز اپنی نائب اور گرل فرینڈ کرسیا کو ساتھ لے کر پاکیشیا گیا۔ وہاں فائن کلب کے مالک اور جنرل منیجر رینالڈ سے اس کی ملاقات ہوئی۔ رینالڈ

نے اس کے کہنے پر ڈاکٹر احمد کے ایسے ساتھیوں کے بارے میں معلومات حاصل کیں جو اس کے ساتھ کام کرتے تھے تو اسے بتایا گیا کہ ڈاکٹر احمد کے دو اسسٹنٹ ہیں جن میں سے ایک دن کے وقت ان کے ساتھ کام کرتا ہے اور ایک رات کے وقت۔ پھر رات والے اسسٹنٹ کے بارے میں انکوائری کرائی گئی تو پتہ چلا کہ وہ جواء کھیلنے کا عادی ہے اور ان دنوں کسی سینڈیکیٹ کا مقروض ہے اور خاصا پریشان رہتا ہے اور ویسے بھی وہ غیر شادی شدہ ہے اور کسی دور دراز دیہات سے اس کا تعلق ہے۔

چنانچہ سوبرز نے اس اسسٹنٹ جس کا نام راشد اقبال تھا، کو گھیرنے کا فیصلہ کر لیا اور پھر رینالڈ کی مدد سے اسے گھیر لیا گیا۔ راشد اقبال کو جب اتنا بھاری معاوضہ دینے کا کہا گیا جس کا شاید وہ تصور بھی نہ کر سکتا تھا تو وہ سوبرز کو وہاں ساتھ لے جانے پر آمادہ ہو گیا جس کے بعد اسے آدھی رقم ادا کر دی گئی جس سے اسے حوصلہ ہو گیا۔ پھر سوبرز نے اس سے ساری معلومات حاصل کر کے خفیہ مارکیٹ سے وہاں کے حفاظتی انتظامات کو زیرو کرنے والے آلات خریدے۔ پھر ایک آلہ اس نے راشد اقبال کو دے دیا کہ اس سے وہ عقبی کوٹھی کے حفاظتی انتظامات کو زیرو کر دے گا اور پھر بے ہوش کر دینے والی گیس فائر کر کے ملٹری انٹیلی جنس کے افراد کو بے ہوش کر دے گا جس کے بعد سوبرز اور اس کی نائب کرسیا اس خفیہ راستے سے لیبارٹری پہنچیں گے اور وہاں بھی حفاظتی انتظامات

زیرو کر کے وہ ڈاکٹر احمد کو بے ہوش کر کے وہاں سے فارمولا حاصل کر لیں گے اور پھر واپس نکل آئیں گے۔

اس کے بعد وہ سب فائن کلب آئیں گے جہاں راشد اقبال کو بقیہ معاوضہ دے کر فارغ کر دیا جائے گا اور پھر اس پلاننگ کے تحت سارا کام ہوا لیکن فارمولے کی فلاپی حاصل کرنے کے بعد سوبرز نے نہ صرف ڈاکٹر احمد بلکہ اس کے اسسٹنٹ راشد اقبال کو بھی ہلاک کر دیا اور پھر لیبارٹری کی تمام مشینری کو فائرنگ کے ذریعے تباہ کر کے وہ خفیہ راستے سے واپس عقبی کوٹھی میں پہنچ گئے۔ وہاں بے ہوش پڑے چار افراد کو اس انداز میں گولیاں ماری گئیں کہ فائرنگ کی آوازیں کوٹھی سے باہر نہ سنائی دیں اور پھر وہ اور کرسیا خاموشی سے باہر آ گئے۔ وہاں سے وہ سیدھے فائن کلب پہنچے۔

رینالڈ نے فوری طور پر انہیں ایک طیارہ چارٹرڈ کرا کر کافرستان بھجوا دیا جہاں سے وہ ایک اور فلائٹ کے ذریعے پالینڈ پہنچ گئے تھے۔ اس طرح یہ مشن آسانی سے نمٹ گیا تھا اور اس مشن کی کامیابی کی وجہ سے اسے سپر ایجنٹ بنا دیا گیا تھا جبکہ اس کے کہنے پر کرسیا کو بھی اس کے سیکشن میں رکھوا دیا گیا تھا لیکن وہ بہرحال سپر ایجنٹ نہ تھی۔ ابھی سوبرز سویا ہوا تھا کہ پاس پڑے ہوئے فون کی گھنٹی بج اٹھی اور پھر جیسے ہی گھنٹی کی آواز بلند ہوئی سوبرز کی نیند ختم ہو گئی اور وہ ایک جھٹکے سے اٹھ بیٹھا اور اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور

اٹھا لیا۔

''یس۔ سوبرز بول رہا ہوں''...... سوبرز نے ایسے لہجے میں کہا جیسے وہ ابھی تک پوری طرح نیند سے نہ جاگا ہو۔

''کرسیا بول رہی ہوں''...... دوسری طرف سے کرسیا کی آواز سنائی دی۔

''ارے کیوں صبح صبح اٹھا دیا۔ تمہیں معلوم تو ہے کہ پچھلی رات کلب سے واپس آئے تھے''...... سوبرز نے مصنوعی غصیلے لہجے میں کہا۔

''دوپہر ہونے والی ہے اور تم اسے صبح صبح کہہ رہے ہو۔ چیف نے تمہیں کال کیا ہے۔ میں آفس میں ہی ہوں۔ جلدی آؤ''۔ کرسیا نے کہا۔

''چیف نے تمہیں کال کیا ہوگا۔ مجھے کال کرتا تو وہ مجھے فون کرتا''...... سوبرز نے کہا۔

''چیف کو جب میرے آفس آنے کی اطلاع دی گئی تو انہوں نے خود فون کرنے کی بجائے مجھے حکم دیا اور کیا اس میں کوئی حرج ہوگیا ہے''...... کرسیا نے قدرے غصیلے لہجے میں کہا۔

''ہاں۔ بہت بڑا حرج۔ چیف کی بات تو میں شاید مانتا یا نہ مانتا لیکن اب تمہاری بات تو ماننا ہی پڑے گی''...... سوبرز نے جواب دیا تو دوسری طرف سے کرسیا بے اختیار کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

''جلدی پہنچو''...... کرسیا نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم

ہوگیا تو سوبرز نے رسیور رکھ دیا اور پھر وہ اٹھ کر واش روم کی طرف بڑھ گیا۔ واش روم سے فارغ ہو کر اس نے غسل کیا۔ شیو بنائی اور پھر ڈریسنگ روم میں پہنچ کر اس نے سوٹ پہنا اور تیار ہو کر ہیڈکوارٹر کی طرف روانہ ہوگیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ہیڈکوارٹر پہنچ گیا اور پھر کرسیا کو ساتھ لے کر وہ چیف کے آفس پہنچ گیا۔ پہلے وہ چونکہ وان کا ممبر نہ تھا اس لئے بڑے لمبے چوڑے احتیاطی اقدامات کے بعد اس سے ملاقات انڈسٹریل ایریا کی ایک انڈسٹری میں کی گئی تھی لیکن اب چونکہ وہ وان کا سپر ایجنٹ تھا اس لئے اب وہ براہ راست ہیڈکوارٹر آ کر چیف سے مل سکتا تھا۔

''بیٹھو''...... چیف نے ان دونوں کو بیٹھنے کا کہا تو وہ دونوں میز کی دوسری طرف موجود کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

''تم جو فلاپی پاکیشیا سے لائے ہو وہ ادھوری ہے۔ اس کی مدد سے ہم ریز تیار نہیں کر سکتے''...... چیف نے آگے جھکتے ہوئے کہا۔

''ادھوری ہے۔ کیا مطلب۔ وہاں یہی فلاپی تھی اور آپ کے مطابق اس پر ہیڈنگ بھی فارمولا یعنی اے ڈبلیو آر لکھا ہوا تھا''۔ سوبرز نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''تمہاری بات درست ہے لیکن اس فلاپی میں مکمل فارمولا نہیں ہے آدھا ہے۔ دوسرا آدھا۔ اس کا مطلب ہے کہ ڈاکٹر احمد نے ہوشیاری سے کام لیا تھا۔ اس نے فارمولے کو دو فلاپیوں میں رکھا ہوا تھا اور دوسری فلاپی اس نے لیبارٹری میں رکھی ہوئی تھی اور وہ

اسے تجربات میں زیادہ کام دیتی تھی اور پہلی فلاپی اس نے یا تو کسی بینک کے لاکر میں رکھی ہو گی یا اپنی کوٹھی کے کسی خفیہ سیف میں''۔ چیف نے کہا۔

''تو اب وہ پہلی فلاپی لانی ہے''...... سوبرز نے کہا۔

''ہاں۔ اس کے بغیر سارا مشن ہی ضائع ہو جاتا ہے''...... چیف نے کہا۔

''لیکن چیف۔ ادھوری فلاپی سے وہ بھی تو ریز تیار نہ کر سکیں گے''...... کرسیا نے کہا۔

''ہاں۔ لیکن مسئلہ ہمارا ہے۔ ہمیں اپنی طویل ساحلی پٹی کی زیر سمندر چٹانیں توڑنی ہیں۔ ان کے ساتھ جو بھی ہو''...... چیف نے کہا۔

''لیکن چیف۔ ابھی تو ڈاکٹر احمد کی موت اور ملٹری انٹیلی جنس کے چار افراد کی ہلاکت کی انکوائری ہو رہی ہو گی اس لئے تو رینالڈ نے ہمیں فوری طور پر کافرستان بھجوا دیا تھا کیونکہ اس کا کہنا تھا کہ یہاں کی ملٹری انٹیلی جنس تیزی سے کام کرتی ہے اس لئے کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ ہم دس پندرہ روز ٹھہر جائیں۔ تب تک وہ تھک کر خاموش ہو چکے ہوں گے''...... سوبرز نے کہا۔

''لیکن یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ وہ پہلی فلاپی کو قبضے میں کر کے کہیں اور پہنچا دیں تو سارا مشن ہی بے کار ہو جائے گا''...... چیف نے کہا۔

''چیف۔ وہ بھی تو آدھے فارمولے سے ریز تیار نہ کر سکیں گے اور ہم بھی۔ ہمیں تو بہرحال معلوم ہے کہ دو فلاپیاں ہیں لیکن ہو سکتا ہے وہ یہی سمجھیں کہ فارمولا ہم لے گئے ہیں۔ پہلی فلاپی کا انہیں علم ہی نہ ہو سکے''...... سوبرز نے کہا۔

''چیف۔ میرا خیال ہے کہ ہمیں ڈاکٹر احمد کے دوسرے اسسٹنٹ کو بھی فوری طور پر ہلاک کرانا ہو گا کیونکہ اسے معلوم ہو سکتا ہے کہ فارمولا دو حصوں میں تقسیم کر کے رکھا گیا ہے۔ دوسرا اسسٹنٹ جسے معلوم ہو سکتا ہے وہ تو ڈاکٹر احمد کے ساتھ مارا جا چکا ہے''...... کرسیا نے کہا تو سوبرز اور چیف دونوں اس کی بات سن کر بے اختیار چونک پڑے۔

''اوہ۔ اوہ۔ ہاں۔ یہ بے حد اہم بات ہے لیکن یہ کیسے ہو گا''...... چیف نے کہا۔

''رینالڈ ایسا کر لے گا کیونکہ ہم نے پہلے اس زندہ بچ جانے والے اسسٹنٹ کو اپنے ساتھ ملانے کا سوچا تھا لیکن جب معلوم ہوا کہ وہ نہ جواء کھیلتا ہے نہ کسی کلب میں جاتا ہے اور وہ محب وطن آدمی ہے تو ہم نے اسے چھوڑ کر دوسرے اسسٹنٹ کو ساتھ ملا لیا اس لئے رینالڈ اس پہلے اسسٹنٹ کے بارے میں سب جانتا ہے''...... سوبرز نے جواب دیا۔

''اس اسسٹنٹ سے یہ بھی معلوم ہو سکتا ہے کہ دوسری فلاپی کہاں ہے''...... کرسیا نے کہا تو چیف نے اثبات میں سر ہلاتے

ہوئے رسیور اٹھایا اور یکے بعد دیگرے دو نمبر پریس کر دیئے۔

''یس چیف''...... دوسری طرف سے مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

''پاکیشیا کے دارالحکومت میں فائن کلب کا مالک اور جنرل منیجر رینالڈ ہے۔ رینالڈ سے میری بات کراؤ''...... چیف نے تحکمانہ لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی رسیور رکھ دیا۔ تھوڑی دیر بعد فون کی گھنٹی بج اٹھی تو اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا اور اس کے ساتھ ہی اس نے لاؤڈر کا بٹن بھی پریس کر دیا۔

''یس''...... لاؤڈر کا بٹن پریس کر کے چیف نے رسیور کان سے لگاتے ہوئے کہا۔

''فائن کلب کے رینالڈ صاحب لائن پر ہیں''...... دوسری طرف سے مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا۔

''ہیلو''...... چیف نے کہا۔

''یس سر۔ رینالڈ بول رہا ہوں سر۔ پاکیشیا سے''...... دوسری طرف سے ایک اور مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

''مسٹر رینالڈ۔ آپ نے سوبرز اور کرسیا کے ساتھ بے حد تعاون کیا ہے۔ سوبرز نے اپنی رپورٹ میں آپ کی بے حد تعریف کی ہے اس لئے میں نے آپ کا معاوضہ ڈبل کرنے کے احکامات جاری کر دیئے ہیں جو معاوضہ آپ کو ملا ہے اتنا ہی معاوضہ مزید فوری طور پر آپ کو بھجوایا جا رہا ہے اور آئندہ ہر کام کا معاوضہ ڈبل ہو گا''...... چیف نے کہا۔

''تھینک یو سر۔ میں آپ کی اور جناب سوبرز صاحب کی قدر شناسی کا معترف ہوں جناب۔ آئندہ بھی آپ کا ہمیشہ تابعدار رہوں گا''...... دوسری طرف سے رینالڈ کی مسرت بھری آواز سنائی دی۔

''مسٹر رینالڈ۔ ہمارے پاس جو فارمولا پہنچا ہے وہ ادھورا ہے۔ آدھا فارمولا اس ڈاکٹر احمد نے علیحدہ کہیں چھپایا ہوا ہے جس کا علم اب صرف ڈاکٹر احمد کے اس اسسٹنٹ کو ہو سکتا ہے جو دن کے وقت ان کے ساتھ کام کرتا تھا جبکہ دوسرا اسسٹنٹ ڈاکٹر احمد کے ساتھ ہی مارا گیا ہے۔ آپ اس بچ جانے والے اسسٹنٹ کو کور کر کے اس سے معلوم کریں کہ آدھا فارمولا ڈاکٹر احمد نے کہاں رکھا ہوا ہے۔ پھر اس اسسٹنٹ کو ہلاک کر دیں کیونکہ اگر وہ ملٹری انٹیلی جنس کے ہاتھ چڑھ گیا تو پھر وہ انہیں باقی آدھے فارمولے کے بارے میں بتا دے گا اس طرح وہ آدھا فارمولا ان کے قبضے میں چلا جائے گا۔ ہم نے بہرحال وہ آدھا فارمولا حاصل کرنا ہے۔ کیا آپ میرا مطلب سمجھ گئے ہیں''...... چیف نے کہا۔

''یس چیف۔ میں بخوبی سمجھ گیا ہوں اور آپ کے احکامات کی تعمیل ہو گی''...... رینالڈ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''او کے۔ آپ کے فون کا ہمیں انتظار رہے گا اور آپ کا فون آتے ہی آپ کا معاوضہ ڈبل آپ کو بھجوا دیا جائے گا''...... چیف نے کہا۔

’’یس سر۔ میں آج سے آپ کا کام شروع کر دیتا ہوں اور مجھے امید ہے کہ میں دو تین روز کے اندر آپ کو کامیابی کی خبر دوں گا‘‘...... رینالڈ نے جواب دیا تو چیف نے اوکے کہہ کر رسیور رکھ دیا۔

’’اب اس رینالڈ کی کال آنے کے بعد تم وہاں جانا۔ اس دوران وہاں حالات بھی نارمل ہو چکے ہوں گے اور معلومات بھی مل جائیں گی‘‘...... چیف نے کہا۔

’’یس باس۔ اب ہمیں اجازت‘‘...... سوبرز نے اٹھتے ہوئے کہا تو کرسیا بھی اٹھ کر کھڑی ہو گئی اور پھر چیف کے اثبات میں سر ہلانے پر وہ دونوں مڑے اور کمرے سے باہر آ گئے۔

عمران اپنے فلیٹ میں ناشتے کے بعد لوکل اخبارات پڑھ رہا تھا۔ اس کی عادت تھی کہ وہ پہلے لوکل اخبارات دیکھتا تھا اور پھر غیر ملکی اخبارات جو باقاعدگی سے اس کے پاس پہنچتے تھے، تفصیل سے پڑھتا تھا۔ لوکل اخبارات وہ اس لئے سرسری انداز میں دیکھتا تھا کہ اس کے نقطہ نظر سے لوکل اخبارات صرف سنسنی خیز خبریں خوب مرچ مصالحہ سمیت شائع کرتے تھے۔ ان میں وہ گہرائی نہیں ہوتی تھی جو غیر ملکی اخبارات کا خاصہ تھی لیکن ایک اخبار اٹھاتے ہی وہ بے اختیار چونک پڑا کیونکہ ایک چیختی چنگھاڑتی سرخی اس کے سامنے تھی جس میں کسی بڑے سائنس دان کے قتل، لیبارٹری کی تباہی اور ملٹری انٹیلی جنس کے چار اراکین کے قتل کی خبر دی گئی تھی۔ عمران نے تیزی سے اس خبر کو پڑھنا شروع کر دیا۔ سائنس دان کا نام ڈاکٹر احمد لکھا گیا تھا جبکہ لیبارٹری کے بارے میں لکھا گیا تھا کہ وہ ان

کی رہائشی کوٹھی کے نیچے تہہ خانے میں بنی ہوئی تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ اور بھی تفصیل تھی۔

''ڈاکٹر احمد۔ یہ کون صاحب ہیں۔ نام تو یاد نہیں آ رہا''۔ عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے اخبار کو واپس میز پر رکھا اور سائیڈ تپائی پر پڑے ہوئے فون کا رسیور اٹھایا اور تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

''داور بول رہا ہوں''...... رابطہ ہوتے ہی دوسری طرف سے سرداور کی آواز سنائی دی۔ چونکہ یہ ان کا براہ راست نمبر تھا اس لئے انہوں نے خود ہی براہ راست اسے اٹنڈ کیا تھا۔

''علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) ان فلیٹ سوپر فیاض قابض خود بول رہا ہوں''...... عمران نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔

''کیا۔ کیا کہہ رہے ہو۔ سوپر فیاض کے فلیٹ پر تم قابض ہو۔ کیا مطلب ہوا اس بات کا''...... سرداور باقی سب باتیں بھول کر اس چکر میں الجھ گئے۔

''فلیٹ سوپر فیاض کی ملکیت ہے جس پر قبضہ مخالفانہ میرا ہے''...... عمران نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

''قبضہ مخالفانہ۔ وہ کیا ہوتا ہے۔ جائز قبضہ، ناجائز قبضہ تو سنا ہوا ہے لیکن قبضہ مخالفانہ کیا ہوتا ہے۔ یہ کیا کوئی نئی اصطلاح ہے''۔ سرداور نے اور زیادہ الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

''یہ ایک قانونی اصطلاح ہے کہ اگر کوئی کسی دوسرے کی ملکیت پر دن دیہاڑے کھلے عام قابض ہو جائے اور طویل عرصے تک وہ اس قبضے کے خلاف کوئی عدالتی کارروائی نہ کرے یا کوئی نوٹس نہ دے تو اسے قبضہ مخالفانہ کہا جاتا ہے اور طویل عرصے بعد قبضہ مخالفانہ رکھنے والا مالک بن جاتا ہے لیکن اب یہ قانون بدل دیا گیا ہے کیونکہ یہ قانون اسلام کے اصولوں اور قوانین کے خلاف ہے۔ اسلام میں اس طرح کے قبضہ مخالفانہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ جو مالک ہے وہ مالک ہے چاہے کتنا طویل عرصہ جائیداد دوسرے کے قبضہ میں رہے۔ بہرحال میں اس وقت قبضہ مخالفانہ کی حیثیت میں فلیٹ پر قابض ہوں''...... عمران نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

''تم جو ڈگریاں بتاتے رہتے ہو اس میں قانون کی ڈگری تو نہیں ہے۔ پھر تمہیں اس قدر پیچیدہ قانونی اصطلاح کا کیسے علم ہو جاتا ہے''...... سرداور نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''ضروری نہیں سرداور کہ کسی علم کی صرف ڈگریاں ہی لی جائیں۔ مطالعہ انسان کو بہت باخبر بنا دیتا ہے''...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''تمہاری بات درست ہے لیکن کیسے فون کیا ہے۔ کوئی خاص بات''...... سرداور نے کہا۔

''یہ آج کے اخبار میں ڈاکٹر احمد کے قتل کی خبر شائع ہوئی ہے۔

یہ کون صاحب تھے‘‘...... عمران نے کہا۔

’’ہاں۔ یہ ہولناک واردات ہوئی ہے۔ ڈاکٹر احمد بہت باصلاحیت سائنس دان تھے۔ ساری عمر انہوں نے کرانس کی لیبارٹری میں کام کیا لیکن جب ان کی اکلوتی بیٹی بڑی ہو گئی تو وہاں کی آزاد معاشرت کی وجہ سے انہیں فیملی سمیت واپس یہاں آنا پڑا۔ یہاں انہوں نے سٹار کالونی میں دو کوٹھیاں خرید لیں۔ وہ ریز پر کام کرتے تھے۔ تمہیں معلوم ہے کہ سمندروں میں ساحلوں کے قریب سمندر کے اندر اکثر ایسی مضبوط چٹانیں ہوتی ہیں جن کو ایٹم بم سے بھی نہیں توڑا جا سکتا۔ ان چٹانوں کو ونائن کہا جاتا ہے۔ ہمارے ملک کے ساحل کا ایک بڑا حصہ انہی ونائن چٹانوں کی کثرت کی وجہ سے بطور بندرگاہ استعمال نہیں ہو سکتا۔ اس طرح دوسرے ملکوں کی بھی یہی پوزیشن ہے۔ ڈاکٹر احمد ایسی ریز پر کام کر رہے تھے جو ان مضبوط ترین چٹانوں کو آسانی سے ریزہ ریزہ کر سکتی ہیں اور انہوں نے اینٹی ونائن ریز ایجاد کر لیں اور اسے انہوں نے اے ڈبلیو ریز کا نام دیا۔ انہوں نے یہ فارمولا حکومت کو پیش کیا تو اس خیال کے تحت انہیں اجازت دے دی گئی کہ ایسی ریز کی ایجاد کے بعد پاکیشیا کے طویل ساحل کو ان ونائن چٹانوں سے فارغ کرا کر ڈیپ سی بندرگاہیں قائم کی جا سکتی ہیں جن کی وجہ سے پاکیشیا معاشی ترقی میں بہت آگے جا سکتا ہے۔ چونکہ اس کے لئے کسی باقاعدہ لیبارٹری کی ضرورت نہ تھی اس لئے سرکاری طور پر انہیں اپنی کوٹھی

کے نیچے بنے ہوئے تہہ خانوں میں لیبارٹری بنانے کی اجازت دے دی گئی۔ چند ماہ پہلے ڈاکٹر احمد کو دھمکیاں دی گئیں تو انہوں نے حکومت کو آگاہ کیا جس پر ملٹری انٹیلی جنس کو ان کی اور لیبارٹری کی حفاظت کا ٹاسک دے دیا گیا تھا۔ اس لیبارٹری کا راستہ ساتھ والی کوٹھی سے جاتا تھا۔ وہاں ملٹری انٹیلی جنس کے چار مسلح افراد ہر وقت موجود رہتے تھے۔ پھر مجھے اطلاع ملی کہ ڈاکٹر احمد ریز تیار کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں اور لیبارٹری میں اس اے ڈبلیو ریز کا ونائن چٹانوں پر تجربہ سو فیصد کامیاب رہا ہے۔ لیکن ابھی اسے عملی طور پر استعمال نہیں کیا جا سکتا تھا کیونکہ اس کی طاقت اور رینج کا بڑھایا جانا ضروری تھا اور ڈاکٹر احمد اس کام میں مصروف تھے کہ یہ واردات ہو گئی‘‘...... سرداور نے مسلسل بولتے ہوئے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

’’پہلے انہیں دھمکیاں دی گئیں۔ کس نے دی تھیں دھمکیاں‘‘۔ عمران نے پوچھا۔

’’نامعلوم افراد نے فون پر دھمکیاں دی تھیں۔ مزید معلوم نہیں ہو سکا کیونکہ ڈاکٹر احمد اپنے کام میں مصروف رہتے تھے۔ وہ ایسی باتوں پر توجہ ہی نہیں کرتے تھے‘‘...... سرداور نے کہا۔

’’لیکن سرداور۔ جس فارمولے پر وہ کام کر رہے تھے، میرا مطلب ہے ونائن چٹانوں کو توڑنے والی ریز کا فارمولا تو اس کی کوئی بڑی حیثیت تو نہیں ہو سکتی۔ کسی کو اس سے کیا دلچسپی ہو سکتی

ہے کہ ونائٹ چٹانیں جو سمندر کے اندر ہوتی ہیں وہ ٹوٹتی ہیں یا نہیں''...... عمران نے کہا۔

''نہیں۔ یہ ایک انقلابی فارمولا ہے۔ پوری دنیا میں بے شمار ممالک انہی ونائٹ چٹانوں کی وجہ سے اپنے ساحلوں کے ساتھ بندرگاہیں نہیں بنا سکتے۔ اگر آج ہم اعلان کر دیں کہ ایسی ریز بنا لی گئی ہیں جو ونائٹ چٹانوں کو ریزہ ریزہ کر سکتی ہیں تو سپر پاورز سے لے کر چھوٹے بڑے بے شمار ممالک اس کے لئے ہمیں بھاری قیمت ادا کرنے پر تیار ہو جائیں گے کیونکہ نئی بندرگاہوں کی تعمیر سے پوری دنیا میں اقتصادی ترقی انتہائی تیز رفتار ہو جائے گی جس کے نتیجے میں غریب ملک بھی امیر اور امیر ترین بن سکتے ہیں۔ پہلے سے امیر ملک تو ظاہر ہے ناقابل تصور ترقی کر سکتے ہیں''...... سرداور نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ میں آپ کی بات سمجھ گیا ہوں۔ بظاہر تو یہ عام سی بات نظر آتی ہے لیکن گہرائی میں دیکھا جائے تو یہ ایک عظیم انقلابی ایجاد ہے لیکن اس کا فارمولا تو موجود ہو گا''...... عمران نے کہا۔

''نہیں۔ میرا خیال ہے کہ فارمولا مجرم لے گئے ہیں کیونکہ لیبارٹری میں موجود خفیہ سیف کھلا ہوا تھا اور کمپیوٹر سمیت وہاں موجود تمام مشینری کو تباہ کر دیا گیا ہے لیکن ابھی یہ بات حتمی نہیں ہے کیونکہ کہا جاتا ہے کہ ڈاکٹر احمد اپنی ریسرچ کو کمپیوٹر میں محفوظ

رکھتے ہیں۔ اب یہ معلوم نہیں کہ یہ ڈیٹا کمپیوٹر کے اندر موجود تھا یا باہر کسی فلاپی میں''...... سرداور نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''لیکن آپ نے اس بارے میں مجھے خود کیوں اطلاع نہیں دی۔ یہ تو میں نے اخبار میں پڑھا تو آپ سے رابطہ کیا''...... عمران نے کہا۔

''یہ تمہاری یا تمہارے چیف کی ڈیوٹی میں تو شامل نہیں ہے۔ یہ تو ملٹری انٹیلی جنس کی ڈیوٹی ہے اور ملٹری انٹیلی جنس اس پر کام کر رہی ہے۔ دوسری بات یہ کہ یہ فارمولا ملکی سلامتی کا فارمولا تو نہیں ہے کہ تمہیں تکلیف دی جاتی''...... سرداور نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''آپ کی بات درست ہے سرداور۔ لیکن میرا خیال ہے کہ یہ فارمولا ملکی سلامتی کا نہیں تو ملکی خوشحالی کا ضرور ہے اس لئے میرا اندازہ ہے کہ شاید چیف اس میں دلچسپی لیں''...... عمران نے کہا۔

''یہ چیف کی مہربانی ہو گی ورنہ ظاہر ہے ہم اس معاملے میں تو درخواست بھی نہیں کر سکتے کیونکہ بظاہر یہ ایک عام سا فارمولا ہے اور ایسے فارمولے تو دنیا کے ہر ملک میں بنتے رہتے ہیں۔ اللہ حافظ''...... دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو عمران نے رسیور رکھا اور پھر میز پر موجود سیل فون کو اٹھا کر اس نے اسے آن کیا اور پھر مطلوبہ ونڈو پر پہنچ کر اس نے ٹائیگر کا

نمبر پریس کر دیا۔ دوسری طرف سے گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دیتی رہی اور پھر رابطہ ہو گیا۔

"یس باس۔ ٹائیگر بول رہا ہوں"...... ٹائیگر نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"تم اس وقت کہاں موجود ہو"...... عمران نے پوچھا۔

"ابھی تو کمرے میں ہی ہوں باس"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"سٹار کالونی میں ایک سائنس دان ڈاکٹر احمد کی رہائش گاہ ہے۔ انہوں نے اپنی رہائش گاہ کے نیچے بنے ہوئے تہہ خانوں میں لیبارٹری قائم کر رکھی تھی۔ آج کے اخبار کی خبر کے مطابق کل رات انہیں ہلاک کر دیا گیا ہے۔ ان کی رہائشی کوٹھی کی عقبی کوٹھی سے راستہ لیبارٹری کو جاتا تھا۔ وہاں ملٹری انٹیلی جنس کا پہرہ تھا۔ وہاں موجود چار مسلح افراد کو بھی ہلاک کر دیا گیا ہے۔ وہ ساحلی چٹانوں ونائن کو توڑنے کے لئے مخصوص ریز پر کام کر رہے تھے۔ بتایا گیا ہے کہ ان کی لیبارٹری میں موجود سیف بھی کھلا ہوا ہے۔ سرداور کے بقول ڈاکٹر احمد اپنی ریسرچ کو کمپیوٹر میں محفوظ رکھنے کے عادی تھے۔ یہ معلوم نہیں کہ ریسرچ کمپیوٹر کے اندر موجود تھی یا علیحدہ کمپیوٹر ڈسک بھی تھی۔ تم نے اس فارمولے کے بارے میں یہ معلوم کرنا ہے کہ وہ قاتلوں کے ہاتھ لگا ہے یا نہیں"...... عمران نے کہا۔

"یس باس۔ میں سیدھا وہاں چلا جاتا ہوں"...... ٹائیگر نے کہا

تو عمران نے اوکے کہہ کر بٹن آف کر دیا اور پھر سیل فون کو واپس میز پر رکھ دیا۔ اس کے خیال کے مطابق فوری طور پر وہ یہی کر سکتا تھا۔ ویسے بھی ڈاکٹر احمد کے فارمولے کی چوری سے واقعی پاکیشیا کی سلامتی کو کوئی خطرہ نہیں تھا اس لئے اس نے خود اس معاملے میں دلچسپی لینے کی بجائے یہ کام ٹائیگر کے ذمے لگا دیا تھا۔

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

سیاہ رنگ کی کار خاصی تیز رفتاری سے دارالحکومت کے شمال مغرب کو جانے والی سڑک پر دوڑتی ہوئی آگے بڑھی چلی جا رہی تھی۔ ڈرائیونگ سیٹ پر ایک لمبے قد اور ورزشی جسم کا آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے ڈارک براؤن رنگ کا سوٹ پہنا ہوا تھا۔ یہ ملٹری انٹیلی جنس کا کیپٹن احسان تھا۔ ڈاکٹر احمد کے کیس کی انکوائری کیپٹن احسان کے سپرد کی گئی تھی۔ کیپٹن احسان ابھی حال ہی میں عام فوج سے ملٹری انٹیلی جنس میں شامل کیا گیا تھا لیکن اس نے اس سلسلے میں باقاعدہ ٹریننگ لی تھی اور وہ چونکہ خاصا ہوشیار، مستعد اور ذہین آدمی تھا اس لئے ملٹری انٹیلی جنس کا چیف کرنل شہباز اسے پسند کرنے لگا تھا۔

کیپٹن احسان نے کئی معاملات میں خاصا نمایاں کام کیا تھا اور شاید یہی وجہ تھی کہ ملٹری انٹیلی جنس کے چیف نے ڈاکٹر احمد کا کیس

بھی اس کے ذمے لگایا تھا۔ کیپٹن احسان کا ملٹری انٹیلی جنس میں پورا سیکشن تھا لیکن وہ عام طور پر اکیلا ہی کام کرتا تھا۔ البتہ جہاں اسے ضرورت پڑتی تھی تو وہ اپنے سیکشن کے افراد کو بھی شریک کر لیا کرتا تھا۔ اس وقت وہ نواحی گاؤں خیر پور جا رہا تھا کیونکہ ڈاکٹر احمد کے ساتھ دو اسسٹنٹ کام کرتے تھے جن میں سے ایک رات کو ان کے ساتھ کام کرتا تھا اور ایک دن کو۔ رات کو کام کرنے والے اسسٹنٹ کی لاش لیبارٹری سے ملی تھی جبکہ صبح کو کام کرنے والا اسسٹنٹ جس نے اس ساری تباہی کو ٹریس کیا تھا، کا نام آصف تھا۔

آصف سے ابتدائی پوچھ گچھ کرنے کے بعد اسے جانے کی اجازت دے دی گئی تھی لیکن پھر یہ کیس کیپٹن احسان کو دے دیا گیا اور کیپٹن احسان نے آصف سے نئے سرے سے پوچھ گچھ کرنے کا فیصلہ کیا اور اس کے دیئے ہوئے ایڈریس پر آدمی بھیج کر اسے اپنے ہیڈکوارٹر کال کیا لیکن اسے بتایا گیا کہ آصف اپنے آبائی گاؤں خیر پور چلا گیا ہے۔ وہ چونکہ سرکاری طور پر ملازم تھا اس لئے اس نے وزارت سائنس سے طویل رخصت لے لی تھی۔ چنانچہ کیپٹن احسان نے خود اس کے گاؤں جا کر اس سے ملاقات کرنے کا فیصلہ کیا اور اس وقت اس کی کار خاصی تیز رفتاری سے خیر پور کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی اور پھر تقریباً ایک گھنٹے کی مسلسل اور تیز ڈرائیونگ کے بعد کیپٹن احسان خیر پور گاؤں کی حدود میں داخل ہوا

تو اسے گاؤں میں غیر ضروری سی ہلچل محسوس ہوئی۔ لوگ تیز تیز قدم اٹھاتے ایک طرف جا رہے تھے۔ اسے بتایا گیا تھا کہ اسسٹنٹ آصف کا گھر گاؤں کے نمبردار کے ڈیرے کے قریب ہے۔ چنانچہ اس نے ایک آدمی کے قریب کار روکی اور اس آدمی سے نمبردار کے ڈیرے کے بارے میں پوچھا۔

”جناب۔ ہم سب بھی وہیں جا رہے ہیں۔ وہاں ہمارا ایک آدمی آج قتل ہو گیا ہے۔ وہاں پولیس آئی ہوئی ہے اور پولیس نے سارے گاؤں کے لوگوں کو وہاں بلایا ہے“...... اس آدمی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”کون قتل ہوا ہے“...... کیپٹن احسان نے پوچھا۔

”جناب۔ ہمارے گاؤں کا ایک آدمی آصف۔ وہ شہر میں کام کرتا تھا۔ اب چھٹی پر آیا ہوا تھا۔ آج صبح دو آدمی آ کر اس سے ملے اور اسے اپنے ساتھ لے گئے۔ پھر اس کی لاش درختوں کے ایک جھنڈ سے ملی ہے“...... اس آدمی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ میں بھی اسی سے ملنے آیا تھا۔ آپ میرے ساتھ کار میں بیٹھ جائیں اور مجھے نمبردار کے ڈیرے تک کا راستہ بتا دیں“...... کیپٹن احسان نے کہا۔

”میں آپ کو زبانی بتا دیتا ہوں۔ یہاں قریب ہی ہے“...... اس آدمی نے کار میں ساتھ بیٹھنے سے گریز کرتے ہوئے کہا اور پھر زبانی طور پر اس نے نمبردار کے ڈیرے کے بارے میں بتا دیا تو

کیپٹن احسان نے کار آگے بڑھا دی اور پھر دوبارہ موڑ مڑنے کے بعد وہ ایک خاصے بڑے دیہاتی ڈیرے کے سامنے پہنچ گیا۔ ڈیرے کا بڑا پھاٹک کھلا ہوا تھا۔ اندر خاصے لوگ موجود تھے اور کئی آ جا رہے تھے۔ پولیس کی ایک گاڑی بھی باہر کھڑی تھی۔ کیپٹن احسن نے کار روکی اور پھر نیچے اتر کر وہ ڈیرے کے اندر داخل ہو گیا۔

”نمبردار کون ہیں۔ میں نے ان سے ملنا ہے“...... کیپٹن احسان نے ایک دیہاتی سے پوچھا۔

”آئیں جناب۔ وہ اندر کمرے میں ہیں۔ تھانیدار صاحب آئے ہوئے ہیں۔ قتل کے کیس کی تفتیش ہو رہی ہے“...... اس آدمی نے کہا اور پھر وہ کیپٹن احسان کی رہنمائی کرتا ہوا اسے ایک بڑے کمرے میں لے آیا۔ یہاں باوردی دو پولیس آفیسران بھی موجود تھے۔ ایک ادھیڑ عمر آدمی ان کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا جبکہ پانچ چھ افراد بھی وہیں کرسیوں پر موجود تھے۔

”یہ ہیں جناب نمبردار امیر حسین صاحب“...... کیپٹن احسان کو لے آنے والے آدمی نے اس ادھیڑ عمر آدمی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تو وہ ادھیڑ عمر آدمی اٹھ کھڑا ہوا۔

”میں ہوں یہاں کا نمبردار امیر حسین۔ آپ کون ہیں“۔ نمبردار نے کہا۔

”میں شہر سے آیا ہوں۔ میرا نام کیپٹن احسان ہے اور میرا تعلق

ملٹری انٹیلی جنس سے ہے“...... کیپٹن احسان نے کہا تو دونوں پولیس آفیسران اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔

”تشریف رکھیں جناب۔ یہاں آج صبح ایک قتل ہو گیا ہے۔ اس سلسلے میں تفتیش ہو رہی تھی۔ میں متعلقہ تھانے کا ایس ایچ او محمد ظریف ہوں“...... ایک باوردی پولیس آفیسر نے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

”کون قتل ہوا ہے“...... کیپٹن احسان نے ایک خالی کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

”ایک آدمی آصف قتل ہوا ہے جناب“...... نمبردار نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”یہ وہی آصف تو نہیں جو آپ کے ڈیرے کے قریب ہی رہتا تھا اور شہر میں ایک لیبارٹری میں اسسٹنٹ تھا۔ میں نے بھی اس سے ہی بات کرنی تھی“...... کیپٹن احسان نے کہا۔

”جی ہاں۔ وہی آصف ہے لیکن آپ کو کیا وہ کسی انکوائری میں مطلوب تھا“...... ایس ایچ او محمد ظریف نے چونک کر پوچھا۔

”یہ جس لیبارٹری میں تعینات تھا اس لیبارٹری کے سائنس دان کو ان کے ایک اور اسسٹنٹ سمیت ہلاک کر دیا گیا ہے اور حفاظت پر مامور ملٹری انٹیلی جنس کے چار جوان بھی ہلاک کر دیئے گئے ہیں۔ مجھے یہ کیس مارک ہوا ہے تو میں نے اس آصف کی شہر میں رہائش گاہ پر رابطہ کیا تو وہاں سے پتہ چلا کہ یہ اپنے آبائی

گاؤں خیر پور رخصت پر گیا ہوا ہے۔ میں یہاں آیا ہوں تو یہ اطلاع ملی ہے۔ کیا ہوا ہے۔ کس نے قتل کیا ہے اسے“...... کیپٹن احسان نے کہا۔

”جناب۔ صبح سویرے ایک کار میں دو افراد اس کے گھر آئے۔ پھر یہ ان کے ساتھ کار میں بیٹھ کر چلا گیا۔ اب سے دو گھنٹے پہلے درختوں کے ایک جھنڈ سے اس کی لاش ملی ہے۔ اس پر تشدد بھی کیا گیا ہے اور اسے دل پر گولی مار کر ہلاک کیا گیا ہے“...... ایس ایچ او محمد ظریف نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”لاش کہاں ہے“...... کیپٹن احسان نے کہا۔

”وہ تو ہم نے پوسٹ مارٹم کے لئے شہر کے بڑے ہسپتال بھجوا دی ہے۔ شام کو واپس آئے گی“...... ایس ایچ او محمد ظریف نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”کون لوگ تھے۔ کار کی کوئی پہچان۔ کوئی سراغ ان کا“۔ کیپٹن احسان نے کہا۔

”یہی بتایا گیا ہے کہ گہرے سرخ رنگ کی کار تھی۔ نئے ماڈل کی۔ ان دونوں آدمیوں کے حلیئے بھی بتائے گئے ہیں لیکن ان حلیوں میں کوئی نئی بات نہیں ہے“...... ایس ایچ او محمد ظریف نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے حلیئے دوہرا دیئے جو عام سے حلیئے تھے۔

”اس کا مطلب ہے کہ آصف کو دانستہ راستے سے ہٹایا گیا

ہے۔ وہ یقیناً مجرموں کے بارے میں کچھ جانتا ہوگا''...... کیپٹن احسان نے کہا۔

''آپ نے بتایا ہے تو ہمیں شہر میں ہونے والی واردات کا علم ہوا ہے۔ اب مجھے شہر میں اپنے افسروں کو بھی خصوصی رپورٹ بھجوانا پڑے گی''...... ایس ایچ ایس محمد ظریف نے اٹھتے ہوئے کہا۔ اس کے اٹھتے ہی دوسرا پولیس آفیسر جو اس کا اسسٹنٹ تھا، اٹھ کر کھڑا ہوگیا اور پھر وہ کیپٹن احسان اور نمبردار سے سلام دعا کر کے کمرے سے باہر چلے گئے۔

''نمبردار صاحب۔ یہاں کوئی پڑھا لکھا آدمی ہے جس نے اس کار کو دیکھا ہو''...... کیپٹن احسان نے کہا۔

''جی ہاں۔ میرا بیٹا عاصم اپنی بہن کے گاؤں سے صبح سویرے واپس آ رہا تھا۔ اس نے کار کو آصف کے گھر کے باہر کھڑی دیکھا تھا اور میرا بیٹا پڑھ لکھ کر شہر میں ہی ملازم ہے اور آصف بھی اس کا گہرا دوست تھا''...... نمبردار نے بڑے فاخرانہ لہجے میں کہا۔

''تو اسے بلائیں۔ میں اس سے چند معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں''...... کیپٹن احسان نے کہا تو نمبردار نے وہاں موجود ایک آدمی سے کہا کہ وہ جا کر عاصم کو بلا لائے اور پھر تھوڑی دیر بعد ایک نوجوان وہاں آ گیا۔

''عاصم۔ ان کا تعلق ملٹری سے ہے اور یہ بھی آصف کے سلسلے میں یہاں آئے ہیں۔ یہ تم سے معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں''۔

نمبردار نے آنے والے نوجوان سے کہا تو عاصم نے کیپٹن احسان کو سلام کیا اور سامنے موجود کرسی پر بیٹھ گیا۔

''عاصم صاحب۔ آپ نے کار کا رجسٹریشن نمبر دیکھا تھا''۔ کیپٹن احسان نے کہا۔

''جی۔ سرسری طور پر دیکھا تھا۔ دارالحکومت کی نمبر پلیٹ تھی لیکن اب مجھے نمبر یاد نہیں رہا''...... عاصم نے کہا۔

''کون سی کمپنی اور کون سے ماڈل کی کار تھی''...... کیپٹن احسان نے پوچھا۔

''پینتھر کمپنی کی کار تھی اور ماڈل بھی جدید ترین ہی تھا''۔ عاصم نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''کوئی ایسی نشانی سوچ کر بتائیں جس سے اس کار کو شناخت کیا جا سکے''...... کیپٹن احسان نے کہا۔

''نشانی۔ کون سی نشانی۔ اوہ۔ ہاں۔ مجھے یاد آ رہا ہے۔ کار کے عقبی بمپر پر ایک بڑا سا اسٹیکر موجود تھا جس پر ایک سفید منہ والے سیاہ لنگور کی تصویر تھی۔ بس مجھے اتنا ہی یاد آ رہا ہے''۔ عاصم نے کہا اور پھر کیپٹن احسان نے کافی دیر تک اس سے مزید معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن جب اسے یقین ہوگیا کہ عاصم اس سے زیادہ اور کچھ نہیں بتا سکتا تو اس نے نمبردار سے اجازت لی اور واپس اپنی کار میں آ گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی کار ایک بار پھر دارالحکومت کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ کار چلاتے ہوئے وہ

مسلسل یہی سوچ رہا تھا کہ وہ اس سرخ کار کو کیسے تلاش کرے۔

دارالحکومت میں کروڑوں نہیں تو لاکھوں کاریں تو موجود ہوں گی۔ ان میں سے صرف اسٹیکر کی بنیاد پر کسی کار کو تلاش کرنا تقریباً ناممکن تھا اور پھر اچانک اس کے ذہن میں جیکب کا خیال آیا تو وہ چونک پڑا۔ جیکب اس کا دوست تھا اور اس کا کاروبار ہی اسٹیکر چھپوانا اور فروخت کرنا تھا۔ اس کی مین مارکیٹ میں اسٹیکرز کی خاصی بڑی دکان تھی جس میں سینکڑوں ڈیزائن کے اسٹیکرز برائے فروخت رہتے تھے جن میں مذہبی آیات پر مبنی اسٹیکرز کے ساتھ ساتھ فلمی ستاروں کی تصویروں پر مبنی اسٹیکرز بھی شامل تھے۔ اسے یقین تھا کہ جیکب سے اس سفید منہ والے لنگور کے اسٹیکر کے بارے میں معلومات مل سکتی ہیں۔ چنانچہ وہ قدرے مطمئن ہو گیا اور پھر دارالحکومت پہنچ کر اس نے کار کا رخ مین مارکیٹ کی طرف کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد مین مارکیٹ کی سائیڈ پر بنی ہوئی پارکنگ میں اس نے کار روکی اور نیچے اتر کر وہ جیکب کی دکان کی طرف بڑھ گیا۔ جیکب دکان پر موجود تھا۔ اس نے بڑے گرمجوشانہ انداز میں کیپٹن احسان کا استقبال کیا۔

”آج کیپٹن صاحب ادھر کیسے بھول پڑے“...... رسمی فقرے بولنے کے بعد جیکب نے کہا۔

”مجھے ایک کار کی تلاش ہے جس کے عقبی بمپر پر ایک اسٹیکر لگا ہوا ہے جس پر ایک سفید منہ والا لنگور بنا ہوا ہے“...... کیپٹن احسان

نے کہا۔

”سفید منہ والا لنگور۔ اوہ۔ اوہ۔ مجھے یاد آ رہا ہے کہ میں نے یہ اسٹیکر دیکھا تھا۔ ہاں۔ ہاں۔ اوہ ہاں۔ یہ کار میں نے کانسٹائن بار کے باہر دیکھی تھی۔ اسٹیکر بے حد خوبصورت تھا اس لئے میں رک کر اسے کافی دیر تک غور سے دیکھتا رہا تھا“...... جیکب نے کہا۔

”کب کی بات ہے“...... کیپٹن احسان نے پوچھا۔

”تقریباً ایک ہفتہ پہلے کی بات ہے“...... جیکب نے جواب دیا۔

”ہوسکتا ہے یہ کار بار کے کسی گاہک کی ہو“...... کیپٹن احسان نے کہا۔

”ہاں ہو سکتا ہے۔ لیکن میرا خیال ہے کہ پارکنگ بوائے کو معلوم ہو گا۔ یہ لوگ گاڑیوں کے بارے میں بہت باخبر ہوتے ہیں“...... جیکب نے کہا تو کیپٹن احسان نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر جیکب سے چائے پی کر وہ دوبارہ پارکنگ میں آیا اور کار لے کر کانسٹائن بار کی طرف بڑھ گیا۔ کانسٹائن بار شہر کے تقریباً وسط میں تھا اور خاصا بدنام بار تھا کیونکہ یہاں ہر وقت جرائم پیشہ افراد موجود رہتے تھے۔ کیپٹن احسان نے کار جیسے ہی بار کی سائیڈ میں بنی ہوئی پارکنگ میں روکی اسے سامنے کھڑی سرخ رنگ کی کار نظر آ گئی جس کے عقبی بمپر پر ابھی بھی وہ مخصوص اسٹیکر موجود تھا۔ کیپٹن احسان کار سے نیچے اترا تو پارکنگ بوائے دوڑتا ہوا اس کے

قریب آ گیا اور اس نے کارڈ کیپٹن احسان کی طرف بڑھا دیا۔

''یہ سامنے والی سرخ رنگ کی کار کس کی ہے''...... کیپٹن احسان نے پارکنگ بوائے سے پوچھا۔

''یہ جناب گریگ کی ہے۔ وہ یہاں کا بہت بڑا بدمعاش ہے جناب۔ سب اس سے بے حد ڈرتے ہیں''...... پارکنگ بوائے نے کہا اور تیزی سے ایک اور آنے والی کار کی طرف بڑھ گیا۔

''گریگ بدمعاش''...... کیپٹن احسان نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر وہ بار کے مین گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ بار کے ہال میں داخل ہوا جہاں صرف کافی وغیرہ ملتی تھی جبکہ اصل بار نیچے تہہ خانوں میں تھی۔

''مجھے گریگ سے ملنا ہے۔ وہ کہاں ہو گا''...... کیپٹن احسان نے ایک ویٹر کو روک کر پوچھا۔

''وہ سامنے چوتھی میز پر بیٹھا ہے جناب۔ وہ گہرے براؤن رنگ کی مونچھوں والا''...... ویٹر نے ایک لمبے قد اور بھاری جسم کے آدمی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا جو دو آدمیوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ وہ شکل وصورت سے ہی بدمعاش دکھائی دے رہا تھا۔ اس نے جینز کی پینٹ اور بلیک لیدر کی جیکٹ پہنی ہوئی تھی۔ کیپٹن احسان تیزی سے مڑا اور پھر بار کے مین گیٹ سے باہر آ گیا۔ اس نے اسے اپنے ہیڈکوارٹر لے جانے کا فیصلہ کیا تھا اور پھر برآمدے میں موجود پبلک فون بوتھ میں داخل ہو کر اس نے جیب سے کارڈ

نکالا اور اسے فون پیس میں ڈال کر اس نے تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

''یس''...... رابطہ ہوتے ہی ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

''کیپٹن احسان بول رہا ہوں''...... کیپٹن احسان نے کہا۔

''یس سر۔ عبدالباسط بول رہا ہوں''...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

''چار آدمی فوراً کانسٹائن بار بھجواؤ۔ وہاں سے ایک پیشہ ور قاتل کو ہیڈکوارٹر لے آنا ہے''...... کیپٹن احسان نے کہا۔

''آپ وہیں موجود ہیں''...... دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

''ہاں۔ جلدی کرو۔ فوراً بھجواؤ''...... کیپٹن احسان نے کہا اور رسیور رکھ کر وہ مڑا اور دروازہ کھول کر جیسے ہی باہر آیا دوسرے لمحے اپنے سامنے گریگ کو دیکھ کر وہ چونکا ہی تھا کہ گریگ کے ہاتھ سے شعلہ نکلا اور کیپٹن احسان جو ابھی فون بوتھ کے دروازے میں ہی تھا، چیختا ہوا اچھل کر فون بوتھ کے اندر گرا اور اس کے ساتھ ہی اس کے ذہن پر تاریک چادر سی پھیلتی چلی گئی۔

ہوٹل شیراز کے ہال میں صفدر ایک خالی میز پر بیٹھا چائے پینے میں مصروف تھا۔ اس کے چہرے پر تکدر کے تاثرات موجود تھے کیونکہ ڈاکٹر احمد کی موت کی خبر اخبار میں پڑھنے کے بعد صفدر یہ سوچ کر اپنے فلیٹ سے نکلا تھا کہ وہ اس سلسلے میں کوئی نہ کوئی کلیو حاصل کر کے ان قاتلوں تک پہنچ جائے گا۔ وہ صدیقی اور نعمانی کے ساتھ ایک مشترکہ دوست کی بیٹی کی سالگرہ پر اس کی رہائش گاہ پر گئے تھے جہاں ان کی ملاقات ڈاکٹر احمد سے ہوئی تھی اور چند روز کے بعد اس نے اس کی موت کی خبر اخبار میں پڑھی لیکن پانچ چھ گھنٹوں کی زبردست کوشش کے باوجود وہ اس معاملے کے بارے میں معمولی سا کلیو بھی حاصل نہ کر سکا تھا۔

ڈاکٹر احمد ریزرو آدمی تھا اس لئے اس کے تعلقات بے حد محدود تھے۔ اس کے ساتھ ہی تباہ شدہ لیبارٹری سے ڈاکٹر احمد کے

اسسٹنٹ کی لاش بھی ملی تھی جبکہ دوسرا اسسٹنٹ اپنے آبائی گاؤں چلا گیا تھا۔ صفدر معلومات حاصل کر کے وہاں پہنچا تو اسے معلوم ہوا کہ اس اسسٹنٹ کو بھی ہلاک کر دیا گیا ہے اور اس کی ہلاکت سرخ رنگ کی کار میں شہر سے آئے ہوئے دو افراد کے ہاتھوں ہوئی ہے لیکن مزید کچھ نہ معلوم ہو سکا تو وہ واپس آ گیا اور اب فلیٹ پر جاتے ہوئے وہ یہاں ہوٹل شیراز میں چائے پینے کے لئے رک گیا تھا۔

''کیا میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں صفدر صاحب''...... صفدر کے کانوں میں اچانک ٹائیگر کی آواز پڑی تو اس نے چونک کر سر اٹھایا۔

''اوہ تم۔ آؤ بیٹھو۔ تمہیں اجازت لینے کی کیا ضرورت تھی''۔ صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''آپ کے چہرے پر تکدر کے تاثرات اس قدر نمایاں تھے کہ مجھے پوچھنا پڑا کہ کہیں میری آمد بوجھ محسوس نہ ہو''...... ٹائیگر نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ تکدر تو مجھے خود محسوس ہو رہا ہے لیکن بہرحال ایسا تو زندگی میں ہوتا ہی رہتا ہے''...... صفدر نے گول مول سے انداز میں کہا اور پھر ویٹر کو اشارے سے بلا کر اس نے اپنے لئے اور ٹائیگر کے لئے چائے لانے کا آرڈر دے دیا۔

''صفدر صاحب۔ آپ خیرپور گئے تھے''...... اچانک ٹائیگر نے

کہا تو صفدر چونک پڑا۔

''ہاں۔ کیوں۔ تمہیں کیسے معلوم ہوا''...... صفدر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''میں بھی ابھی وہیں سے آ رہا ہوں اور آپ کے بارے میں بھی مجھے معلوم ہوا کہ آپ بھی وہاں گئے تھے۔ آپ کی کار کا نمبر بھی بتایا گیا تو میں سمجھ گیا''...... ٹائیگر نے کہا۔

''کیا تم بھی ڈاکٹر احمد کی موت کے بارے میں کام کر رہے ہو''...... صفدر نے کہا۔

''جی ہاں۔ باس عمران نے مجھے یہ ٹاسک دیا ہے۔ میں بھی اس آصف سے ملنے خیر پور گیا تھا لیکن وہاں آج صبح آصف سے ملنے بہت لوگ گئے تھے۔ ایک صاحب ملٹری انٹیلی جنس کے بھی گئے تھے اور واپسی پر ان پر یہاں کانسٹائن بار میں قاتلانہ حملہ ہوا ہے۔ وہ بچ تو گئے ہیں لیکن ابھی انہیں ایک ماہ تک ہسپتال میں رہنا ہو گا''...... ٹائیگر نے کہا تو صفدر چونک پڑا۔

''کیا اسی سلسلے میں حملہ ہوا ہے''...... صفدر نے کہا۔

''ہاں۔ مجھے اطلاع ملی کہ ملٹری انٹیلی جنس کے کیپٹن احسان نامی آفیسر بھی گئے تھے تو میں نے ملٹری میں اپنے ایک دوست سے رابطہ کیا۔ میں دراصل اس کیپٹن احسان سے ملنا چاہتا تھا تاکہ ان سے کچھ معلومات حاصل ہو سکیں تو مجھے بتایا گیا کہ ایک گھنٹہ پہلے اس پر کانسٹائن بار میں قاتلانہ حملہ کیا گیا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے

کرم سے ہلاکت سے تو بچ گئے لیکن ابھی ان کی حالت ا ہے کہ ان سے بات چیت ہو سکے لیکن صفدر صاحب آپ کس گا''۔ میں کام کر رہے ہیں۔ کیا چیف نے باقاعدہ یہ کیس لے لیا ہے''...... ٹائیگر نے کہا۔ اس دوران ویٹر نے چائے سرو کر دی تھی اور ٹائیگر بات کرنے کے دوران چائے بھی تیار کرتا جا رہا تھا۔

''کیپٹن احسان پر کس نے حملہ کیا ہو گا''...... صفدر نے کہا۔

''میں نے جو ابتدائی معلومات حاصل کی ہیں ان کے مطابق کیپٹن احسان بار میں داخل ہوا تو وہاں اس نے ایک ویٹر سے گریگ کے بارے میں پوچھا۔ گریگ ایک بدنام زمانہ بدمعاش اور قاتل ہے۔ وہ وہاں موجود تھا۔ ویٹر نے کیپٹن احسان کو گریگ کے بارے میں بتا دیا تو وہ آگے بڑھ کر گریگ سے ملنے کی بجائے بار سے باہر چلا گیا تو اس ویٹر نے جا کر گریگ کو کیپٹن احسان کے بارے میں بتا دیا۔ گریگ فوراً باہر آیا تو اس وقت برآمدے میں موجود پبلک فون بوتھ سے کیپٹن احسان باہر آ رہا تھا۔ گریگ نے سائیلنسر لگے پسٹل سے اس پر فائر کیا اور کیپٹن احسان فون بوتھ کے اندر گر گیا جبکہ گریگ فرار ہو جانے میں کامیاب ہو گیا۔ کیپٹن احسان کو ہسپتال پہنچایا گیا۔ پھر اس کے ساتھی پہنچ گئے۔ تب پتہ چلا کہ زخمی کا تعلق ملٹری انٹیلی جنس سے ہے۔ چنانچہ اسے عام ہسپتال سے ملٹری ہسپتال شفٹ کر دیا گیا۔ فی الحال اس کی حالت خطرے سے باہر نہیں ہے''...... ٹائیگر نے چائے پینے کے دوران پوری

کہا تو صفدر نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔
''اس گریگ کا اس کیس سے کیا تعلق تھا جس کی وجہ سے اس نے اس قدر بڑا اقدام اٹھایا اور وہ بھی فوری''...... صفدر نے کہا۔
''اسسٹنٹ آصف کو قتل کرنے والے دو افراد میں سے ایک گریگ تھا''...... ٹائیگر نے کہا تو صفدر نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا۔
''اوہ۔ تو یہ بات ہے۔ اب اس گریگ کو ہر صورت میں ٹریس کرنا پڑے گا''...... صفدر نے کہا۔
''میں اسے ٹریس کرتا ہوا یہاں آیا ہوں اور آپ کو یہاں بیٹھے دیکھ کر ادھر آ گیا''...... ٹائیگر نے کہا تو صفدر چونک پڑا۔
''کیا وہ اس ہوٹل میں موجود ہے''...... صفدر نے پوچھا۔
''نہیں۔ یہاں ایک سپروائزر ہے دلدار۔ اس سے گریگ کا بہت گہرا تعلق ہے۔ اس دلدار سے معلوم ہو سکے گا کہ وہ اس وقت کہاں مل سکتا ہے''...... ٹائیگر نے کہا۔
''تو پھر معلوم کرو''...... صفدر نے کہا۔
''دلدار اس ہوٹل کے عقبی طرف ہوٹل کے احاطے میں بنے ہوئے کوارٹروں میں رہتا ہے۔ اس کا کوارٹر بند ہے۔ اس کے ایک ساتھی کا کہنا ہے کہ اس کی ڈیوٹی ایک گھنٹے بعد شروع ہونے والی ہے اس لئے وہ ایک گھنٹے تک واپس آ جائے گا کیونکہ یہاں ڈیوٹی کی سختی سے پابندی کی جاتی ہے''...... ٹائیگر نے کہا تو صفدر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔
''تمہارا کیا خیال ہے کہ ڈاکٹر احمد کو کس نے ہلاک کیا ہو گا''۔ صفدر نے چند لمحوں کی خاموشی کے بعد پوچھا۔
''میرا خیال ہے کہ اس میں غیر ملکی عناصر ملوث ہیں''...... ٹائیگر نے کہا۔
''وہ کیسے۔ کیوں تمہیں یہ خیال آیا''...... صفدر نے چونک کر پوچھا۔
''میں نے تباہ شدہ لیبارٹری کو چیک کیا ہے۔ وہاں سے مجھے ایک کارڈ ملا ہے جس پر ایک سرخ چونچ والے پرندے کی تصویر موجود ہے اور نیچے چند نمبر درج ہیں۔ یہ کارڈ وہاں کمپیوٹر کی سائیڈ پر آدھا اندر اور آدھا باہر نکلا ہوا موجود تھا۔ میں نے اس عجیب سے پرندے کے بارے میں نیشنل لائبریری سے معلومات حاصل کیں تو مجھے بتایا گیا کہ یہ پرندہ یورپی ملک پالینڈ کا مخصوص پرندہ ہے اور اسے وہاں کی مقامی زبان میں گوگین کہا جاتا ہے''۔ ٹائیگر نے جیب سے پرس نکال کر اس کے اندر موجود ایک کارڈ نکال کر صفدر کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔
''اس کارڈ کی وہاں موجودگی سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ پالینڈ کے لوگوں نے یہ واردات کی ہے لیکن وہ براہ راست ایسا نہیں کر سکتے۔ لازماً یہاں کا کوئی مقامی گروپ ان کے ساتھ شامل ہو گا''۔ صفدر نے کہا۔

"جی ہاں۔ آپ کی بات درست ہے۔ اسی لئے تو میں گریگ کو ٹریس کر رہا ہوں۔ گریگ سے معلوم ہو گا کہ اسے ڈاکٹر احمد کے دوسرے اسسٹنٹ آصف کی ہلاکت کا ٹاسک کس نے دیا ہے"۔ ٹائیگر نے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ مزید کوئی بات ہوتی ایک ویٹر تیزی سے چلتا ہوا ٹائیگر کے قریب آ گیا۔

"دلدار ڈیوٹی پر آ گیا ہے جناب"...... ویٹر نے آہستہ سے ٹائیگر کے کان میں کہا اور پھر ہاتھ میں پکڑی ہوئی ٹرے میں چائے کے برتن سمیٹنے میں لگ گیا۔

"میں آ رہا ہوں صفدر صاحب"...... ٹائیگر نے اٹھتے ہوئے کہا تو صفدر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ صفدر نے ویٹر کو بل لانے کا کہہ دیا۔ تھوڑی دیر بعد ویٹر بل لے آیا تو صفدر نے بل دینے کے ساتھ ساتھ اسے خاصی بڑی ٹپ بھی دے دی اور ویٹر اسے سلام کر کے واپس چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد ٹائیگر واپس آ کر بیٹھ گیا۔

"گریگ اس وقت کارس کلب میں موجود ہے"...... ٹائیگر نے کہا۔

"یہ آدمی دلدار اسے اطلاع تو نہ دے دے گا"...... صفدر نے کہا۔

"نہیں۔ اسے معلوم ہے کہ اگر ٹائیگر رقم دے سکتا ہے تو بہت کچھ وصول بھی کر سکتا ہے۔ کیا آپ ساتھ چلیں گے یا واپس اپنے فلیٹ پر جائیں گے"...... ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں تمہارے ساتھ چلوں گا۔ تم سے ملاقات ہونے پر تو کچھ امید آگے بڑھی ہے ورنہ میں تو مایوس ہو گیا تھا"...... صفدر نے اٹھتے ہوئے کہا تو ٹائیگر نے اس کا شکریہ ادا کیا اور پھر وہ دونوں تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے ہوٹل کے مین گیٹ کی طرف بڑھتے چلے گئے۔

سوبرز اور کرسیا دونوں چیف کے آفس میں داخل ہوئے تو چیف نے انہیں بیٹھنے کا اشارہ کیا اور وہ دونوں مؤدبانہ انداز میں میز کی دوسری طرف موجود کرسیوں میں سے دو پر بیٹھ گئے۔

"تمہارے لئے ایک خوشخبری ہے اور وہ یہ کہ پاکیشیا سے فائن کلب کے رینالڈ کی تفصیلی رپورٹ ملی ہے اور یہ رپورٹ ہمارے لئے اچھی ہے"...... چیف نے آگے بڑھ کر جھکتے ہوئے کہا۔

"کیا لکھا ہے رپورٹ میں چیف"...... سوبرز نے کہا۔

"رینالڈ نے سائنس دان ڈاکٹر احمد کے دوسرے زندہ رہ جانے والے اسسٹنٹ جس کا نام آصف تھا، کے بارے میں تحقیقات کرائی تو اسے بتایا گیا کہ اسسٹنٹ آصف اپنے گاؤں گیا ہوا ہے اور اس کی واپسی تقریباً ایک ماہ بعد ہونی ہے تو اس رینالڈ نے اپنے دو خاص آدمیوں کو تفصیلی ہدایات دے کر اس گاؤں میں بھجوا

دیا اور اس کے آدمیوں نے اس آصف کو علیحدہ جگہ لے جا کر اس سے معلومات حاصل کیں۔ آصف نے انہیں بتایا کہ ڈاکٹر احمد فارمولے کو کسی اور جگہ رکھتا تھا جبکہ کمپیوٹر میں صرف تازہ ترین تجربات کے نتائج کو محفوظ کرتا رہتا تھا اور جب اسے فارمولے کی ضرورت پڑتی تھی تو وہ ایک گھنٹے کے لئے لیبارٹری سے باہر چلا جاتا تھا اور جب ایک گھنٹے بعد واپس آتا تھا تو فارمولا جو ایک کمپیوٹر ڈسک میں موجود ہوتا تھا اس کے پاس ہوتا تھا۔ اسی طرح جب وہ فارمولا چھوڑنے جاتا تھا تو ایک گھنٹے بعد اس کی واپسی ہوتی تھی۔ اس آصف پر تشدد بھی کیا گیا لیکن اس سے زیادہ وہ کچھ نہ بتا سکا۔ چنانچہ اسے ہلاک کر دیا گیا ہے"...... چیف نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"اس کا مطلب ہے چیف کہ اب اس جگہ کو ٹریس کرنا ہوگا جہاں وہ فارمولا رکھتا تھا"...... سوبرز نے کہا۔

"ہاں۔ اب تم وہاں جا کر کام کر سکتے ہو کیونکہ اب نہ صرف ڈاکٹر احمد ہلاک ہو چکا ہے بلکہ اس کے دونوں اسسٹنٹس بھی ہلاک کر دیئے گئے ہیں۔ اب تم نے وہاں فارمولا ٹریس کرنا ہے"۔ چیف نے کہا۔

"لیکن چیف۔ میرے خیال میں یہ کام رینالڈ زیادہ مؤثر انداز میں اور جلدی کر سکتا ہے"...... کرسیا نے کہا تو چیف اور سوبرز دونوں چونک کر اسے دیکھنے لگے۔

”تمہارا مطلب ہے کہ سوبرز کو وہاں نہ بھیجا جائے“...... چیف نے کہا۔

”چیف۔ ڈاکٹر احمد سائنس دان تھا اور اہم سرکاری فارمولے پر کام کر رہا تھا اس لئے لامحالہ ملٹری انٹیلی جنس اور ہو سکتا ہے کہ سول انٹیلی جنس اور سیکرٹ سروس بھی اس ساری کارروائی کے خلاف کام کر رہی ہو اور میرے خیال میں یہ لوگ آسانی سے رینالڈ تک پہنچ سکتے ہیں اور رینالڈ تک پہنچنے کے بعد انہیں ہمارے بارے میں بھی اطلاع مل جائے گی اس لئے ہم نے اگر وہاں کام کرنا ہے تو پھر ہمیں رینالڈ سے یکسر ہٹ کر کسی اور گروپ کے ساتھ مل کر کام کرنا ہو گا ورنہ دوسری صورت میں رینالڈ کے ذمے یہ کام لگا دیا جائے“۔ کرسیا نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

”میں سمجھ گیا۔ تمہیں خطرہ ہے کہ رینالڈ کے ذریعے یہ لوگ تم تک پہنچ سکتے ہیں“...... چیف نے کہا۔

”چیف۔ کرسیا درست کہہ رہی ہے۔ ہمیں اس رینالڈ کو فوری طور پر فنش کرنا ہو گا۔ اس کے بعد تمام راستے ہمارے دشمنوں کے لئے بند ہو جائیں گے اور ہم اطمینان سے کسی اور گروپ کے ساتھ مل کر یقیناً کامیاب بھی رہیں گے“...... سوبرز نے کہا۔

”اوہ۔ تم اور کرسیا دونوں نے صورت حال کا درست تجزیہ کیا ہے۔ ٹھیک ہے۔ میں ابھی رینالڈ کی فوری ہلاکت کا آرڈر دے دیتا ہوں اور وہی گروپ جس کے ذمے رینالڈ کی ہلاکت کا ٹاسک ہو گا

وہی تمہارے ساتھ وہاں کام کرے گا“...... چیف نے کہا۔

”چیف ہم ایک بار پھر سامنے آ جائیں گے“...... کرسیا نے کہا تو چیف چونک پڑا۔

”وہ کیسے“...... چیف نے کہا۔

”جو پارٹی رینالڈ کے خلاف کام کرے گی وہ رینالڈ کی ہلاکت پر بھی کام کرے گی اور جس گروپ سے آپ رینالڈ کو ہلاک کرائیں گے اس گروپ تک اگر یہ لوگ پہنچ گئے تو لامحالہ وہ لوگ ہم تک بھی پہنچ جائیں گے اس لئے ایک گروپ کو آپ صرف رینالڈ کی ہلاکت تک محدود رکھیں اس کے بعد اس کا کام ختم اور جس گروپ نے ہمارے ساتھ کام کرتا ہے اسے رینالڈ کے ساتھ ہمارے تعلق کا علم نہیں ہونا چاہئے“...... کرسیا نے کہا تو چیف کے چہرے پر تحسین کے تاثرات ابھر آئے۔

”گڈ۔ تم واقعی بے حد ذہین ہو کرسیا۔ تمہارا تجزیہ سو فیصد درست ہے اور تمہاری ذہانت اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ تمہیں بھی سوبرز کے ساتھ ہی سپر سیکشن میں شامل کر کے سپر ایجنٹ بنا دیا جائے“...... چیف نے کہا تو سوبرز اور کرسیا دونوں کے چہرے بے اختیار کھل اٹھے۔

”یہ آپ کی قدر شناسی ہے چیف“...... کرسیا نے کہا تو چیف نے رسیور اٹھایا اور پھر اس نے فوری طور پر کرسیا کو سپر سیکشن میں شفٹ کرنے اور سپر ایجنٹ کا لیٹر جاری کرنے کے احکامات دینے

کے بعد رسیور رکھا اور دوسرے فون کا رسیور اٹھا کر اس نے یکے بعد دیگرے دو نمبر پریس کر دیئے۔

"پاکیشیا میں کراس کلب کے مالک اور جنرل مینجر پال سے میری بات کراؤ لیکن اس کو صرف میرا نام بتانا ہے اور کچھ نہیں"۔ چیف نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

"تھینکس چیف۔ میں ہمیشہ آپ کی توقعات پر پورا اتروں گی"۔ کرسیا نے سپر ایجنٹ بننے پر چیف کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا۔

"تم جیسے افراد کی قدر نہ کرنا زیادتی ہے لیکن یہ بات سن لو کہ مجھے بہرحال اے ڈبلیو ریز کا فارمولا چاہئے۔ یہ ہمارے ملک کی بے پناہ خوشحالی کا ضامن ہے"...... چیف نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ایسے ہی ہو گا چیف۔ ہم آپ کو گارنٹی دیتے ہیں"...... سوبرز اور کرسیا دونوں نے یک زبان ہو کر کہا اور پھر اس سے پہلے کہ مزید کوئی بات ہوتی فون کی مترنم گھنٹی بج اٹھی تو چیف نے ہاتھ بڑھا کر نہ صرف رسیور اٹھا لیا بلکہ لاؤڈر کا بٹن بھی پریس کر دیا۔

"یس"...... چیف نے کہا۔

"پال لائن پر ہے جناب"...... دوسری طرف سے ایک مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

"ہیلو۔ ڈریک بول رہا ہوں پالینڈ سے"...... چیف نے اپنا نام لیتے ہوئے کہا۔

"اوہ آپ۔ حکم فرمائیں۔ میں پال بول رہا ہوں"...... دوسری طرف سے مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا۔

"پال۔ تمہارے لئے ایک کام ہے۔ معاوضہ تمہاری ڈیمانڈ کے مطابق ہو گا لیکن کام فوری اور یقینی ہونا چاہئے"...... چیف نے کہا۔

"آپ کا کام ہو جائے گا۔ یہ میری گارنٹی ہے"...... پال نے بڑے اعتماد بھرے لہجے میں کہا۔

"فائن کلب کے مالک اور جنرل مینجر رینالڈ کو جانتے ہو"۔ چیف نے کہا۔

"یس۔ بہت اچھی طرح جانتا ہوں"...... پال نے جواب دیا۔

"اسے فوری اور یقینی طور پر فنش کرانا ہے۔ بغیر کوئی وجہ پوچھے"...... چیف نے کہا۔

"میں نے پہلے ہی کہا ہے کہ کام ہو جائے گا۔ اس کا معاوضہ دس لاکھ ڈالر ہو گا"...... پال نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اپنا اکاؤنٹ نمبر اور بینک کے بارے میں بتاؤ۔ میں مکمل معاوضہ ابھی تمہارے اکاؤنٹ میں شفٹ کرا دیتا ہوں"...... چیف نے کہا تو دوسری طرف سے تفصیل بتا دی گئی۔

"یہ تم نے یہاں کارسا میں بھی اکاؤنٹ رکھا ہوا ہے"۔ چیف نے اکاؤنٹ نمبر اور بینک کے بارے میں تفصیل نوٹ کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں"...... پال نے کہا۔

"اوکے۔ یہ معاوضہ دس منٹ میں تمہارے اکاؤنٹ میں شفٹ ہو جائے گا"...... چیف نے کہا۔

"معاوضہ ملنے کے ایک گھنٹے کے اندر کام مکمل ہو جائے گا"۔ پال نے کہا۔

"اوکے۔ میں تمہیں دو گھنٹے بعد کال کروں گا"...... چیف نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

"رینالڈ خاصا بااثر آدمی ہے اور اس کا گروپ بھی خاصا طاقتور ہے۔ کیا یہ پال اسے واقعی اس قدر جلد ہلاک کر لے گا چیف"۔ سوبرز نے کہا۔

"ہاں۔ پال کے پاس انتہائی تجربہ کار پیشہ ور قاتلوں کا ایک گروپ ہے۔ اسی لئے تو میں نے اسے فون کیا ہے اور اگر یہ ایسا نہ کرسکتا تو صاف جواب دے دیتا۔ اس کی یہی خوبی سب سے نمایاں ہے کہ یہ غلط بات نہیں کرتا"...... چیف نے کہا۔

"چیف۔ آپ نے اپنے آپ کو ظاہر کر دیا ہے۔ اس طرح ا رابطہ سامنے آ جائے گا"...... کرسیا نے کہا۔

"کیا تم مجھے اس قدر احمق سمجھتی ہو"...... چیف کا لہجہ یکلخت غصیلا ہو گیا تھا۔

"یہ بات نہیں چیف۔ میرا مطلب آپ کو ناراض کرنا نہیں تھا میں صرف یہ چاہتی ہوں کہ اگر پال تک کوئی ایجنسی پہنچ بھی جا۔ تب بھی وہ آپ تک نہ پہنچ سکے"...... کرسیا نے مؤدبانہ لہجے میں

جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ڈریک میرا وہ نام ہے جو بہت کم لوگ جانتے ہیں اور جب میرا پال سے خاصا گہرا تعلق ہوا تو میں اس وقت ایک بین الاقوامی یہودی ایجنسی سے منسلک تھا۔ پھر پالینڈ میں بھی اس یہودی ایجنسی کا چیف رہا ہوں۔ پھر اس یہودی ایجنسی کو ختم کر دیا گیا تو میں حکومت میں آ گیا اور پال کو میرے بارے میں صرف اتنا معلوم ہے کہ میں پالینڈ میں اب بھی اس یہودی ایجنسی سے متعلق ہوں اور یہاں میرا نام ڈریک زیادہ جانا جاتا ہے۔ فریڈ ڈریک میرا پورا نام ہے۔ اگر کوئی پال تک پہنچ بھی گیا تو پال سے اسے صرف یہی معلوم ہو سکے گا کہ اسے یہ کام پالینڈ میں یہودی ایجنسی اپ رائٹ کے چیف ڈریک نے دیا ہے اور پالینڈ میں اپ رائٹ اور ڈریک کو وہ کسی صورت ٹریس نہ کرسکیں گے"...... چیف نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

"یس سر۔ پھر واقعی میرا خیال غلط تھا"...... کرسیا نے معذرت کرتے ہوئے کہا۔

"تم کیوں اس بات کی قائل ہو چکی ہو کہ پاکیشیا والے پال تک پہنچ سکتے ہیں۔ وہ زیادہ سے زیادہ ڈاکٹر احمد کے اسسٹنٹ آصف تک تو پہنچ سکتے تھے اس سے آگے نہیں اور اب تو چیف نے رینالڈ کو ہلاک کرا کر تمام راستے بند کر دیئے ہیں"...... سوبرز نے کرسیا سے مخاطب ہو کر کہا۔

”میں ایک امکانی بات کر رہی ہوں۔ ہمیں ہر طرف سے ہوشیار رہنا چاہئے“...... کرسیا نے جواب دیا اور اس بار سوبرز نے کوئی جواب دینے کی بجائے صرف اثبات میں سر ہلانے پر ہی اکتفا کیا۔ چیف نے ہیڈکوارٹر انچارج کو انٹرکام پر کال کر کے پال کے اکاؤنٹ میں اس کی مطلوبہ رقم فوری جمع کرانے کے احکامات دے دیئے تھے۔ پھر دو گھنٹے کے دوران وہ تینوں شراب پینے اور باتیں کرنے میں مصروف رہے۔ پھر دو گھنٹوں کے بعد چیف نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھایا اور اپنے فون سیکرٹری کو پال سے رابطہ کرنے کا کہہ کر رسیور رکھ دیا۔ کچھ دیر بعد فون کی گھنٹی بج اٹھی تو چیف نے ہاتھ بڑھا کر نہ صرف رسیور اٹھا لیا بلکہ لاؤڈر کا بٹن بھی پریس کر دیا۔

”یس“...... چیف نے کہا۔

”پال لائن پر ہے چیف“...... دوسری طرف سے فون سیکرٹری کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

”ہیلو۔ ڈریک بول رہا ہوں“...... چیف نے کہا۔

”پال بول رہا ہوں ڈریک۔ تمہارا کام ہو گیا ہے اور رقم بھی وصول ہو گئی ہے“...... پال کی آواز سنائی دی۔

”کیا تفصیل ہے“...... چیف نے کہا۔

”مجھے معلوم تھا کہ شکار اس وقت پاکیشیائی وقت کے مطابق اپنی رہائش گاہ پر موجود ہو گا جہاں سے وہ کلب آنے کے لئے کار میں

نکلے گا۔ چنانچہ میرے آدمی وہاں پہنچ گئے اور پھر جیسے ہی شکار باہر آیا انتہائی آسانی سے اس کا شکار کر لیا گیا اور بس“...... پال نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”او کے۔ تھینک یو“...... چیف نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔ پھر چیف نے میز کی دراز کھول کر اس میں سے ایک ڈائری نکالی اور اسے کھول کر اس کی ورق گردانی میں مصروف ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے ایک صفحے پر خاصی دیر تک نظر جمائے رکھیں اور پھر ایک طویل سانس لیتے ہوئے اس نے ڈائری بند کر کے واپس میز کی دراز میں رکھی اور پھر رسیور اٹھا کر اس نے فون سیٹ کے نیچے موجود سفید رنگ کا بٹن پریس کر کے اسے ڈائریکٹ کیا اور پھر تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔ آخر میں اس نے لاؤڈر کا بٹن بھی پریس کر دیا۔ دوسری طرف گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دیتی رہی اور پھر رسیور اٹھا لیا گیا۔

”کارل بول رہا ہوں“...... ایک بھاری سی مردانہ آواز سنائی دی۔ لہجہ یورپی تھا۔

”فریڈرک بول رہا ہوں پالینڈ سے۔ چیف آف وان“۔ چیف نے قدرے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

”یس سر۔ حکم سر“...... دوسری طرف سے بولنے والے کارل کا لہجہ مؤدبانہ ہو گیا۔

”سپر سیکشن کا سوبرز اپنے ساتھیوں سمیت پاکیشیا پہنچ رہا ہے۔

وہ تم سے رابطہ کرے گا۔ تم نے اس کے ساتھ ہر طرح سے مکمل تعاون کرنا ہے“...... چیف نے کہا۔

”یس سر۔ حکم کی تعمیل ہو گی“...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

”معاوضہ تمہیں ڈبل دیا جائے گا لیکن کسی طرح کی بھی کوتاہی تمہاری طرف سے نہیں ہونی چاہئے“...... چیف نے کہا۔

”یس سر۔ لیکن سپر سیکشن کا مشن یہاں کس کے خلاف ہے“۔ کارل نے کہا۔

”براہ راست کسی کے خلاف نہیں ہے۔ ایک پاکیشیائی سائنس دان جس کا نام ڈاکٹر احمد تھا، ایک اہم فارمولا لے کر ایکریمیا سے فرار ہو کر پاکیشیا میں چھپ گیا تھا۔ اس کے پیچھے ایکریمیا اور یورپ کے بہت سے ایجنٹس کام کر رہے تھے۔ پھر کسی ملک کے ایجنٹ نے اسے ٹریس کر لیا تو اسے اور اس کے اسسٹنٹ کو ہلاک کر دیا گیا لیکن فارمولا دستیاب نہیں ہو سکا۔ ہمارا سپر سیکشن اس گمشدہ فارمولے کو تلاش کرنے تمہارے پاس پہنچ رہا ہے“۔ چیف نے باقاعدہ ایک کہانی بنا کر بیان کرتے ہوئے کہا۔

”آپ کا مطلب ہے کہ ہمارے سیکشن کا مقابلہ دوسرے غیر ملکی ایجنٹوں سے ہی ہو گا۔ مقامی ایجنٹوں سے نہیں ہو گا“...... کارل نے کہا۔

”مقامی۔ غیر ملکی کسی سے بھی ہو سکتا ہے لیکن ہم نے اپنا کام کرنا ہے اور بس“...... چیف نے کہا۔

”آپ بے فکر رہیں۔ آپ کی مرضی کے مطابق کام ہو گا“۔ کارل نے کہا۔

”اوکے۔ سوبرز کا نام یاد رکھنا۔ گڈ بائی“...... چیف نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

”پاکیشیائی دارالحکومت کی مشہور روڈ ہے کائن روڈ۔ وہاں ایک معروف کلب ہے جس کا نام بھی کائن کلب ہے۔ یہ امراء اور شرفاء کا کلب ہے۔ زیادہ تر سیاح وہاں جاتے ہیں۔ کارل اس کا مالک اور جنرل مینجر ہے۔ اس کے پاس مخبری کا بڑا مؤثر نیٹ ورک بھی ہے۔ وہ اسلحے کی اسمگلنگ کا پاکیشیا میں ایک بڑا نام ہے“۔ چیف نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

”یس سر۔ اب ہمیں اجازت“......سوبرز نے کہا۔

”ہاں۔ تم دونوں اب جا سکتے ہو۔ وش یو گڈ لک“...... چیف نے کہا تو ان دونوں نے بڑے مؤدبانہ انداز میں سلام کیا اور مڑ کر آفس سے باہر نکل گئے۔ دونوں کے چہروں پر مسرت اور اطمینان کے تاثرات نمایاں تھے۔

کارس کلب دارالحکومت کا بدنام ترین کلب تھا۔ یہاں ہر وقت جرائم پیشہ اور زیر زمین دنیا کے افراد بھرے رہتے تھے۔ چونکہ یہاں پولیس مداخلت نہیں کرتی تھی اس لئے کلب میں ہونے والے تمام لڑائی جھگڑوں کو کلب کی انتظامیہ خود ہی نمٹا لیا کرتی تھی۔ یہاں مرنے والوں کی لاشیں بھی غائب کر دی جاتی تھیں۔ کلب کا مالک ایک ایکریمین نژاد تھا جس کا نام کارس تھا۔ کہا جاتا تھا کہ اس کے ہاتھ بہت لمبے ہیں اس لئے پولیس کے اعلیٰ حکام سمیت بڑے بڑے سول حکام بھی اس کی مٹھی میں رہتے تھے۔

کارس نے کلب کے اندر تقریباً دس ایسے مسلح افراد رکھے ہوئے تھے جو نہ صرف بہترین لڑاکا اور نشانہ باز تھے بلکہ انتہائی حد تک سفاک اور بدتمیز بھی تھے۔ وہ کسی کو انسان ماننے کے لئے ہی تیار نہ ہوتے تھے۔ وہ باقاعدہ شفٹوں میں ڈیوٹی دیتے تھے اور ایک

وقت میں چار افراد مشین گنوں سمیت یہاں ہال میں گھومتے پھرتے رہتے تھے لیکن وہ اس وقت تک مداخلت نہ کرتے تھے جب تک کہ کلب کو کوئی خطرہ لاحق نہ ہو جائے یا انہیں خصوصی طور پر کسی کام کا حکم نہ دیا جائے۔ ٹائیگر چونکہ یہاں اکثر آتا جاتا رہتا تھا اس لئے اسے یہاں کے بارے میں تمام معلومات حاصل تھیں اس لئے جب ٹائیگر اور صفدر دونوں اپنی کاریں کلب کی سائیڈوں پر موجود وسیع پارکنگ میں روک کر نیچے اترے اور پھر کلب کے مین گیٹ کی طرف جانے لگے تو ٹائیگر نے صفدر کو اس کلب کے اندرونی ماحول کے بارے میں بتانا شروع کر دیا۔

”تم کیا کہنا چاہتے ہو“...... صفدر نے اس کی بات کاٹتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

”میں سب کچھ سنبھال لوں گا۔ آپ مداخلت نہ کریں“۔ ٹائیگر نے کہا۔

”تمہیں میرے بارے میں فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم نے گریگ کو ٹریس کیا ہے تو اب گریگ سے بھی تم ہی نمٹو گے۔ میں تو صرف تماشہ دیکھوں گا“...... صفدر نے کہا تو ٹائیگر کے چہرے پر ہلکے سے اطمینان کے تاثرات ابھر آئے اور صفدر ان تاثرات کو دیکھ کر بے اختیار مسکرا دیا۔ مین گیٹ سے اندر جانے والے اور باہر آنے والے افراد میں سیاح مردوں اور عورتوں کی اچھی خاصی تعداد تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ جرائم پیشہ افراد بھی تھے جو اپنے انداز

سے سیاحوں سے بالکل الگ نظر آتے ہیں۔ مین گیٹ سے اندر داخل ہوتے ہی صفدر کو یوں محسوس ہوا جیسے یہاں کی دنیا ہی الگ ہو۔ وہاں کھلے عام سب کچھ ہو رہا تھا جس کے بارے میں شاید عام آدمی ذہن میں تصور بھی نہ کر سکے۔

ہال بھرا ہوا تھا اور منشیات کی تیز بو اور تمباکو کے دھوئیں نے مل کر ماحول کو اس قدر غلیظ بنا دیا تھا کہ صفدر نے بے اختیار اپنا سانس روک لیا لیکن ظاہر ہے اب وہ مستقل طور پر تو ایسا نہ کر سکتا تھا اس لئے آہستہ آہستہ وہ قدرے عادی ہوتا چلا گیا۔ ٹائیگر اس طرح اطمینان بھرے انداز میں آگے بڑھا چلا جا رہا تھا جیسے اس کی ساری عمر ایسے ہی ماحول میں گزری ہو۔ ہال کے چاروں کونوں میں دیوہیکل آدمی سیاہ رنگ کی یونیفارم پہنے ہاتھوں میں مشین گنیں اٹھائے کھڑے تھے۔ ان کی تیز نظریں مسلسل ہال کا جائزہ لے رہی تھیں۔ کاؤنٹر کے پیچھے چار آدمی تھے جن میں سے ایک تو سٹول پر بیٹھا ہوا ہال میں آنے جانے والوں کو اس انداز میں دیکھ رہا تھا جیسے نظروں ہی نظروں میں انہیں تول رہا ہو۔ ساتھ ہی ایک دوسرا نوجوان فون سامنے رکھے اسے مسلسل سننے میں مصروف تھا جبکہ باقی دو آدمی ویٹرز کو سروس دینے کے سلسلے میں کام میں مصروف تھے۔

”گریگ کہاں ہے بالم“...... ٹائیگر نے کاؤنٹر کے قریب جا کر سٹول پر بیٹھے ہوئے آدمی سے کہا تو وہ بے اختیار مسکرا دیا۔

”کسی کو فنش کرانا ہے“...... اس نے دانت نکالتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ پارٹی ساتھ ہے“...... ٹائیگر نے کہا۔

”تو میرا کمیشن پیشگی دے دو ورنہ تم گریگ کو ساری عمر تلاش نہ کر سکو گے“...... بالم نے اسی طرح دانت نکالتے ہوئے کہا۔

”سوچ لو۔ ہاتھی سے گنا چھیننے کی کوشش مہنگی بھی پڑ سکتی ہے“۔ ٹائیگر نے بڑے اطمینان بھرے لہجے میں کہا۔

”سوچ لیا۔ جاؤ کر لو تلاش اسے۔ جاؤ“...... بالم نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

”سوبھی“...... ٹائیگر نے قریب ہی کونے میں کھڑے سیاہ یونیفارم میں ملبوس مشین گن بردار کو چیخ کر پکارتے ہوئے کہا تو وہ آدمی یکلخت اچھل پڑا۔

”کیا ہے“...... اس نے وہیں سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اپنے اس بالم کو سمجھاؤ کہ ٹائیگر سے کیسے بات کی جاتی ہے۔ اٹ از مائی لاسٹ وارننگ“...... ٹائیگر نے چیخ کر کہا۔

”جاؤ اور جا کر کرو تلاش۔ اب سوبھی کی سفارش کیوں کرا رہے ہو“...... بالم نے بڑے طنزیہ لہجے میں کہا لیکن دوسرے لمحے ریٹ ریٹ کی تیز آوازوں کے ساتھ ہی نہ صرف بالم چیختا ہوا اچھل کر عقبی الماری سے ٹکرا کر نیچے گرا بلکہ سائیڈ کونے میں موجود سوبھی بھی چیختا ہوا اپنے ہاتھ کو جھٹکنے لگا۔ اس کے ہاتھ سے مشین گن نکل کر ایک سائیڈ پر جا گری تھی۔ یہ فائرنگ ٹائیگر کی طرف سے کی گئی تھی۔ ہال میں یکلخت خاموشی طاری ہو گئی تھی۔

''اور کسی کا تعارف اگر ٹائیگر کے ساتھ نہ ہوا ہو تو ہاتھ اونچا کرے۔ میں کرا دیتا ہوں تعارف''...... ٹائیگر نے باقاعدہ غنڈوں کے انداز میں چیخ کر کہا لیکن خاموشی طاری رہی۔

''اور کسی نے حرکت کی تو اس بار سوبھی کی طرح اسے معافی نہیں ملے گی۔ جو گولی سوبھی کے ہاتھ پر پڑی ہے یہ بالم کی طرح اس کے دل پر بھی پڑ سکتی تھی''...... ٹائیگر نے اسی طرح مخصوص انداز میں کہا۔

''تم مجھے بتاؤ کیا مسئلہ ہے''...... ایک لمبے قد کے آدمی نے قریب آتے ہوئے کہا۔

''تم کون ہو۔ بولو''...... ٹائیگر نے جھٹکے دار لہجے میں کہا۔

''یہ کوشو ہے۔ چیف کا نمائندہ''...... ایک اور آدمی نے ازخود بولتے ہوئے کہا۔

''میں نے گریگ سے ملنا ہے۔ یہی بات جب میں نے بالم سے کہی تو اس نے کہا کہ اسے کمیشن دیا جائے اور ٹائیگر سے کمیشن مانگنے والے کو زندہ رہنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی''...... ٹائیگر نے کہا۔

''گریگ سے ملنا ہے۔ آؤ میرے ساتھ۔ میں ملوا دیتا ہوں''۔ کوشو نے کہا۔

''کہاں ہے وہ۔ پہلے بتاؤ''...... ٹائیگر نے کہا۔

''سپر روم میں''...... کوشو نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ ہم خود چلے جائیں گے۔ تم یہیں رہو اور سنو۔ تم شاید ماسٹر زیلف کے نئے نمائندے بنے ہو ورنہ تم ٹائیگر سے اس انداز میں بات نہ کرتے''...... ٹائیگر نے منہ بناتے ہوئے کہا اور پھر ایک سائیڈ پر بنی ہوئی راہداری کی طرف بڑھ گیا۔ صفدر جواب تک خاموش کھڑا تھا اس کے پیچھے چل دیا۔ ہال میں چھائی ہوئی خاموشی یکلخت اونچے شور میں تبدیل ہو گئی لیکن اس دوران وہ دونوں راہداری میں داخل ہو چکے تھے۔

''بڑا رعب بنایا ہوا ہے تم نے''...... صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''بنانا پڑتا ہے صفدر صاحب۔ یہ دنیا ہی علیحدہ نوعیت کی ہے۔ یہاں جھکنے کو موت سمجھا جاتا ہے اور واقعی ہے بھی ایسا ہی۔ دوسرا سانس نہیں لینے دیتے یہاں کے لوگ''...... ٹائیگر نے کہا تو صفدر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ سیڑھیاں اتر کر ایک اور بڑے ہال نما تہہ خانے میں پہنچ گئے۔ یہاں مسلح افراد کی تعداد آٹھ سے زیادہ تھی۔ یہاں جواء کھیلا جا رہا تھا لیکن کھیلنے والے زیادہ تر غیرملکی اور امراء میں سے تھے۔

''کیا وہ گریگ بھی جواری ہے''...... صفدر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''پیشہ ور قاتل بھی ہے اور شارپر بھی۔ یہاں وہ شارپنگ کرتا ہے اور جواریوں کو لوٹتا ہے''...... ٹائیگر نے کہا اور پھر ایک ویٹر کو جو

ٹرے میں شراب کی بوتل اور چار خالی گلاس رکھے جا رہا تھا، ہاتھ کے اشارے سے روک لیا۔

"گریگ کون سی ٹیبل پر ہے"...... ٹائیگر نے کہا۔

"وہ سامنے گہرے نیلے سوٹ میں۔ وہ چار نمبر ٹیبل پر"۔ ویٹر نے کہا اور پھر تیزی سے آگے بڑھ گیا۔ ٹائیگر سر ہلاتا ہوا چار نمبر ٹیبل کی طرف بڑھ گیا جہاں دو جاپانی اور ایکریمین بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے ساتھ چار مقامی بھی تھے جن میں سے ایک گریگ تھا۔ ٹائیگر اس کے قریب پہنچ کر رک گیا۔ صفدر بھی اس کے پیچھے آ کر رک گیا۔

"میرا نام ٹائیگر ہے گریگ۔ تمہارے لئے ایک بڑی پارٹی لے آیا ہوں۔ روم نمبر تھری میں آ جاؤ۔ بڑا سودا ہے"...... ٹائیگر نے آہستہ سے کہا تو گریگ نے چونک کر ٹائیگر کی طرف دیکھا اور پھر ساتھ کھڑے صفدر کی طرف دیکھ کر اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"نقد لوں گا"...... اس نے آہستہ سے کہا۔

"ہاں۔ نقد ہی ملے گا۔ آؤ"...... ٹائیگر نے آہستہ سے کہا اور مڑ کر صفدر کو اشارہ کرتے ہوئے وہ ایک سائیڈ پر موجود راہداری کی طرف بڑھ گیا۔ اس راہداری میں دونوں اطراف میں کمرے بنے ہوئے تھے جن میں سے تقریباً آدھے سے زیادہ کمروں کے بند دروازوں کے اوپر سرخ رنگ کے بلب جل رہے تھے۔

"آیئے صفدر صاحب"...... ٹائیگر نے تین نمبر کے دروازے کو

دھکیل کر کھولتے ہوئے کہا۔ اس پر کوئی بلب نہ جل رہا تھا۔

"تمہیں کیسے پتہ چلا کہ یہ کمرہ خالی ہے"...... صفدر نے ٹائیگر کے پیچھے اندر داخل ہوتے ہوئے کہا تو ٹائیگر بے اختیار مسکرا دیا۔

"میں نے ہال میں داخل ہوتے ہی چیک کر لیا تھا تاکہ گریگ کو کسی کمرے کا نمبر بتایا جا سکے"...... ٹائیگر نے کہا تو صفدر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ کمرے میں ایک میز اور اس کے گرد چھ کرسیاں موجود تھیں۔

"بڑے انتظامات کئے گئے ہیں یہاں پر"...... صفدر نے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ یہ انڈر ورلڈ کا سب سے بڑا گڑھ ہے"...... ٹائیگر نے جواب دیا۔

"اب گریگ سے ہمیں پوچھ گچھ کرنی ہے"...... صفدر نے کہا۔

"ہاں۔ ورنہ وہ بدک گیا اور ہاتھ سے نکل گیا تو پھر اس کا قابو میں آنا مشکل ہو گا۔ یہ لوگ طویل عرصے تک انڈر گراؤنڈ ہو جاتے ہیں"...... ٹائیگر نے جواب دیا تو صفدر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ تقریباً بیس منٹ بعد دروازہ کھلا اور گریگ اندر داخل ہوا۔ وہ اپنے انداز سے ہی لڑنے بھڑنے والا اور سفاک فطرت آدمی دکھائی دیتا تھا۔

"میں نے تمہارا نام تو سنا ہوا ہے لیکن تمہیں دیکھا پہلی بار ہے۔ تمہیں میرے بارے میں کس نے بتایا ہے"...... گریگ نے

اندر داخل ہوتے ہوئے کہا۔

''تمہارے دوست ڈارسن نے''...... ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اوہ اچھا۔ بولو۔ کیا مسئلہ ہے''...... گریگ نے ڈارسن کا نام سن کر اطمینان بھرے لہجے میں کہا۔ اب وہ میز کی دوسری طرف صفدر کے سامنے کرسی پر بیٹھ چکا تھا۔ ٹائیگر نے آگے بڑھ کر دروازے کو اندر سے لاک کر دیا اور پھر سائیڈ پر موجود دیوار پر نصب ایک بٹن پریس کر دیا تو دروازے کے اوپر اندرونی طرف بھی سرخ رنگ کا بلب جل اٹھا۔ اس بلب کا یہاں اندر لگانے کا مقصد بھی یہی تھا کہ باہر کا بلب جل رہا ہے اور اب نہ صرف اندر سے باہر کوئی آواز جا سکے گی بلکہ جب تک بلب بجھے گا نہیں کوئی باہر سے بھی مداخلت نہ کر سکے گا۔ بلب جلا کر ٹائیگر اس طرف کو مڑا جدھر گریگ بیٹھا ہوا تھا اور پھر جیسے ہی وہ قریب پہنچا اس کا بازو بجلی کی سی تیزی سے گھوما اور اس کے ساتھ ہی گریگ چیختا ہوا اچھل کر کرسی سمیت نیچے جا گرا۔ اس نے ایک جھٹکے سے اٹھنے کی کوشش کی لیکن پھر وہ ساکت ہو گیا۔

''گڈ شو۔ تم واقعی عمران کے ہونہار شاگرد ہو''...... صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''شکریہ جناب۔ میرے لئے عمران صاحب کا شاگرد ہونا انتہائی اعزاز ہے''...... ٹائیگر نے کہا اور پھر جھک کر اس نے فرش

پر بے ہوش پڑے ہوئے گریگ کو اٹھا کر سائیڈ والی کرسی پر ڈالا اور اس کے ساتھ ہی اس نے کوٹ کی جیب سے نائیلون کی بنی ہوئی باریک رسی کا گچھا نکالا اور اس نے اس رسی کی مدد سے گریگ کو کرسی کے ساتھ اچھی طرح باندھ دیا۔ صفدر خاموش بیٹھا یہ سب کچھ ہوتے دیکھ رہا تھا۔

''تم پورے سامان کے ساتھ آئے ہو''...... صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''یہ رسی میرے کوٹ کی چھوٹی جیب میں ہر وقت موجود رہتی ہے۔ بعض اوقات بہت کام آتی ہے''...... ٹائیگر نے کہا تو صفدر نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا۔ گریگ کی کنپٹی پر مڑی ہوئی انگلی کی بھرپور ضرب کا سیاہ ہوتا ہوا نشان دور سے ہی نظر آ رہا تھا۔ ٹائیگر نے رسی کو مخصوص انداز میں گانٹھ دینے کے بعد اسے چیک کیا اور پھر اس نے گریگ کے لٹکے ہوئے سر کو اٹھا کر دونوں ہاتھوں سے اس کا منہ اور ناک بند کر دیا۔ چند لمحوں بعد جب گریگ کے جسم میں حرکت کے آثار نمودار ہونے شروع ہو گئے تو ٹائیگر نے ہاتھ ہٹا لئے اور پھر جیب سے خنجر نکال کر ہاتھ میں پکڑ لیا۔ چند لمحوں بعد ہی گریگ نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھولیں اور بے اختیار اٹھنے کی کوشش کی۔

''تم نے خیر پور جا کر ڈاکٹر احمد کے اسسٹنٹ آصف کو ہلاک کیا تھا''...... ٹائیگر نے خنجر کی نوک اس کی گردن پر رکھتے ہوئے

سرد لہجے میں کہا۔

''تم کیا چاہتے ہو ہو۔ سیدھی بات کرو''...... گریگ نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد سخت اور سرد لہجے میں کہا تو صفدر سمجھ گیا کہ گریگ واقعی پیشہ ور قاتل ہے کیونکہ اس قدر مضبوط اعصاب والے ہی پیشہ ور قاتل بن سکتے ہیں۔

''آصف پر تشدد کر کے تم نے اس سے کیا پوچھا تھا اور کس کے کہنے پر تم نے یہ کام کیا تھا''...... ٹائیگر نے کہا۔

''اس نے تمہیں گالیاں دی تھیں اور میں بھی دے رہا ہوں''۔ گریگ نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس کے منہ سے مغلظات نکلنے لگیں۔

''تم بہت جلد اپنی اصلیت پر آ گئے ہو گریگ''...... ٹائیگر نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس کا بازو گھوما اور کمرہ گریگ کے حلق سے نکلنے والی چیخ سے گونج اٹھا۔ ایک ہی وار سے اس کی ناک کا ایک نتھنا آدھے سے زیادہ کٹ گیا تھا اور ابھی گریگ کی چیخ ختم نہ ہوئی تھی کہ ٹائیگر کا بازو ایک بار پھر تیزی سے گھوما اور ایک بار پھر کمرہ گریگ کی چیخ سے گونج اٹھا۔ اس بار اس کا دوسرا نتھنا بھی آدھے سے زیادہ کٹ چکا تھا۔ وہ اس طرح دائیں بائیں سر مار رہا تھا جیسے اس کی گردن میں کوئی مشین فٹ ہو گئی ہو۔ اس کے منہ سے مسلسل کراہیں نکل رہی تھیں۔ ٹائیگر نے اس کے سر کے بال پکڑ کر ایک جھٹکے سے اس کا سر اٹھایا اور پھر ہاتھ میں پکڑے ہوئے خنجر کا دستہ اس نے گریگ کی پیشانی پر ابھر آنے والی رگ پر مار دیا اور گریگ کا پورا جسم اس طرح لرزنے لگا جیسے اس کے جسم سے انتہائی طاقتور الیکٹرک کرنٹ گزر رہا ہو۔

''اب بولو۔ کیا پوچھا تھا آصف سے۔ بولو''...... ٹائیگر نے تحکمانہ لہجے میں کہا اور ساتھ ہی پیشانی پر ایک اور ضرب لگا دی اور اس ضرب کے ساتھ ہی گریگ کا تنا ہوا جسم یکلخت ڈھیلا پڑ گیا۔ اس کے چہرے کے اعصاب بھی لٹک سے گئے تھے اور آنکھیں اوپر کو چڑھ گئی تھیں۔

''بولو۔ کیا پوچھا تھا آصف سے۔ بولو''...... ٹائیگر کا لہجہ مزید تحکمانہ ہو گیا تھا۔

''میں نے اس سے پوچھا تھا کہ ڈاکٹر احمد اپنے فارمولے کی ڈسک کہاں رکھتا تھا''...... گریگ نے رک رک کر اور ایک ایک لفظ علیحدہ علیحدہ بولتے ہوئے کہا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے اس کے گلے میں ٹکسال کام کر رہی ہو اور الفاظ سکوں کی صورت میں علیحدہ علیحدہ ڈھل کر باہر آ رہے ہوں۔

''پھر اس نے کیا بتایا''...... ٹائیگر نے کرخت لہجے میں پوچھا۔

''اس نے بتایا کہ ڈاکٹر احمد کو جب فارمولے کی ضرورت ہوتی تھی وہ ایک گھنٹے کے لئے لیبارٹری سے چلا جاتا تھا۔ واپسی پر اس کے پاس کمپیوٹر ڈسک موجود ہوتی تھی اور جب وہ ڈسک سے کام لے لیتا تھا تو پھر ایک گھنٹے لئے لیبارٹری سے باہر چلا جاتا تھا اور

پھر واپسی پر اس کے پاس ڈسک نہیں ہوتی تھی“...... گریگ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”مزید کیا بتایا تھا اس نے“...... ٹائیگر نے پوچھا۔

”بس۔ اس سے زیادہ اسے معلوم ہی نہ تھا“...... گریگ نے جواب دیا۔

”کس کے کہنے پر ہلاک کیا تھا تم نے اسے“...... ٹائیگر نے پوچھا۔

”رینالڈ کے۔ فائن کلب کے رینالڈ کے کہنے پر“...... گریگ نے رک رک کر کہا اور اس کے ساتھ ہی اس کی گردن ایک طرف گر گئی۔ ٹائیگر نے ہاتھ میں پکڑا ہوا خنجر اس کی شہ رگ میں اتار دیا اور جب اس کی روح اس کے قفس عنصری سے پرواز کر گئی تو ٹائیگر نے خنجر واپس کھینچا اور اسے اس کے لباس سے صاف کر کے اس نے اسے واپس جیب میں رکھ لیا اور پھر رسی کھولنے میں مصروف ہو گیا۔

”اس کا مطلب ہے کہ یہ سارا کھیل اسی فارمولے کے لئے کھیلا گیا ہے“...... صفدر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”ہاں۔ اور وہ فارمولا قاتلوں کے ہاتھ نہیں لگ سکا“...... ٹائیگر نے رسی کھول کر اسے گچھے کی صورت میں لپیٹتے ہوئے کہا۔

”اب اس گریگ کی لاش کا کیا کرو گے“...... صفدر نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

”میں نے کیا کرنا ہے۔ کلب والے خود ہی کچھ کرتے پھریں گے۔ آپ بے فکر رہیں۔ یہاں ایسی باتوں کی کوئی پرواہ نہیں کرتا اور پھر گریگ کے سلسلے میں میرا نام سامنے آ چکا ہے اس لئے معاملہ دبا دیا جائے گا“...... ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اب اس رینالڈ سے معلومات حاصل کرنا ہوں گی“...... صفدر نے کہا۔

”ہاں۔ گریگ کی موت کی خبر پھیلنے سے پہلے ہمیں اس تک پہنچنا ہو گا ورنہ وہ ہوشیار ہو جائے گا اور ہو سکتا ہے کہ بیرون ملک فرار ہو جائے۔ آئیں“...... ٹائیگر نے کہا اور اس نے دروازے کے ساتھ دیوار پر موجود بٹن آف کر دیا تو دروازے پر جلنے والا سرخ بلب بھی آف ہو گیا۔ ٹائیگر نے دروازہ کھولا اور باہر راہداری میں آ گیا۔ اس کے پیچھے صفدر بھی باہر آ گیا تو ٹائیگر نے دروازہ بند کر کے اسے باہر سے لاک کر دیا اور پھر وہ دونوں ہی ہال سے گزر کر سیڑھیاں چڑھ کر اوپر راہداری سے گزرتے ہوئے کلب سے باہر آ گئے۔

”اب کیا پروگرام ہے صفدر صاحب آپ کا“...... ٹائیگر نے پارکنگ کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

”میرا خیال ہے کہ میں چیف کو اس بارے میں تفصیلی رپورٹ کروں۔ اب تک تو میں صرف اس لئے کام کر رہا تھا کہ میری ڈاکٹر احمد سے ایک فنکشن میں ملاقات ہوئی تھی لیکن اب یہ کسی

سائنسی فارمولے کا مسئلہ سامنے آ گیا ہے“...... صفدر نے کہا۔

”میرا خیال ہے کہ چیف کو اس کا علم ہو گا“...... ٹائیگر نے کہا۔

”تمہیں یہ خیال کیسے آیا“...... صفدر نے چونک کر پوچھا۔

”باس نے مجھے یہ کام سونپا ہے اور باس کی عادت ہے کہ وہ چھوٹی سے چھوٹی بات بھی چیف تک ضرور پہنچا دیتے ہیں“۔ ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ پھر بھی میری ڈیوٹی ہے کہ میں انہیں رپورٹ کروں“...... صفدر نے کہا۔

”تو آپ فلیٹ پر جا کر رپورٹ کریں گے“...... ٹائیگر نے کہا۔

”اوہ نہیں۔ اب ہمارے پاس سیل فون موجود ہیں۔ کیا تمہیں عمران صاحب نے نہیں دیا سیل فون“...... صفدر نے کہا۔

”میرے پاس بھی ہے“...... ٹائیگر نے کہا۔

”تو پھر تم اپنی کار میں بیٹھو۔ میں اپنی کار میں بیٹھ کر چیف کو رپورٹ دے لوں پھر مل کر آئندہ کا پروگرام بنائیں گے“...... صفدر نے کہا۔

”آپ نے فائن کلب تو دیکھا ہو گا۔ معروف کلب ہے“۔ ٹائیگر نے کہا۔

”ہاں۔ کیوں“...... صفدر نے کہا۔

”میں ادھر جا رہا ہوں۔ آپ بھی بات کر کے آنا چاہیں تو وہیں آ جائیں“...... ٹائیگر نے کہا۔

”تم وہاں رینالڈ سے اگلواؤ گے گریگ کی طرح“...... صفدر نے کہا۔

”نہیں جناب۔ وہاں ایسا ممکن نہیں ہے۔ البتہ مجھے اس کے آفس کے خفیہ راستے کا علم ہے۔ میں اسے بے ہوش کر کے اس خفیہ راستے سے اپنی کار میں ڈال کر رانا ہاؤس لے جاؤں گا اور پھر وہاں اس سے معلومات حاصل کی جا سکتی ہیں“...... ٹائیگر نے کہا۔

”اوکے۔ پھر ضرورت ہوئی تو میں تم سے فون پر بات کر لوں گا۔ تمہارا نمبر کیا ہے“...... صفدر نے کہا تو ٹائیگر نے نمبر بتا دیا اور صفدر نے نمبر سیل فون میں فیڈ کر لیا۔

”تم نے میرا نمبر نہیں پوچھا“...... صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”آپ کا تعلق سیکرٹ سروس سے ہے اس لئے میں نے دانستہ نہیں پوچھا تھا“...... ٹائیگر نے کہا تو صفدر بے اختیار ہنس پڑا۔

”تم اب غیر نہیں ہو“...... صفدر نے کہا اور اپنا نمبر بتا دیا۔ ٹائیگر نے اس کا شکریہ ادا کیا اور پھر اپنی کار کی طرف بڑھ گیا۔ صفدر نے کار میں بیٹھ کر جیب سے سیل فون نکالا اور اس پر ٹرپل زیرو پریس کر دیا تاکہ سیل فون سپیشل فون بن جائے کیونکہ وہ اس فون سے چیف سے بات کرنا چاہتا تھا۔

”ایکسٹو“...... رابطہ ہوتے ہی چیف کی مخصوص آواز سنائی دی تو صفدر نے انہیں فنکشن میں ڈاکٹر احمد سے ہونے والی ملاقات سے

لے کر اخبار میں ان کے بارے میں رپورٹ پڑھنے کے بعد اب تک ہونے والی تمام کارروائی بھی بتا دی اور ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا کہ ٹائیگر، عمران کے حکم پر اس کیس پر کام کر رہا ہے۔

’’تمہاری رپورٹ سے پہلی بار یہ بات سامنے آئی ہے کہ جنہوں نے ڈاکٹر احمد کو ہلاک کیا ہے اور لیبارٹری تباہ کی ہے وہ فارمولا حاصل کرنے میں ناکام رہے ہیں۔ عمران اس سلسلے میں ابتدائی کام کر رہا ہے۔ تم اس سے رابطہ کرو‘‘...... چیف نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو صفدر نے فون آف کر کے جیب میں ڈال لیا کیونکہ اس کا خیال تھا کہ شاید اس کیس کا عمران کی بجائے اس سے آغاز ہو گا لیکن اس بار بھی عمران اور اس کا شاگرد ہی آگے تھے۔ وہ ایک بار پھر پیچھے رہ گیا تھا۔ وہ کار پارکنگ سے نکال کر سڑک پر لے آیا اور پھر اس نے کار کا رخ اپنی رہائش گاہ کی طرف موڑ دیا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ ٹائیگر کام کر رہا ہے اس لئے عمران سے رابطہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ پھر وہ اپنے فلیٹ میں پہنچ کر بیٹھا ہی تھا کہ سیل فون کی گھنٹی بج اٹھی تو اس نے جیب سے سیل فون نکال کر اسے آن کیا تو سکرین پر ٹائیگر کا نام چمک رہا تھا۔ اس نے رابطے کا بٹن پریس کر دیا۔

’’ہیلو‘‘...... صفدر نے نام لئے بغیر کہا۔

’’صفدر صاحب۔ میں ٹائیگر بول رہا ہوں‘‘...... دوسری طرف سے ٹائیگر کی آواز سنائی دی۔ لہجہ مؤدبانہ تھا۔ یہ ٹائیگر کی عادت تھی

کہ وہ عمران کے ساتھیوں کے ساتھ اسی طرح مؤدبانہ انداز میں بات کرتا تھا جیسے عمران سے کرتا تھا۔

’’کیا ہوا رینالڈ کا۔ کوئی خاص بات سامنے آ گئی ہے‘‘۔ صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

’’رینالڈ کو دو گھنٹے پہلے اس وقت گولی مار دی گئی ہے جب وہ کار پر سوار گھر سے نکل کر کلب آ رہا تھا‘‘...... ٹائیگر نے کہا۔

’’اوہ۔ تو اس معاملے میں ہر اس آدمی کو ہٹایا جا رہا ہے جس سے اصل آدمیوں تک پہنچا جا سکتا ہو‘‘...... صفدر نے کہا۔

’’ہاں صفدر صاحب۔ میں کوشش کر رہا ہوں کہ قاتلوں کو ٹریس کیا جا سکے تاکہ اصل مجرموں تک پہنچا جا سکے۔ اگر کوئی اہم بات سامنے آئی تو میں آپ کو بھی مطلع کر دوں گا‘‘...... ٹائیگر نے کہا۔

’’او کے۔ تھینک یو‘‘...... صفدر نے کہا اور فون آف کر کے اس نے واپس جیب میں ڈال لیا۔ اب ظاہر ہے مزید کام کرنے کا سکوپ ہی نہ رہا تھا۔

سوبرز اور کرسیا دونوں پاکیشیا دارالحکومت کی ایک رہائشی کالونی کی کوٹھی کے کمرے میں بیٹھے شراب پینے میں مصروف تھے۔ انہیں پاکیشیا آئے ہوئے دوسرا روز تھا اور اس کوٹھی کا بندوبست بھی کائن کلب کے کارل نے کیا تھا اور وہ دونوں ایئر پورٹ سے سیدھے یہاں پہنچ گئے تھے۔ ویسے ان دونوں کے پاس پالینڈ کی ایک یونیورسٹی کے کاغذات تھے جن کے مطابق سوبرز اور کرسیا دونوں یونیورسٹی کے ایشیائی مطالعاتی شعبے سے تعلق رکھتے تھے اور یونیورسٹی کی طرف سے پاکیشیا اور کافرستان کے مطالعاتی دورے پر یہاں پہنچے تھے۔ کاغذات اس انداز میں بنائے گئے تھے کہ اگر ان کی تصدیق کی جاتی تو وہ درست ثابت ہوتے۔ اس لئے وہ دونوں مطمئن تھے۔

''اب اصل مسئلہ یہ ہے کہ فارمولا کیسے اور کہاں تلاش کیا

جائے۔ ہمارے پاس کوئی کلیو بھی نہیں ہے۔ صرف اتنا معلوم ہے کہ ڈاکٹر احمد کو فارمولا لانے اور لے جانے پر ایک گھنٹہ لگتا تھا۔ اس سے کیا معلوم ہو سکتا ہے''...... سوبرز نے کہا۔

''ڈاکٹر احمد خود تو کار نہ چلا سکتا ہو گا۔ لامحالہ اس کا ڈرائیور اسے ساتھ لے جاتا ہو گا۔ اگر وہ ڈرائیور مل جائے تو مسئلہ حل ہو سکتا ہے''...... کرسیا نے کہا تو سوبرز بے اختیار اچھل پڑا۔

''اوہ۔ اوہ۔ ویری گڈ آئیڈیا۔ کرسیا۔ تم واقعی بے حد ذہین ہو۔ گڈ آئیڈیا۔ لیکن کیسے معلوم کیا جائے کہ ڈاکٹر احمد کا ڈرائیور کون ہے اور اب کہاں ہو گا''...... سوبرز نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

''ڈاکٹر احمد کی رہائش گاہ پر ہی رہتا ہو گا۔ ڈاکٹر احمد ہلاک ہوا ہے۔ اس کی فیملی تو ہلاک نہیں ہوئی''...... کرسیا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اوہ ہاں۔ لیکن وہاں سے معلوم کیسے کیا جائے۔ براہ راست کال کروں تو ہو سکتا ہے کہ پولیس نے فون چیکر لگایا ہوا ہو اور ہم مشکوک ہو گئے تو پولیس ہماری نگرانی شروع کر دے گی''...... سوبرز نے کہا تو کرسیا بے اختیار ہنس پڑی۔

''یہ ایشیا ہے یورپ نہیں۔ یہاں کی پولیس اس انداز میں کام نہیں کرتی جس انداز میں یورپ کی پولیس کرتی ہے۔ ہم ایسا کرتے ہیں کہ اس ڈاکٹر احمد کی کوٹھی پر جا کر ان سے کہتے ہیں کہ ہماری کار خراب ہو گئی ہے۔ ڈرائیور کو بھیج دیں تاکہ وہ کار کو ٹھیک

کر دے‘‘...... کرسیا نے کہا۔

’’نہیں۔ اس طرح ہم سامنے آ جائیں گے اور ہمارے بارے میں اطلاع کہیں بھی پہنچ سکتی ہے‘‘...... سوبرز نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

’’ٹھیک ہے۔ تم یہاں بیٹھو۔ میں معلوم کر کے آتی ہوں‘‘۔ کرسیا نے اٹھتے ہوئے کہا۔

’’بیٹھو کرسیا۔ جذباتی ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہمیں ہر قدم پھونک پھونک کر اٹھانا ہے۔ مجھے کچھ سوچنے دو‘‘...... سوبرز نے کہا تو کرسیا دوبارہ بیٹھ گئی۔

’’اب یہ نہ سوچنا کہ کارل ہی ڈرائیور کے بارے میں معلومات مہیا کرے‘‘...... کرسیا نے کہا تو سوبرز بے اختیار ہنس پڑا۔

’’سچ تو یہ ہے کہ میں ایسا ہی سوچ رہا تھا‘‘...... سوبرز نے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

’’ٹھیک ہے۔ آؤ چلیں۔ ہمیں خود وہاں جانا ہو گا‘‘...... سوبرز نے کہا تو کرسیا فاتحانہ انداز میں مسکراتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی۔ تھوڑی دیر بعد ان کی کار اس کالونی کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی جہاں ڈاکٹر احمد کی رہائش گاہ تھی اور جس کے نیچے تہہ خانوں میں لیبارٹری بنی ہوئی تھی۔ چونکہ وہ پہلے اس کوٹھی کے نیچے تہہ خانوں میں کام کر چکے تھے اس لئے انہیں کوٹھی کے بارے میں بخوبی علم تھا۔ تقریباً ایک گھنٹے کی ڈرائیونگ کے بعد وہ اس کالونی میں داخل

ہوئے اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ ڈاکٹر احمد کی کوٹھی کے گیٹ کے سامنے سے گزرے تو وہ یہ دیکھ کر چونک پڑے کہ گیٹ بند تھا اور چھوٹے گیٹ کو باہر سے تالا لگا واضح طور پر نظر آ رہا تھا۔

’’کوٹھی تو لاکڈ ہے‘‘...... کرسیا نے کہا۔

’’ہاں۔ اس کا مطلب ہے کہ فیملی کہیں گئی ہوئی ہے‘‘...... سوبرز نے کہا۔

’’لیکن کوئی چوکیدار تو ہو گا۔ ایسے تالا لگا کر تو کوئی نہیں جاتا‘‘...... کرسیا نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ سوبرز نے اس دوران کار ایک خالی پلاٹ کے ساتھ بنی ہوئی پبلک پارکنگ میں لے جا کر روک دی اور ابھی وہ دونوں کار سے باہر نکلے ہی تھے کہ ایک نوجوان ہاتھ میں ٹوکن اٹھائے ان کی طرف آیا۔

’’سر۔ یہ ٹوکن لے لیں‘‘...... نوجوان نے کہا۔

’’کیا یہاں ٹوکن سسٹم ہے‘‘...... سوبرز نے چونک کر اور حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

’’یس سر۔ لیکن کوئی فیس چارج نہیں کی جاتی۔ کالونی کی ویلفیئر سوسائٹی نے کاروں کی حفاظت کے لئے یہ انتظام کیا ہوا ہے۔ ہمیں تنخواہ بھی سوسائٹی ادا کرتی ہے‘‘...... نوجوان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔ پارکنگ میں چھ سات کاریں پہلے سے موجود تھیں۔

’’ہم نے ڈاکٹر احمد کی فیملی سے ملنا تھا لیکن ان کی کوٹھی پر تو تالا لگا ہوا ہے‘‘...... کرسیا نے کہا۔

"فیملی میں ان کی اکلوتی بیٹی تھی۔ وہ کوٹھی چھوڑ کر کہیں چلی گئی ہے۔ کوٹھی میں ایک چوکیدار رہتا ہے لیکن وہ رات کو آتا ہے اور صبح کو تالا لگا کر چلا جاتا ہے"...... نوجوان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کہاں سے معلوم ہو سکے گا کہ ڈاکٹر احمد کی بیٹی کہاں ہو سکتی ہے تاکہ اس سے ملاقات کی جا سکے۔ ڈاکٹر احمد کے ساتھ ہمارے یورپ میں بڑے قریبی تعلقات رہے ہیں"...... کرسیا نے دانستہ آخری فقرے کہے تاکہ نوجوان کے چہرے پر نظر آنے والی حیرت دور ہو سکے کیونکہ ظاہر ہے وہ دونوں غیر ملکی تھے اس لئے ڈاکٹر احمد کی بیٹی سے ملاقات کی اس انداز میں خواہش پر نوجوان حیران نظر آ رہا تھا۔

"اوہ اچھا۔ لیکن یہ بات تو اس چوکیدار سے ہی معلوم ہو سکتی ہے۔ اس کے لئے آپ کو رات کو آنا پڑے گا۔ رات کو یہاں کسی کی ڈیوٹی نہیں ہوتی اس لئے میں بھی یہاں نہیں ہوتا"...... نوجوان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"تم کب سے یہاں ملازمت کر رہے ہو"...... سوبرز نے پوچھا۔

"پانچ سال تو ہو گئے ہیں جناب۔ یہاں ہمارے ملک میں بے روزگاری ہے اس لئے میں یہاں مجبوراً معمولی سی تنخواہ پر کام کر رہا ہوں"...... نوجوان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اچھا کرتے ہو۔ تم نے ملازمت کو انا کا مسئلہ نہیں بنایا۔ تمہیں تو معلوم ہو گا کہ ڈاکٹر احمد صاحب کا ڈرائیور کون تھا۔ کیا نام تھا اس کا۔ سنا ہے کہ وہ اس فیملی کے ساتھ ہی رہتا ہے"...... سوبرز نے کہا۔

"ڈاکٹر صاحب خود تو زیادہ تر لیبارٹری میں ہی مصروف رہتے تھے۔ البتہ ڈرائیور ان کی بیٹی کو لے جاتا تھا۔ کبھی کبھار ڈاکٹر صاحب بھی ساتھ ہوتے تھے۔ ڈرائیور سے میری ایک بار ہی ملاقات ہوئی ہے۔ اس کا نام فیروز ہے اور اس نے مجھے بتایا تھا کہ وہ کنگھی محلے میں مسجد الخیر کے ساتھ رہتا ہے"...... اس نوجوان نے جواب دیا تو سوبرز نے جیب سے ایک بڑا نوٹ نکال کر اس نوجوان کے ہاتھ میں تھما دیا۔

"تم اچھے آدمی ہو۔ یہ میری طرف سے اپنے لئے کوئی چیز خرید لینا"...... سوبرز نے کہا تو نوجوان نے رسمی انداز میں انکار کرنے کے بعد نوٹ جیب میں رکھ لیا۔ اس کے چہرے پر مسرت کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

"شکریہ جناب"...... نوجوان نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

"یہ کنگھی محلہ کہاں ہے۔ یہاں سے راستہ بتاؤ"...... سوبرز نے کہا۔

"جناب۔ آپ غیر ملکی ہیں۔ آپ وہاں تک نہیں پہنچ سکتے۔ البتہ کنگھی محلے کے قریب ایک کمرشل ایریا ہے جسے سپر کمرشل ایریا

کہا جاتا ہے۔ اگر آپ وہاں پہنچ جائیں تو پھر آپ محلے تک بھی پہنچ جائیں گے“...... نوجوان نے کہا تو سوبرز اور کرسیا نے اس نوجوان کا شکریہ ادا کیا اور پھر کار لے کر اس کالونی سے باہر آ گئے اور پھر مزید نصف گھنٹے کی ڈرائیونگ کے بعد وہ سپر کمرشل ایریا میں پہنچ گئے۔ یہاں بھی پبلک پارکنگ موجود تھی۔ سوبرز نے وہاں کار روکی اور کارڈ لے کر وہ دونوں پارکنگ سے باہر آ گئے اور پھر پوچھتے پوچھتے آخرکار وہ ایک قدیم دور کے بنے ہوئے انتہائی تنگ گلیوں پر مبنی گندے سے محلے میں پہنچ گئے۔

”اس قدر گندگی میں یہ لوگ رہتے ہیں۔ میں تو سوچ بھی نہیں سکتی تھی“...... کرسیا نے ناک چڑھاتے ہوئے کہا۔

”ہمیں لوگ حیرت بھری نظروں سے دیکھ رہے ہیں“...... سوبرز نے کہا۔

”کوئی بات نہیں۔ ہم یونیورسٹی سے جس مطالعاتی دورے پر آئے ہوئے ہیں یہ محلہ اس مطالعے میں شامل تھا“...... کرسیا نے کہا تو سوبرز بے اختیار ہنس پڑا۔ اصل مسئلہ ان کے لئے یہ تھا کہ یہاں کے لوگ ان کی زبان نہ جانتے تھے لیکن پھر انہیں ایک نوجوان مل گیا جو ان کی زبان کسی حد تک سمجھ لیتا تھا۔

”مسجد الخیر تو انتہائی تنگ علاقہ میں ہے۔ آپ وہاں تک تو کسی صورت نہیں جا سکتے جناب۔ آپ مجھے بتائیں کہ آپ نے کس سے ملنا ہے۔ میں اسے بلا لاتا ہوں“...... نوجوان نے جس کا نام

مشکور تھا، ان سے کہا تو انہوں نے ڈرائیور فیروز کے بارے میں بتا دیا۔

”ٹھیک ہے۔ آپ یہیں رکیں میں اسے بلا لاتا ہوں۔ میں نے اس کا مکان دیکھا ہوا ہے“...... مشکور نے کہا اور واپس مڑ گیا۔

”ابھی مزید تنگ علاقہ آ گئے ہے۔ حیرت ہے۔ یہ کس طرح کی زندگی گزار رہے ہیں یہ لوگ“...... کرسیا نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”میں نے بھی زندگی میں پہلی بار ایسا علاقہ دیکھا ہے۔ ابھی نجانے کیسے علاقے ہوں گے یہاں حالانکہ بظاہر یہاں بڑی بڑی کالونیاں ہیں جن میں شاندار اور قیمتی رہائش گاہیں ہیں لیکن یہاں ایسے علاقے بھی ہیں جہاں سانس لینا دوبھر ہو رہا ہے“...... سوبرز نے کہا اور پھر تھوڑی دیر بعد مشکور ایک ادھیڑ عمر آدمی کے ساتھ واپس آ گیا۔ وہ اس انداز میں چل رہا تھا جیسے بیمار ہو۔

”یہ فیروز ہے جناب۔ یہ آج کل بیمار ہے اس کے باوجود میں اسے لے آیا ہوں“...... مشکور نے کہا تو فیروز نے ان دونوں کو سلام کیا۔ اس کے چہرے پر حیرت کے تاثرات نمایاں تھے۔

”جناب۔ آپ مجھے کیسے جانتے ہیں اور کیوں ملنے آئے ہیں۔ میں تو غریب سا آدمی ہوں“...... فیروز نے رک رک کر لیکن کسی حد تک اپنا مطلب ان دونوں کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

”تم ڈاکٹر احمد کے ڈرائیور تھے۔ ہمارے ڈاکٹر احمد سے گہرے

تعلقات رہے ہیں۔ ہم یونیورسٹی کی طرف سے یہاں آئے ہیں تو ہم نے ڈاکٹر احمد سے ملاقات کرنا چاہی مگر معلوم ہوا کہ انہیں ہلاک کر دیا گیا ہے۔ ہم نے ان کی بیٹی سے ملنے کی کوشش کی تو کوٹھی پر تالا لگا ہوا تھا۔ ہمیں وہاں پارکنگ نوجوان نے تمہارے بارے میں بتایا تو ہم تم سے ملنے یہاں آ گئے“...... سوبرز نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

”اوہ اچھا۔ لیکن ڈاکٹر صاحب کی بیٹی تو کارمن چلی گئی ہیں۔ وہاں ان کی خالہ رہتی ہیں۔ مجھے تو انہوں نے فارغ کر دیا ہے۔ ویسے بھی میں بیمار ہوں“...... فیروز نے کہا۔

”تم ہمارے ساتھ آؤ۔ قریب ہی ہماری کار موجود ہے۔ کسی اچھے سے ہوٹل میں بیٹھ کر کافی پیتے ہیں اور آپ سے ڈاکٹر احمد کی باتیں کرتے ہیں۔ ہم آپ کی مدد بھی کریں گے“...... سوبرز نے جیب سے ایک بڑا نوٹ نکال کر فیروز کے ہاتھ میں رکھتے ہوئے کہا۔

”شکریہ جناب۔ بہت شکریہ۔ میں واقعی اس کا ضرورت مند تھا۔ آیئے“...... فیروز نے خوش ہو کر کہا اور پھر سوبرز نے اس نوجوان مشکور کا شکریہ ادا کیا اور فیروز نے بھی اس کا شکریہ ادا کیا۔ اس کے بعد وہ اس طرف آ گئے جہاں ان کی کار موجود تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ قریب ہی ایک ہوٹل کے ہال میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ہال اس وقت تقریباً خالی تھا اور انہوں نے ویسے بھی بیٹھنے کے لئے

آخری ٹیبل کا انتخاب کیا تھا اس لئے وہاں قریب بھی کوئی آدمی موجود نہ تھا۔ سوبرز نے ویٹر کو کافی لانے کا کہہ دیا۔

”فیروز صاحب۔ ڈاکٹر احمد کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ وہ بعض اوقات کسی کام کے لئے لیبارٹری سے چلے جاتے تھے اور ہمیشہ ایک گھنٹہ لگا کر واپس آتے تھے۔ کیا وہ ایک گھنٹہ کسی تفریحی مقام پر گزارتے تھے“...... سوبرز نے کہا۔

”اوہ۔ آپ کا مطلب شاید شام نگر سے ہے جہاں کبھی کبھار ڈاکٹر صاحب جاتے رہتے تھے۔ وہاں آنے جانے میں تقریباً ایک گھنٹہ ہی لگ جاتا ہے“...... فیروز نے کہا اور اسی لمحے ویٹر نے کافی کے برتن میز پر لگانے شروع کر دیئے۔

”میں بناتی ہوں کافی“...... کرسیا نے کہا اور برتن اٹھا کر اپنے سامنے رکھ لئے۔

”یہ شام نگر کوئی نواحی علاقہ ہے۔ وہ وہاں کہاں جاتے تھے“۔ سوبرز نے پوچھا۔

”جی۔ شام نگر انڈسٹریل علاقہ ہے۔ وہاں ایک فیکٹری ہے کیمیکلز بنانے کی۔ ڈان کیمیکلز نام ہے اس کا۔ ڈاکٹر صاحب اس فیکٹری کے اندر جاتے تھے۔ کار باہر ہی روک دی جاتی تھی اور پھر تقریباً دس پندرہ منٹ بعد وہ واپس آ جاتے تھے اور پھر ہم واپس لیبارٹری آ جاتے تھے“...... فیروز نے بتایا۔

”فیکٹری میں۔ وہاں وہ کیا کرتے تھے اور وہ بھی اتنی جلدی

واپسی"...... کرسیا نے کہا۔

"جی۔ مجھے تو معلوم نہیں ہے اور میری جرأت بھی نہیں تھی ان سے کچھ پوچھنے کی کیونکہ وہ مزاجاً خاصے سخت گیر آدمی تھے اور زیادہ تر خاموش رہتے تھے"...... فیروز نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کتنے وقفے کے بعد وہ وہاں جاتے تھے"...... سوبرز نے پوچھا۔

"مہینے میں ایک دو بار اور وہ بھی گیارہ بجے دوپہر کو"...... فیروز نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ویسے تمہارا کوئی اندازہ تو ہو گا۔ آدمی حیران تو ہوتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب اپنی مصروفیات چھوڑ کر کیوں جاتے ہیں"...... سوبرز نے کہا۔

"جی ہاں۔ حیران تو میں بھی ہوتا تھا لیکن پوچھ نہ سکتا تھا۔ البتہ میرا ایک اندازہ ہے کہ شاید فیکٹری میں کسی لاکر کا مسئلہ تھا کیونکہ ایک بار وہ چابیاں اٹھانا بھول گئے تھے تو ہمیں واپس آ کر دوبارہ جانا پڑا تھا"...... فیروز نے جواب دیا۔ اس دوران کرسیا نے کافی کی پیالیاں ان کے سامنے رکھ دی تھیں۔ پھر کافی پینے کے بعد سوبرز نے دو اور بڑے نوٹ فیروز کو دیئے اور اس کا شکریہ ادا کیا تو فیروز انہیں سلام کر کے واپس چلا گیا۔

"کہیں یہ ڈرائیور ہمیں بے وقوف تو نہیں بنا گیا"...... کرسیا نے فیروز کے جانے کے بعد کہا۔

"بظاہر تو اس نے سیدھی بات کی ہے لیکن مجھے اس کے لہجے سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ سچ بول رہا ہے۔ میرا خیال ہے کہ ہمیں فیکٹری کا راؤنڈ لگانا چاہئے"......سوبرز نے کہا۔

"کس بہانے"...... کرسیا نے کہا۔

"ارے۔ وہ مطالعاتی دورہ۔ فیکٹری کو اندر سے دیکھیں گے۔ وہاں کے مزدوروں اور مالکوں سے ملیں گے"...... سوبرز نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ آؤ چلیں"...... کرسیا نے کہا تو سوبرز نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر اس نے ویٹر کو بلا کر اسے بل اور ٹپ دی اور پھر وہ دونوں ہوٹل سے باہر آ گئے۔

عمران دانش منزل کے آپریشن روم میں داخل ہوا تو بلیک زیرو احتراماً اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"بیٹھو"...... سلام دعا کے بعد عمران نے کہا اور پھر وہ اپنے لئے مخصوص کرسی پر بیٹھ گیا۔

"عمران صاحب۔ ڈاکٹر احمد کے قتل کے سلسلے میں صفدر نے مجھ سے فون پر بات کی تھی۔ آپ سے چونکہ میری بات ہو چکی تھی اس لئے میں نے اسے کور کر لیا ورنہ خاصی مشکل ہو جاتی"۔ بلیک زیرو نے کہا۔

"ہاں۔ صفدر اور ٹائیگر دونوں نے مل کر خاصا کام کیا ہے اور پیشہ ور قاتل گریگ سے انہوں نے پوچھ گچھ کی ہے۔ ٹائیگر نے مجھے تفصیلی رپورٹ دی ہے لیکن اس میں اہم بات یہ سامنے آئی ہے کہ ڈاکٹر احمد کا وہ اسسٹنٹ جس کا نام آصف تھا اور جو زندہ بچ

گیا تھا اس پر اس گریگ نے تشدد کر کے کسی فارمولے کے بارے میں پوچھا تو اس اسسٹنٹ نے اسے یہی جواب دیا کہ جب بھی ڈاکٹر احمد کو فارمولے کی ضرورت پڑتی تھی جو کمپیوٹر ڈسک میں تھا تو وہ ایک گھنٹے کے لئے لیبارٹری سے چلے جاتے تھے اور پھر جب واپس آتے تو فارمولا ان کے پاس ہوتا تھا۔ اسی طرح جب وہ فارمولا لے کر واپس جاتے تو پھر ان کی واپسی ایک گھنٹے بعد ہوتی تھی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اصل جھگڑا کسی فارمولے کا ہے جو ابھی تک قاتلوں کو نہیں مل سکا"...... عمران نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

"آپ نے سرداور سے تو بات کی ہو گی۔ ڈاکٹر احمد کس نوعیت کی ریسرچ کر رہے تھے"...... بلیک زیرو نے کہا۔

"وہ ایسی ریز پر کام کر رہے تھے جو ساحلوں کے ساتھ سمندر کے نیچے دنیا کی سخت ترین چٹانوں کو بھی ریزہ ریزہ کر دیتی ہیں۔ ان چٹانوں کو ونائن کہا جاتا ہے اور یہ اکثر ساحلوں کے ساتھ ساتھ طویل فاصلے تک بن جاتی ہیں۔ ان کی وجہ سے بے شمار ممالک اپنے سمندروں کے طویل ساحلوں کو بندرگاہوں میں تبدیل نہیں کر سکتے۔ یہی مسئلہ پاکیشیا کے ساتھ بھی ہے۔ یہاں بھی صرف ایک بڑی اور ایک چھوٹی بندرگاہ ہے جبکہ باقی طویل فاصلوں تک ونائن چٹانیں ہی چٹانیں ہیں۔ اگر یہ چٹانیں تباہ ہو سکیں تو یہیں ڈیپ سی بندرگاہیں بن سکتی ہیں اور ان سے پورے ملک میں خوشحالی اور بہتر

معاشی انقلاب لایا جا سکتا ہے اور تقریباً یہی حال دوسرے ملکوں کا بھی ہے۔ ڈاکٹر احمد نے اینٹی وٹائن ریز کا کامیاب تجربہ کر لیا تھا لیکن اسے وہ اب مزید طاقتور اور وسیع رینج میں فائرنگ کرنے کی حد میں لے آنے پر کام کر رہے تھے کہ انہیں ہلاک کر دیا گیا اور لیبارٹری تباہ کر دی گئی۔ ہم نے یہی سمجھا کہ فارمولا قاتل لے گئے ہوں گے لیکن اب گریگ کے ذریعے پہلی بار یہ بات سامنے آئی ہے کہ قاتل فارمولا نہیں لے جا سکے اور وہ اب اسے تلاش کر رہے ہیں“...... عمران نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

”گریگ کو جس نے کام دیا ہوگا اس کے بارے میں بھی ٹائیگر نے معلومات حاصل کی ہوں گی“...... بلیک زیرو نے کہا۔

”ہاں۔ اس کا نام رینالڈ ہے جو فائن کلب کا مالک ہے لیکن ٹائیگر نے رپورٹ دی ہے کہ رینالڈ کو گھر سے نکلتے ہوئے فائرنگ کر کے ہلاک کر دیا گیا ہے اور اب وہ رینالڈ کے قاتلوں کے بارے میں معلومات حاصل کرتا پھر رہا ہے“...... عمران نے کہا۔

”اس کا مطلب ہے کہ وہ لوگ ہمارے تمام راستے بند کرتے جا رہے ہیں“...... بلیک زیرو نے کہا۔

”میرا خیال ہے کہ یہ لوگ ملٹری انٹیلی جنس سے خوفزدہ ہیں۔ کیپٹن احسان پر بھی اس گریگ نے قاتلانہ حملہ کیا۔ یہ تو کیپٹن احسان کی قسمت میں تھا کہ وہ بچ گیا۔ پاکیشیا سیکرٹ سروس کا شاید انہیں ابھی خیال ہی نہیں آیا“...... عمران نے کہا۔

”تو اب اس فارمولے کے لئے آپ نے کیا پلاننگ کی ہے“۔ بلیک زیرو نے پوچھا۔

”یہ فارمولا واقعی پاکیشیا کے روشن مستقبل کے لئے انتہائی اہمیت کا حامل ہے اس لئے اس فارمولے کا بھی تحفظ کرنا ہوگا اور ان قاتلوں کو بھی ٹریس کرنا ہو گا جنہوں نے ڈاکٹر احمد اور اس کے اسسٹنٹ اور ملٹری انٹیلی جنس کے چار کارکنوں کو ہلاک کیا ہے“۔ عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ مزید کوئی بات ہوتی عمران کی جیب سے سیل فون کی مخصوص گھنٹی کی آواز سنائی دی تو عمران نے جیب سے سیل فون نکالا تو سکرین پر ٹائیگر کا نام موجود تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ ٹائیگر کی طرف سے کال کی جا رہی ہے۔

”یس۔ علی عمران بول رہا ہوں“...... عمران نے رابطے کا بٹن پریس کرتے ہوئے کہا۔

”ٹائیگر بول رہا ہوں باس“...... دوسری طرف سے ٹائیگر کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

”کوئی خاص بات“...... عمران نے پوچھا۔

”باس۔ میں نے حتمی طور پر معلوم کرا لیا ہے کہ رینالڈ کو ہلاک کرنے کا کام پال کا ہے جو کراس کلب کا مالک اور اسلحے کی اسمگلنگ کا خاصا بڑا نام ہے۔ اس کے پاس ہمیشہ پیشہ ور قاتلوں کا بھی پورا گروپ موجود رہتا ہے“...... ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے

کہا۔

''کیا تم اسے رانا ہاؤس لا سکتے ہو یا پھر جوزف اور جوانا کے ذمے یہ کام لگایا جائے''...... عمران نے کہا۔

''میں کانسٹائن کلب کے سامنے موجود ہوں باس۔ آپ جوانا کو بھیج دیں۔ مجھے پال کے آفس کا خفیہ راستہ معلوم ہے۔ مجھے یقین ہے کہ ہم اسے کسی کے علم میں لائے بغیر اٹھا لائیں گے''...... ٹائیگر نے کہا۔

''اوکے''...... عمران نے کہا اور سیل فون بند کر کے اس نے واپس جیب میں رکھا اور ہاتھ بڑھا کر فون کا رسیور اٹھا لیا اور نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

''رانا ہاؤس''...... رابطہ ہوتے ہی دوسری طرف سے جوزف کی آواز سنائی دی۔

''جوانا کہاں ہے جوزف''...... عمران نے پوچھا۔

''اپنے کمرے میں باس۔ بلاؤں اسے''...... جوزف نے چونک کر کہا۔

''ہاں بلاؤ''...... عمران نے کہا۔

''لیس باس''...... دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رسیور رکھے جانے کی آواز سنائی دی اور پھر لائن پر خاموشی طاری ہو گئی۔

''جوانا بول رہا ہوں ماسٹر''...... تھوڑی دیر بعد رسیور اٹھائے

جانے کے بعد جوانا کی آواز سنائی دی۔

''جوانا۔ کار لے کر البرٹ روڈ پر کانسٹائن کلب چلے جاؤ۔ وہاں ٹائیگر موجود ہے۔ وہاں سے تم دونوں نے کراس کلب جانا ہے اور پھر کراس کلب کے مالک اور جنرل مینجر پال کو اٹھا کر رانا ہاؤس لے آنا ہے۔ ٹائیگر اس کے آفس کا خفیہ راستہ جانتا ہے۔ بہرحال میں اسے زندہ اور صحیح سلامت رانا ہاؤس میں دیکھنا چاہتا ہوں''۔ عمران نے کہا۔

''لیس ماسٹر۔ حکم کی تعمیل ہو گی''...... جوانا نے جواب دیا۔

''رسیور جوزف کو دو''...... عمران نے کہا۔

''لیس باس۔ جوزف بول رہا ہوں''...... چند لمحوں بعد جوزف کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

''جوانا چلا گیا ہے یا موجود ہے''...... عمران نے پوچھا۔

''وہ کمرے سے چلا گیا ہے باس''...... جوزف نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''جب جوانا اور ٹائیگر مطلوبہ آدمی کو لے آئیں تو تم نے مجھے دانش منزل اطلاع کرنی ہے''...... عمران نے کہا۔

''لیس باس''...... دوسری طرف سے کہا گیا اور عمران نے مزید کچھ کہے بغیر رسیور رکھ دیا۔

''آپ اس پال سے معلوم کریں گے کہ یہ کام اس نے کس کے کہنے پر کیا ہے''...... بلیک زیرو نے کہا۔

"ہاں۔ حالانکہ وہ لوگ اپنی طرف سے پوری کوشش کر رہے ہیں کہ تمام راستے بند کر دیئے جائیں لیکن ٹائیگر کا مستقل تعلق چونکہ انڈر ورلڈ سے ہے اس لئے وہ کسی نہ کسی انداز میں ان کا کھوج لگا لیتا ہے"...... عمران نے کہا۔

"عمران صاحب۔ جب گریگ کی رپورٹ کے مطابق فارمولا حملہ آور حاصل ہی نہیں کر سکے تو پھر وہ یہ سب کچھ کیوں کر رہے ہیں۔ ایسا تو اس وقت ہوتا ہے جب وہ لوگ فارمولا حاصل کر لیں اور یہ نہ چاہیں کہ فارمولے کی واپسی کے لئے کوئی ان کے پیچھے آئے"...... بلیک زیرو نے کہا۔

"تمہاری بات درست ہے لیکن جو حالات نظر آ رہے ہیں ان سے مجھے اندازہ ہوتا ہے کہ ڈاکٹر احمد نے یا تو ایک ہی فارمولے کو دو حصوں میں تقسیم کر کے رکھا ہوا تھا اور ان میں سے ایک حصہ مجرموں کے ہاتھ لگ گیا اور وہ واپس چلے گئے اور پھر وہاں ان پر انکشاف ہوا کہ فارمولا مکمل نہیں ہے یا دوسری صورت میں جیسے عام طور پر سائنس دان کرتے ہیں کہ اصل فارمولا انہوں نے کہیں چھپا دیا اور تجربات کے تازہ ترین نوٹس پر مبنی ڈسک کمپیوٹر میں موجود رہی جسے مجرم فارمولا سمجھ کر لے گئے اور پھر انہیں پتہ چلا کہ اصل فارمولا تو وہ نہیں لے آئے"...... عمران نے تفصیل سے تجزیہ کرتے ہوئے کہا۔

"آپ کا تجزیہ درست ہے۔ لیکن اب اصل فارمولا کہاں موجود

ہو گا"...... بلیک زیرو نے کہا۔

"یہ طلسم ہوشربا جیسا طلسم بنایا گیا ہے"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"طلسم ہوشربا۔ کیا مطلب"...... بلیک زیرو نے چونک کر حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"یہ طلسم ہوشربا جیسا ہی طلسم ہے کہ جب بھی ڈاکٹر احمد کو فارمولے کی ضرورت ہوتی تھی تو وہ ایک گھنٹے کے لئے لیبارٹری سے چلا جاتا تھا اور ایک گھنٹے بعد جب واپس آتا تھا تو فارمولا اس کے پاس ہوتا تھا۔ اس طرح جب فارمولا فارغ ہو جاتا تھا تو ڈاکٹر احمد ایک گھنٹے کے لئے لیبارٹری سے باہر چلا جاتا تھا اور پھر جب واپس آتا تھا تو فارمولا اس کے پاس نہیں ہوتا تھا۔ اب تم بتاؤ کہ کیا یہ طلسم ہوشربا جیسا طلسم نہیں ہے"...... عمران نے کہا۔

"ہاں واقعی۔ لیکن اب کیسے معلوم ہو گا کہ ڈاکٹر احمد ایک گھنٹے کے لئے کہاں جاتے تھے"...... بلیک زیرو نے کہا تو عمران بے اختیار مسکرا دیا۔

"یہی تو طلسم ہے اور اسے حل تو کرنا ہو گا۔ تب ہی شہزادی ہاتھ لگ سکتی ہے"...... عمران نے کہا تو بلیک زیرو بے اختیار ہنس پڑا۔

"عمران صاحب۔ لگتا ہے کہ اس فارمولے کے لئے آپ سنجیدہ نہیں ہیں"...... بلیک زیرو نے کہا۔

"اصل بات اور ہے"...... عمران نے کہا تو بلیک زیرو چونک پڑا۔

"کون سی بات"...... بلیک زیرو نے تجسس بھرے لہجے میں کہا۔

"میں چاہتا ہوں کہ جن ایجنٹوں نے ڈاکٹر احمد کو ہلاک کر کے لیبارٹری تباہ کی ہے انہیں کھل کر کام کرنے کا موقع دیا جائے اور ان کی گردنیں اس وقت ناپی جائیں جب وہ اپنی طرف سے مشن کو کامیابی سے ہمکنار کر چکے ہوں ورنہ اگر ہم نے پہلے فارمولا حاصل کر لیا تو پھر وہ واپس چلے جائیں گے"...... عمران نے کہا۔

"نہیں عمران صاحب۔ یہ فارمولا نہ صرف ہمارا ہے بلکہ اس فارمولے کے ذریعے ہمارے ملک کا مستقبل روشن ہو سکتا ہے۔ ہمیں اس کے لئے خود کام کرنا ہوگا"...... بلیک زیرو نے کہا۔

"تو پھر سوچو کہ ڈاکٹر احمد ایک گھنٹے کے لئے کہاں جاتا ہو گا"...... عمران نے کہا۔

"اس کا ڈرائیور بتا سکے گا"...... بلیک زیرو نے کہا تو عمران بے اختیار چونک پڑا۔

"اوہ۔ تمہاری بات درست ہے۔ جیسے کہ مجھے بتایا گیا تھا کہ ڈاکٹر احمد کی بیٹی نے اپنے لئے ڈرائیور رکھا ہوا تھا کیونکہ ڈاکٹر احمد کے تو دن رات لیبارٹری میں ہی گزرتے تھے اور وہ اپنی کوٹھی سے نکل کر پیدل ہی عقبی کوٹھی کے راستے لیبارٹری جاتے اور واپس آتے تھے لیکن بہرحال ڈرائیور، ڈاکٹر احمد کو کسی جگہ لے جانے سے

انکار تو نہیں کر سکتا تھا"...... عمران نے کہا تو بلیک زیرو نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"میں ٹائیگر کے ذمے لگا دیتا ہوں۔ وہ اس ڈرائیور سے معلومات حاصل کر لے گا"...... عمران نے کہا اور پھر تقریباً ڈیڑھ گھنٹے بعد فون کی گھنٹی بج اٹھی تو عمران نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"ایکسٹو"...... عمران نے مخصوص لہجے میں کہا۔

"جوزف بول رہا ہوں سر۔ رانا ہاؤس سے۔ باس کو اطلاع پہنچانا تھی کہ ان کا مطلوبہ آدمی رانا ہاؤس پہنچ چکا ہے"...... دوسری طرف سے جوزف نے بڑے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"پہنچ جائے گی اطلاع"...... عمران نے مخصوص لہجے میں کہا اور رسیور رکھ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی کار رانا ہاؤس کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔

"کوئی خاص پرابلم تو پیدا نہیں ہوا"...... عمران نے رانا ہاؤس میں موجود ٹائیگر سے مخاطب ہو کر کہا۔

"مجھے تو کوئی پرابلم نہیں پیش آیا البتہ جوانا نے چار افراد کا خاتمہ کر دیا تھا جو راستے میں تعینات تھے"...... ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"ارے۔ یہ تو اس نے معمولی سا ناشتہ کیا ہے۔ لنچ اور ڈنر کی تو حسرت ہی رہ گئی ہو گی اسے"...... عمران نے کہا تو ٹائیگر بے اختیار

ہنس پڑا۔ تھوڑی دیر بعد عمران بلیک روم میں داخل ہوا تو وہاں کرسی پر ایک سوٹ پہنے ادھیڑ عمر آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ چہرے مہرے سے وہ معزز آدمی نظر آ رہا تھا۔ اس کے سوٹ کا کپڑا بھی قیمتی تھا اور تراش خراش بھی جدید انداز کی تھی۔ اس کی گردن ڈھلکی ہوئی تھی۔ وہ راڈز میں جکڑا ہوا تھا۔ بلیک روم میں جوزف اور جوانا دونوں موجود تھے۔ عمران سامنے رکھی کرسی پر بیٹھ گیا تو اس کے ساتھ والی کرسی پر ٹائیگر بیٹھ گیا۔

"کیا یہ تمہیں جانتا ہے"...... عمران نے ٹائیگر سے پوچھا۔

"یس باس۔ بہت اچھی طرح"...... ٹائیگر نے جواب دیا۔

"اوکے۔ پھر اسے ہوش میں لے آؤ"...... عمران نے کہا تو ٹائیگر اٹھا اور اس نے دونوں ہاتھوں سے پال کا ناک اور منہ بند کر دیا کیونکہ اس نے اسے سر پر چوٹ لگا کر بے ہوش کیا تھا اس لئے اسے اینٹی گیس سونگھانے کی ضرورت نہیں تھی۔ چند لمحوں بعد جب پال کے جسم میں حرکت کے آثار نمودار ہونے شروع ہو گئے تو ٹائیگر نے ہاتھ ہٹائے اور پیچھے ہٹ کر واپس اپنی کرسی پر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد پال نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھولیں اور پھر اس نے لاشعوری طور پر ایک جھٹکے سے سیدھا ہونے یا اٹھنے کی کوشش کی لیکن ظاہر ہے راڈز میں جکڑے ہونے کی وجہ سے وہ صرف کسمسا کر ہی رہ گیا تھا۔ اس کی آنکھوں میں اور چہرے پر انتہائی حیرت کے تاثرات ابھر آئے تھے اور اس نے حیرت بھری نظروں سے

سامنے بیٹھے ہوئے عمران اور اس کے ساتھ بیٹھے ہوئے ٹائیگر اور ان کے عقب میں کھڑے جوزف اور جوانا اور پھر گردن گھما کر پورے ہال کو دیکھا۔

"یہ کیا مطلب ہوا۔ میں کہاں ہوں۔ تم ٹائیگر ہو شاید۔ مم۔ مم۔ مگر یہ سب کیا ہے"...... پال نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"تم کراس کلب کے مالک اور جنرل منیجر پال ہو اور تم نہ صرف اسلحے کی اسمگلنگ میں ملوث ہو بلکہ تم نے پیشہ ور قاتلوں کا بھی پورا گروپ رکھا ہوا ہے اور تم نے فائن کلب کے مالک اور جنرل منیجر رینالڈ کو ہلاک کرایا ہے۔ کیا میں درست کہہ رہا ہوں"۔ عمران نے کہا۔

"تم کون ہو۔ میں تو تمہیں نہیں جانتا"...... اس بار پال نے خاصے سخت اور سنبھلے ہوئے لہجے میں کہا۔

"میرا نام علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) ہے"...... عمران نے جواب دیا تو پال نمایاں طور پر چونک پڑا۔

"اوہ۔ اوہ۔ میں نے تمہارا نام سنا ہوا ہے۔ تم شاید پاکیشیا سیکرٹ سروس کے لئے کام کرتے ہو لیکن جو کچھ تم کہہ رہے ہو میں نے ایسا کچھ نہیں کیا۔ رینالڈ تو میرا گہرا دوست تھا"...... پال نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"جوانا"...... عمران نے گردن گھمائے بغیر کہا۔

"یس ماسٹر"...... جوانا نے جواب دیا۔

"مسٹر پال کا گزارہ تو فی الحال ایک آنکھ سے ہو سکتا ہے"۔ عمران نے کہا۔

"یس ماسٹر"...... جوانا نے کہا اور جارحانہ انداز میں پال کی طرف بڑھنے لگا۔

"رک جاؤ۔ رک جاؤ۔ میں سچ کہہ رہا ہوں۔ رک جاؤ"۔ پال نے اس بار خاصے خوفزدہ لہجے میں کہا اور پھر جوانا کے قریب جانے پر اس نے اپنا سر اس طرح نیچے کر لیا کہ جوانا اس کی آنکھ نہ نکال سکے۔ یہ اس کی اضطراری حرکت تھی کیونکہ دوسرے لمحے جوانا نے ایک ہاتھ سے اس کے سر کے بال پکڑ کر ایک جھٹکے سے اس کا سر اونچا کیا۔

"رک جاؤ۔ میں بتاتا ہوں۔ روکو اسے"...... پال نے یکلخت ہذیانی انداز میں چیختے ہوئے کہا۔

"وہیں رک جاؤ جوانا۔ جب یہ جھوٹ بولے گا تو میں تمہیں اشارہ کر دوں گا اور اس بار ایک نہیں دونوں آنکھیں نکال دینا"۔ عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

"یس ماسٹر"...... جوانا نے کہا اور پال کے بال چھوڑ کر وہ ایک قدم پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ پال نے بے اختیار اس طرح لمبے لمبے سانس لینے شروع کر دیئے جیسے کوئی بہت بڑا عذاب ٹل گیا ہو۔

"ایک بات سن لو پال۔ ہم نے تمہاری ٹیلی فون پر گفتگو ٹیپ

کی ہوئی ہے اور ہم صرف تمہارے منہ سے کنفرمیشن چاہتے ہیں اس لئے جھوٹ بولنا تمہارے حق میں انتہائی خطرناک بلکہ عبرتناک ثابت ہو سکتا ہے"...... عمران نے کہا۔

"ہاں۔ میں نے رینالڈ کو ہلاک کرایا ہے۔ دس لاکھ ڈالر معاوضے کے عوض۔ رینالڈ میرا دوست تھا لیکن ان دنوں مجھے بھاری رقم کی اشد ضرورت تھی اس لئے جب ڈریک نے بھاری رقم کی بات کی تو میں نے حامی بھر لی اور پھر میرے آدمیوں نے رینالڈ کی رہائش گاہ کو گھیر لیا۔ وہ اپنی کار میں جیسے ہی رہائش گاہ سے باہر آیا انہوں نے اس پر فائر کھول دیا تو وہ اور اس کا ڈرائیور دونوں ہلاک ہو گئے"...... پال نے تیز تیز لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

"ڈریک کون ہے۔ پوری تفصیل بتاؤ"...... عمران نے کہا۔

"ہالینڈ میں ایک یہودی ایجنسی تھی جس کا نام اپ رائٹ تھا۔ ڈریک ہالینڈ میں اس ایجنسی کا چیف تھا"...... پال نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"تھا کا کیا مطلب۔ کیا اب نہیں ہے"...... عمران نے کہا۔

"ہاں۔ وہ ایجنسی ختم ہو گئی ہے۔ پھر میں نے سنا تھا کہ ڈریک ہالینڈ کی کسی سرکاری ایجنسی میں شامل ہو گیا ہے لیکن مجھے تفصیل کا علم نہیں ہے"...... پال نے جواب دیا اور عمران اس کے لہجے سے ہی سمجھ گیا کہ وہ درست کہہ رہا ہے۔

"اس کا فون نمبر کیا ہے"...... عمران نے پوچھا۔

"اس نے خود مجھے فون کیا اور مجھ سے بات کر کے فون بند کر دیا۔ پھر ریناللڈ کے خاتمے پر بھی اس نے خود ہی فون کر کے میرا شکریہ ادا کیا اور فون بند کر دیا۔ مجھے واقعی اس کا فون نمبر معلوم نہیں ہے"...... پال نے کہا تو عمران کو ایک بار پھر محسوس ہوا کہ وہ سچ بول رہا ہے۔

"کوئی ایسی ٹپ دو جس سے ڈریک کے بارے میں اس کی تازہ پوزیشن کا حتمی طور پر علم ہو سکے"...... عمران نے کہا۔

"ٹپ۔ اوہ۔ اوہ۔ ہاں۔ ہاں۔ رابنسن کو پالینڈ کے بارے میں بہت کچھ معلوم ہوتا ہے لیکن وہ تو بھاری معاوضہ طلب کرے گا"...... پال نے کہا۔

"کیا معاوضہ تمہاری زندگی سے بھی زیادہ قیمتی ہوتا ہے"۔ عمران نے کہا۔

"اوہ اچھا۔ میں نمبر بتاتا ہوں۔ تم وہ نمبر ڈائل کرو اور میری بات کراؤ۔ میں تمہارے ساتھ پورا پورا تعاون کرنا چاہتا ہوں کیونکہ مجھے احساس ہو گیا ہے کہ ہم لوگ چاہے کچھ بھی کیوں نہ بن جائیں تم سروس کے لوگوں سے مقابلہ نہیں کر سکتے"...... پال نے کہا اور ساتھ ہی اس نے نمبر بتانے شروع کر دیئے۔ عمران کے اشارے پر جوزف نے آگے بڑھ کر سائیڈ تپائی پر پڑے ہوئے فون کا رسیور اٹھایا اور اس نے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔ آخر میں اس

نے لاؤڈر کا بٹن بھی پریس کر دیا اور پھر فون سیٹ اٹھا کر وہ پال کے قریب پہنچ گیا۔ وہاں پہلے سے موجود جوانا اب واپس آ کر عمران کی کرسی کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ جوزف نے رسیور پال کے کان سے لگا دیا۔

"یس میراث کیسنو"...... رابطہ ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

"پاکیشیا سے پال بول رہا ہوں۔ رابنسن سے بات کراؤ"۔ پال نے کہا۔

"ہولڈ کریں"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"یس۔ رابنسن بول رہا ہوں"...... چند لمحوں بعد ایک بھاری سی آواز سنائی دی۔

"پال بول رہا ہوں پاکیشیا سے"...... پال نے کہا۔

"اوہ۔ کیسے ہو پال۔ کافی عرصے بعد رابطہ کیا ہے۔ کیسے چل رہے ہیں پاکیشیا میں معاملات"...... دوسری طرف سے بے تکلفانہ لہجے میں کہا گیا۔

"سب اوکے ہے۔ میں نے اس لئے تمہیں فون کیا ہے کہ اپ رائٹ ایجنسی کے سابقہ چیف ڈریک سے میں نے بات کرنی ہے۔ وہ کہاں ہے۔ اس کا فون نمبر مجھے چاہئے"...... پال نے کہا۔

"اوہ۔ تمہارا مطلب فریڈ سے ہے شاید۔ وہی اپ رائٹ کا چیف تھا"...... رابنسن نے کہا۔

’’ہاں۔ ہاں۔ وہی‘‘...... پال نے جواب دیا۔

’’وہ اب سرکاری ایجنسی وان کا چیف ہے اور اسے فون بھی مت کرنا۔ وہ اب پرانے دوستوں کو لفٹ نہیں کراتا‘‘...... رابنسن نے کہا۔

’’تم نمبر بتا دو۔ نہیں سنے گا تو نہ سنے۔ پھر میں کوئی اور راستہ دیکھوں گا‘‘...... پال نے کہا۔

’’ایک منٹ ہولڈ کرو۔ میں معلوم کر لوں‘‘...... دوسری طرف سے کہا گیا اور پھر لائن پر خاموشی طاری ہو گئی۔ تھوڑی دیر بعد رابنسن کی آواز سنائی دی۔

’’نوٹ کرو‘‘...... رابنسن نے کہا۔

’’یس‘‘...... پال نے کہا تو دوسری طرف سے نمبر بتایا جانے لگا۔

’’یہ اس کا براہ راست نمبر ہے۔ سیکرٹری کے ذریعے اور نمبر ہے۔ وہ بھی نوٹ کر لو۔ آج کیا یاد کرو گے کہ تمہیں معلومات مفت میں مہیا کر رہا ہوں۔ میں نے سوچا کہ اتنی سی بات کا اب کیا معاوضہ لوں۔ کوئی بڑا کام ہو تو چلو معاوضہ بھی لوں‘‘...... رابنسن نے کہا۔

’’شکریہ‘‘...... پال نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر رابنسن نے دوسرا فون نمبر بھی بتا دیا۔

’’اوکے۔ تھینک یو‘‘...... پال نے کہا اور منہ ہٹا لیا تو جوزف

نے رسیور اس کے کان سے ہٹا کر ہاتھ میں اٹھائے ہوئے فون سیٹ پر رکھ دیا۔

’’اب تم ڈریک فریڈ سے بات کر کے یہ کنفرم کراؤ کہ رینالڈ کی ہلاکت کا کام اس نے تمہیں دیا تھا۔ جو مرضی آئے بات کرو لیکن کنفرمیشن ضروری ہے۔ اس کے بعد تم فارغ‘‘...... عمران نے کہا تو پال نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

’’جوزف۔ بعد میں جو نمبر بتایا گیا ہے وہ پریس کر کے رسیور اس کے کان سے لگا دو‘‘...... عمران نے اس بار جوزف سے مخاطب ہو کر کہا تو جوزف نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے رسیور اٹھایا اور تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔ آخر میں اس نے لاؤڈر کا بٹن بھی پریس کر دیا کیونکہ دوسری طرف سے بجنے والی گھنٹی کی آواز سنائی دینے لگ گئی تھی۔

’’یس‘‘...... ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

’’میں پاکیشیا سے پال بول رہا ہوں۔ ایک دوست نے مجھے یہ نمبر دیا ہے کہ اس نمبر پر مسٹر ڈریک سے بات ہو سکتی ہے۔ اگر ایسا ہو سکتا ہے تو میری بات کرا دو کیونکہ یہ انتہائی اہم معاملہ ہے‘‘۔ پال نے بات کرتے ہوئے کہا کیونکہ جوزف نے رسیور پال کے کان سے لگا دیا تھا۔

’’ہولڈ کریں۔ میں معلوم کرتی ہوں کہ میں آپ کی مدد کر سکتی ہوں کہ نہیں‘‘...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"ہیلو۔ ڈریک بول رہا ہوں"...... چند لمحوں بعد ایک بھاری مردانہ آواز سنائی دی۔

"پال بول رہا ہوں ڈریک۔ بڑی مشکل سے تمہارا نمبر ملا ہے۔ تم نے مجھے اپنا نمبر ہی نہیں دیا تھا"...... پال نے قدرے بے تکلفانہ لہجہ اختیار کرتے ہوئے کہا۔

"مجھے حیرت ہے کہ تم نے یہ نمبر کیسے ٹریس کر لیا۔ بہرحال بولو۔ کیوں فون کیا ہے"...... دوسری طرف سے قدرے سخت لہجے میں کہا گیا۔ بولنے والے کا انداز بتا رہا تھا کہ اس نمبر پر پال کے فون کرنے کو پسند نہیں کیا گیا۔

"رینالڈ کو تو میں نے تمہارے کہنے پر فنش کرا دیا تھا لیکن اب میں خود مصیبت میں پھنس گیا ہوں"...... پال نے کہا۔

"کیسی مصیبت۔ تمہاری مانگ کے مطابق معاوضہ دے دیا گیا تھا"...... دوسری طرف سے قدرے غصیلے لہجے میں کہا گیا۔

"میں نے معاوضے کی بات نہیں کی۔ مجھے اطلاع ملی ہے کہ رینالڈ کی ہلاکت کے لئے کوئی سرکاری ایجنسی کام کر رہی ہے حالانکہ بظاہر رینالڈ کا کوئی تعلق کسی سرکاری ایجنسی سے نہ تھا"۔ پال نے سامنے بیٹھے عمران کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"تمہیں یہ اطلاع کیسے ملی ہے"...... دوسری طرف سے چونک کر پوچھا گیا۔

"میرا ایک آدمی ملٹری انٹیلی جنس میں ہے۔ اس نے مجھے

رپورٹ دی ہے کہ سرکاری ایجنسی نے ملٹری انٹیلی جنس سے رابطہ کر کے کہا ہے کہ اگر اس رینالڈ کے بارے میں اس کے پاس کوئی معلومات ہوں تو وہ ایجنسی کو دی جائیں کیونکہ ایجنسی رینالڈ کی موت کو اپنے ایک اہم کیس کے سلسلے میں چیک کرنا چاہتی ہے"۔ پال نے کہا۔

"تم بے فکر رہو۔ رینالڈ کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔ وہ چونکہ اسلحے کی اسمگلنگ میں ملوث تھا اس لئے وہ اس اسلحے کی اسمگلنگ کے سلسلے میں ہی کام کر رہے ہوں گے اور سنو۔ اب تم سب کچھ بھول جاؤ اور اس نمبر کو بھی جس پر تم سے بات ہو رہی ہے۔ اب تمہارا اس نمبر پر بھی مجھ سے رابطہ نہیں ہو سکے گا۔ گڈ بائی"...... دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو جوزف نے رسیور ہٹا کر کریڈل پر رکھ دیا اور پھر فون کو واپس لا کر سائیڈ تپائی پر رکھ دیا۔

"رینالڈ کے بارے میں تمہاری کیا معلومات ہیں۔ اسے اس ڈریک نے کیوں ہلاک کرایا ہو گا"...... عمران نے کہا۔

"مجھے کیا معلوم۔ میں نے تو رقم کی خاطر رینالڈ کا خاتمہ کرا دیا تھا"...... پال نے کہا تو عمران ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"ٹائیگر۔ اب باقی کام تم نے کرنا ہے"...... عمران نے کھڑے ہوتے ہوئے ٹائیگر سے کہا۔

"یس باس"...... ٹائیگر نے مؤدبانہ لہجے میں کہا اور عمران تیز تیز

قدم اٹھاتا ہوا کمرے سے باہر آ گیا۔ چند لمحوں بعد وہ اس کمرے میں موجود تھا جہاں فون موجود تھا۔ عمران نے رسیور اٹھایا اور تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

''ایکسٹو''...... رابطہ ہوتے ہی ایکسٹو کی مخصوص آواز سنائی دی۔

''علی عمران بول رہا ہوں۔ صفدر اور کیپٹن شکیل کو کہہ دو کہ وہ فائن کلب کے رینالڈ کی موت سے پہلے کے ایک دو ہفتوں کے بارے میں چھان بین کریں اور اگر کسی غیر ملکی گروپ کا اس سے تعلق رہا ہو تو اس بارے میں مکمل تفصیلات انہوں نے معلوم کرنی ہیں''...... عمران نے کہا۔

''کیا کوئی خاص بات معلوم ہوئی ہے''...... دوسری طرف سے بلیک زیرو نے کہا۔

''ہاں۔ معاملات کی ڈور پالینڈ کی سرکاری ایجنسی وان تک پہنچی ہے اور میرا خیال ہے کہ لازماً یہاں کسی غیر ملکی گروپ نے آ کر اے ڈبلیو ریز کا فارمولا حاصل کرنے کے لئے لیبارٹری کو تباہ کر دیا اور ڈاکٹر احمد اور ان کے اسسٹنٹ کو بھی ہلاک کر دیا گیا۔ یہ کام یہاں کے عام غنڈوں کا نہیں ہے''...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''لیکن فارمولا تو وہ ساتھ نہیں لے جا سکے۔ جیسا آپ نے بتایا ہے کہ گریگ کے ذریعے یہ بات معلوم ہوئی ہے''...... بلیک زیرو نے کہا۔

''ہو سکتا ہے کہ فارمولا دو ڈسکوں میں علیحدہ علیحدہ رکھا گیا ہو یا بھی ہو سکتا ہے کہ آدھا ایک ڈسک پر ہو اور آدھا دوسری ڈسک پر ہو اور وہ لوگ ایک ہی ڈسک لے جا سکے ہوں دوسری نہیں یا آخری صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اصل فارمولا ڈاکٹر احمد نے کہیں اور رکھا ہوا ہو اور لیبارٹری کمپیوٹر میں جو ڈسک ہو وہ مزید تجرباتی نوٹس ہوں جنہیں وہ فارمولا سمجھ کر لے گئے ہوں''...... عمران نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

''ایسی صورت میں وہ لازماً دوبارہ آئیں گے عمران صاحب''۔ بلیک زیرو نے کہا۔

''ہاں۔ اسی لئے میں چاہتا ہوں کہ ان کے بارے میں معلومات پیشگی مل جائیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ یہاں موجود ہوں اور یہ کام کرنے میں لگے ہوئے ہوں''...... عمران نے جواب دیا۔

''ان کا تعلق رینالڈ سے رہا تھا''...... بلیک زیرو نے کہا۔

''ہاں''...... عمران نے جواب دیا۔

''ٹھیک ہے۔ میں ابھی احکامات دے دیتا ہوں''...... دوسری طرف سے کہا گیا تو عمران نے رسیور رکھ دیا۔ اب ظاہر ہے مزید آگے اس وقت بڑھا جا سکتا تھا جب تک آگے بڑھنے کا کوئی سکوپ نہ بن جائے اس لئے وہ اٹھا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا تاکہ کار لے کر واپس فلیٹ پر جا سکے۔

سوبرز اور کرسیا دونوں اپنے لئے مخصوص رہائش گاہ کے ایک کمرے میں بیٹھے شراب نوشی میں مصروف تھے۔ اس وقت دوپہر ہو رہی تھی۔

''اس طرح اپنا کام دوسروں پر چھوڑ دینا حماقت ہی ہے سوبرز''۔ اچانک کرسیا نے کہا تو سوبرز بے اختیار چونک پڑا۔

''کس کام کی بات کر رہی ہو''...... سوبرز نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''یہی اس ڈان کیمیکلز فیکٹری کے بارے میں جس کے بارے میں ڈاکٹر احمد کے ڈرائیور نے بتایا تھا''...... کرسیا نے کہا۔

''تو تمہارا مطلب ہے کہ ہم دونوں اسلحہ لے کر اس فیکٹری پر چڑھ دوڑتے''...... سوبرز نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

''احمقوں جیسی باتیں مت کیا کرو لیکن معلومات ہم خود وہاں جا

کر بھی تو حاصل کر سکتے تھے۔ یہاں احمقوں کی طرح بیٹھے انتظار تو نہ کر رہے ہوتے''...... کرسیا نے کہا تو سوبرز بے اختیار ہنس پڑا۔

''مجھے معلوم ہے کہ بے کار بیٹھنا تمہارے لئے انتہائی کوفت کا باعث بنتا ہے لیکن ہم نظروں میں آ جاتے۔ پہلے بھی ہم سے حماقت ہوئی تھی کہ ہم خود ہی کنگھی محلے کی طرف چلے گئے اس ڈرائیور کو تلاش کرنے۔ وہاں ہر آدمی ہمیں اس طرح دیکھ رہا تھا کہ جیسے ہم مریخ کی مخلوق ہوں۔ اب اگر ہم اس فیکٹری میں جاتے اور وہاں جا کر ڈاکٹر احمد کے آنے کے بارے میں معلومات حاصل کرتے تو بھی ہمارا یہی حشر ہوتا اور ہو سکتا ہے کہ ملٹری انٹیلی جنس تک یہ بات پہنچ جاتی تو وہ الٹا وہاں سے فارمولا بھی لے جاتے اور ہمارا بھی آسانی سے خاتمہ کر دیا جاتا اس لئے میں نے دانستہ اس ڈرائیور کو ہلاک کرا دیا تاکہ کسی اور تک نہ معلومات پہنچ سکیں اور نہ اس فیکٹری سے معلومات حاصل کی جائیں کہ ڈاکٹر احمد کا وہاں کیا سیٹ اپ تھا۔ بنیادی معلومات ملنے کے بعد ہم وہاں اس وقت پہنچ کر کام کریں گے جب فیکٹری بند ہوتی ہے''...... سوبرز نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

''اصل میں یہاں کی زبان اور کافرستان کی زبان ملتی جلتی ہے لیکن اس کے باوجود دونوں زبانوں میں کافی فرق ہے جس کی وجہ سے ہم وہاں کی زبان یہاں بولتے ہیں تو لوگ پوری طرح اسے سمجھ ہی نہیں سکتے''...... کرسیا نے کہا۔

"ہاں۔ اسی وجہ سے میں نے یہ کام کارل کے ذمے لگائے ہیں۔ کارل خاصا ذمہ دار آدمی ہے۔ وہ درست معلومات حاصل کر لے گا"...... سوبرز نے کہا تو کرسیا نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر تقریباً ایک گھنٹے بعد فون کی گھنٹی بج اٹھی تو وہ دونوں چونک پڑے۔ سوبرز نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"یس۔ رابرٹ بول رہا ہوں"...... سوبرز نے اپنا نیا نام بتاتے ہوئے کہا۔

"کارل بول رہا ہوں جناب"...... دوسری طرف سے کارل کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

"یس۔ کوئی رپورٹ"...... سوبرز نے کہا۔

"سر۔ ڈرائیور والا کام تو بڑی آسانی سے کر دیا گیا ہے۔ اسے اس کے گھر میں داخل ہو کر گولی مار دی گئی اور حملہ آور بغیر کسی کو معلوم ہوئے وہاں سے واپس آ جانے میں کامیاب ہو گئے ہیں"۔ کارل نے کہا۔

"وہ علاقہ تو انتہائی گنجان ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ گولی چلائی گئی ہو اور کسی کو معلوم نہ ہو سکا ہو"...... سوبرز نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ہمیں معلوم ہے سر کہ وہ علاقہ جہاں ڈرائیور رہتا ہے بے حد گنجان آباد ہے اس لئے ہم نے اس علاقے کے ہی رہنے والے دو آدمی وہاں بھیجے تھے اور انہیں ہدایت کر دی گئی تھی کہ وہ سائیلنسر

لگا پسٹل استعمال کریں"...... کارل نے جواب دیا۔

"اوکے۔ ٹھیک ہے۔ اب میں مطمئن ہوں۔ دوسرے اہم کام کا کیا ہوا ہے"...... سوبرز نے کہا۔

"اس بارے میں جو حتمی معلومات ملی ہیں ان کے مطابق ڈان کیمیکلز فیکٹری کے مین گیٹ کے ساتھ ہی اندر میٹرو بینک کی خصوصی شاخ موجود ہے اور اس کے اندر لاکرز بھی ہیں جو فیکٹری کے مالکان اور بڑے بڑے آفیسرز کے لئے مخصوص ہیں۔ فیکٹری میں دو شفٹوں میں کام ہوتا ہے اس لئے بینک کی بھی دو شفٹیں کام کرتی ہیں۔ ڈاکٹر احمد فیکٹری مالکان کے قریبی عزیز ہیں اور ان کے نام پر بینک میں سپیشل لاکر موجود ہے اور اس لاکر کا نمبر ایک سو ایک ہے۔ یہ ڈاکٹر احمد صاحب خود آپریٹ کرتے تھے"...... کارل نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ڈاکٹر احمد کی ہلاکت کے بعد اس لاکر کو تو کھولا نہیں گیا"۔ سوبرز نے کہا۔

"ابھی تک تو ایسی کوئی اطلاع نہیں ملی جناب"...... کارل نے جواب دیا۔

"فیکٹری اور بینک کس وقت آف ہوتے ہیں اور وہاں کیا حفاظتی انتظامات ہیں"...... سوبرز نے پوچھا۔

"رات ایک بجے فیکٹری اور بینک آف ہو جاتے ہیں اور صبح آٹھ بجے تک آف رہتے ہیں۔ اس دوران وہاں خاصی تعداد میں

سیکورٹی کے مسلح افراد موجود رہتے ہیں''...... کارل نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''کیا تمہارے ذہن میں کوئی ایسا طریقہ ہے کہ ہم فوری طور پر اس لاکر کو کھول کر چیک کر سکیں''...... سوبرز نے کہا۔

''وہاں سخت پہرہ ہوتا ہے جناب۔ اب آپ جیسے حکم دیں''۔ کارل نے قدرے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

''کیا تمہارا آدمی وکی ہمیں مخصوص اسلحہ فراہم کر سکتا ہے۔ ہم خود وہاں ریڈ کریں گے''...... سوبرز نے کہا۔

''جی ہاں۔ وکی کو حکم دیا گیا ہے۔ آپ اسے جو کہیں گے وہی وہ کرے گا''...... کارل نے کہا۔

''اوکے۔ شکریہ''...... سوبرز نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

''یہ کام ہمیں خود کرنا ہے۔ کارل کے آدمی ہماری طرح تربیت یافتہ نہیں ہو سکتے''...... کرسیا نے کہا تو سوبرز نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر اس نے سامنے رکھے ہوئے فون کا رسیور اٹھایا اور یکے بعد دیگرے دو نمبر پریس کر دیئے۔

''لیس سر''...... دوسری طرف سے ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

''سٹنگ روم میں آ جاؤ''...... سوبرز نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔ چند لمحوں بعد دروازہ کھلا اور ایک مقامی آدمی اندر داخل ہوا۔

''لیس سر''...... آنے والے نے سوبرز کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''ہمیں بے ہوش کرنے والی گیس کے پسٹلز، سائیلنسر لگے پسٹلز اور خصوصی ساخت کے گیس کٹر چاہئیں۔ کیا تم مہیا کر سکتے ہو''۔ سوبرز نے کہا۔

''لیس سر۔ سوائے گیس کٹر کے باقی دونوں آئیٹم تو یہاں موجود ہیں۔ گیس کٹر مارکیٹ سے لانے ہوں گے لیکن کوئی خصوصی بات ہو تو بتا دیں تاکہ اس ٹائپ کے گیس کٹر لائے جا سکیں''...... آنے والے نے جس کا نام وکی تھا مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ہم نے ایک بینک لاکر کو گیس کٹر سے کاٹنا ہے۔ وہاں بجلی کی فراہمی بھی نہیں ہو گی''...... سوبرز نے کہا۔

''لیس سر۔ ٹھیک ہے۔ میں لا دیتا ہوں''...... وکی نے کہا اور واپس مڑ گیا۔ پھر تقریباً ایک گھنٹے بعد وہ دوبارہ کمرے میں داخل ہوا تو اس کے ہاتھ میں ایک بیگ موجود تھا۔ اس نے بیگ میں سے سامان نکال نکال کر میز پر رکھنا شروع کر دیا۔ سوبرز اور کرسیا دونوں اس سامان کو چیک کرنے میں مصروف ہو گئے۔

''اوکے۔ یہ سب بہترین اور اعلیٰ کوالٹی کے ہیں۔ تم نے انڈسٹریل اسٹیٹ کا ایریا دیکھا ہوا ہے''...... کرسیا نے وکی سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

''لیس میڈم''...... وکی نے جواب دیا۔

''وہاں ایک فیکٹری ہے ڈان کیمیکلز فیکٹری۔ کیا تم نے اسے

دیکھا ہوا ہے''...... سوبرز نے کہا۔

''خصوصی طور پر تو نہیں دیکھا۔ ویسے تو وہاں بے شمار فیکٹریاں ہیں چھوٹی بھی اور بڑی بھی''...... وکی نے جواب دیا۔

''سنو۔ تم نے ہمارے ساتھ کام کرنا ہے۔ تمہارے باس کارل سے ابھی فون پر بات ہو چکی ہے۔ ہم نے رات ایک بجے کے بعد اس فیکٹری میں داخل ہو کر وہاں بنے ہوئے بینک کے ایک لاکر کو کاٹنا ہے اور وہاں سے ایک فائل حاصل کرنی ہے۔ تم ابھی جا کر اس فیکٹری کا راؤنڈ لگا آؤ تاکہ تمام امکانی راستوں اور حالات کو چیک کر سکو''...... سوبرز نے کہا۔

''یس سر۔ میں چیک کر لیتا ہوں''...... وکی نے کہا اور واپس مڑ گیا اور پھر اس کی واپسی تقریباً دو گھنٹوں بعد ہوئی۔

''میں نے چیک کر لیا ہے جناب۔ فیکٹری کی چاردیواری خاصی اونچی ہے اور اس پر حفاظتی انتظامات بھی ہیں اس لئے ہمیں براہ راست پھاٹک کھولنا پڑے گا اور یہ خطرناک بھی ہو سکتا ہے''۔ وکی نے کہا۔

''تم فکر مت کرو۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ تم بس صرف ساتھ رہنا کیونکہ ہمیں یہاں کے مقامی راستوں کا علم نہیں ہے''...... سوبرز نے کہا۔

''یس سر''...... وکی نے جواب دیا اور پھر رات ڈیڑھ بجے کے قریب وہ ایک سیاہ رنگ کی کار میں سوار ہو کر رہائش گاہ سے نکل

گئے۔ ڈرائیونگ سیٹ پر وکی تھا جبکہ سوبرز اور کرسیا دونوں عقبی سیٹ پر بیٹھے تھے۔

''جناب۔ راستے میں دو پولیس ناکے آئیں گے۔ وہ ہمیں تنگ کر سکتے ہیں اس لئے آپ دو بڑے نوٹ مجھے دے دیں۔ میں انہیں راضی کر لوں گا''...... وکی نے کہا تو سوبرز نے دو کی بجائے دس بڑے نوٹ جیب سے نکال کر اس کی طرف بڑھا دیئے۔

''جتنے دینا چاہو دے دینا۔ باقی خود رکھ لینا''...... سوبرز نے کہا۔

''تھینک یو سر''...... وکی نے مسرت بھرے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

''لیکن یہ ناکے کیوں ہوتے ہیں''...... کرسیا نے پوچھا۔

''فیکٹری ایریا ہے۔ یہاں ڈکیتی کی وارداتیں زیادہ ہوتی ہیں اس لئے پولیس رات کو عارضی چیک پوسٹیں قائم کر لیتی ہے جسے ناکے کہا جاتا ہے جہاں ہر گاڑی کو اور ہر گزرنے والے کو چیک کیا جاتا ہے''...... وکی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''تو تم ہمارے بارے میں انہیں کیا کہو گے''...... کرسیا نے پوچھا۔

''بڑے نوٹ کی جھلک اور ساتھ ہی یہ کہ آپ دونوں ہوا خوری کے لئے ادھر آئے ہیں اور بس''...... وکی نے اطمینان بھرے لہجے میں کہا تو کرسیا نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر واقعی دو ناکوں پر

انہیں روکا گیا لیکن صرف ٹارچ مار کر سوبرز اور کرسیا کو دیکھ کر تصدیق کی گئی اور گاڑی آگے بڑھا دی گئی۔ وکی نے ایک بڑا نوٹ انہیں پہلے ہی دے دیا تھا۔ دو بار ایسا ہوا۔ پھر وہ ایک ایسی سڑک پر پہنچ گئے جہاں کسی قسم کی کوئی ٹریفک نہ تھی حتیٰ کہ یہاں اکا دکا سٹریٹ لائٹس روشن تھیں۔ باقی بند تھیں۔

”یہ تو واقعی ویران سی سڑک آ گئی ہے۔ کیوں“...... سوبرز نے کہا۔

”جناب۔ مین روڈ پر آگے بھی کافی ساری چیک پوسٹس موجود ہیں اس لئے میں سائیڈ روڈ سے نکل کر آیا ہوں۔ اب ہم جیسے ہی گھومیں گے اپنی مطلوبہ فیکٹری کے گیٹ پر پہنچ جائیں گے“...... وکی نے جواب دیا۔

”تم نے فیکٹری گیٹ کے سامنے پہنچنے سے پہلے کار سائیڈ میں روک دینی ہے۔ ہم نے باقاعدہ تیار ہونا ہے“...... سوبرز نے کہا۔

”یس سر“...... وکی نے جواب دیا تو سوبرز نے اپنے پیروں میں پڑے ہوئے بیگ کی زپ کھولی اور اس میں سے سائیلنسر لگے دو مشین پسٹلز نکال کر ایک پسٹل کرسیا کی طرف بڑھا دیا اور دوسرا اپنی جیب میں ڈال کر بیگ میں سے گیس کٹر اور بے ہوش کر دینے والی گیس کا پسٹل بھی نکال کر اپنی جیب میں ڈال لیا۔

”سر۔ ہم فیکٹری کے قریب پہنچنے والے ہیں“...... وکی نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے کار کی رفتار کم کر دی۔

”بس۔ یہیں روک دو اور میری بات سن لو۔ تم نے ان ہدایات پر پوری طرح عمل کرنا ہے“...... سوبرز نے کہا تو وکی نے کار ایک گہرے اندھیرے علاقے میں لے جا کر روک دی۔ کار کی اندرونی لائٹ بھی بند تھی اور مین لائٹ بھی اس نے بند کر دی تھی۔ اب کار گہرے اندھیرے کا جزو بن گئی تھی اور جب تک کوئی اس کے انتہائی قریب نہ آ جاتا اسے کار نظر نہ آ سکتی تھی۔

”اس فیکٹری کے مین گیٹ سے ہمیں اندر جانا ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہو گا کہ تم کار گیٹ پر روک دو گے۔ میں نیچے اتر کر گیٹ کی سائیڈ میں اوٹ میں کھڑا ہو جاؤں گا۔ تم دو تین بار ہارن دو گے تو لامحالہ کوئی دربان گیٹ کھول کر باہر آئے گا تو تم نے اسے کار کے قریب بلانا ہے اور اگر ضروری سمجھو تو ایک بڑا نوٹ اس کے ہاتھ پر رکھ دینا۔ میں اس دوران اندر بے ہوش کر دینے والی گیس فائر کر دوں گا اور پھر عقب سے اس دربان کے سر پر پسٹل کا دستہ مار کر اسے بھی بے ہوش کر دیا جائے گا۔ اس کے بعد میں اندر جا کر بڑا پھاٹک کھول دوں گا۔ اندر موجود دربان بے ہوش پڑے ہوں گے۔ ہم تمام کارروائی مکمل کریں گے اور پھر انہیں بے ہوش چھوڑ کر واپس نکل جائیں گے“...... سوبرز نے پوری تفصیل سے ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

”سر۔ بے ہوش کر دینے والی گیس تو خاصی دیر تک فضا میں رہے گی۔ ایسی صورت میں ہم فوری طور پر فیکٹری میں داخل نہیں ہو

سکتے“...... وکی نے کہا۔

”یہ خصوصی گیس ہے۔ یہ کھلی فضا کے لئے بنائی گئی ہے۔ یہ انتہائی مؤثر ہونے کے ساتھ ساتھ بہت جلد فضا میں تحلیل ہو کر غیر مؤثر ہو جاتی ہے“...... سوبرز نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے جناب۔ پھر چلیں“...... وکی نے کہا۔

”میرے بارے میں تم نے کچھ نہیں بتایا“...... کرسیا نے کہا۔

”تم کار میں موجود رہو گی۔ ہو سکتا ہے کہ دربان کوئی گڑبڑ کرنے کی کوشش کرے تو تم نے اسے سائیلنسر لگے پسٹل سے ختم کر دینا ہے“...... سوبرز نے کہا۔

”او کے“...... کرسیا نے کہا تو سوبرز نے وکی کو کار فیکٹری کے پھاٹک پر لے جانے کے لئے کہا اور وکی نے کار کو ایک جھٹکے سے آگے بڑھا دیا۔ تھوڑی سی آگے بڑھا کر اس نے ہیڈ لائٹس آن کر دیں۔ سوبرز اور کرسیا دونوں الرٹ ہو کر بیٹھ گئے تھے۔ تھوڑی دیر بعد کار گھوم کر ایک دوسری بڑی سڑک پر پہنچ گئی اور پھر ایک موڑ مڑ کر ایک جہازی سائز کے پھاٹک کے سامنے رک گئی۔ سوبرز کار کا دروازہ آہستہ سے کھول کر باہر نکلا اور پھر آہستہ سے دروازہ بند کیا تاکہ دروازے کے بند ہونے کی آواز فیکٹری کے اندر سنائی نہ دے اور پھر پنجوں کے بل دوڑتا ہوا وہ پھاٹک کی سائیڈ میں جا کر وہاں موجود پھولوں کی بیلوں کی اوٹ میں ہو کر رک گیا۔

اسی لمحے وکی نے کار کا ہارن بجایا۔ تین بار اس نے تیز ہارن

دیا تو سوبرز نے چھوٹا پھاٹک کھلتے دیکھا تو وہ اور زیادہ بیلوں کی اوٹ میں ہو گیا۔ پھاٹک میں سے ایک مشین گن بردار سیکورٹی کا آدمی باہر آیا اور پھر سیدھا کار کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس کے آگے بڑھتے ہی سوبرز بجلی کی سی تیزی سے آگے بڑھا۔ چھوٹا پھاٹک کھلا ہوا تھا۔ اس نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے گیس پسٹل کا رخ اندرونی طرف کر کے چار پانچ بار ٹریگر دبا دیا اور پھر تیزی سے پنجوں کے بل دوڑتا ہوا کار کی طرف بڑھ گیا۔ وکی اس وقت سیکورٹی اہلکار کو ایک بڑا نوٹ دے رہا تھا اس لئے سیکورٹی اہلکار پوری طرح ادھر ہی متوجہ تھا۔

سوبرز نے دو قدم آگے بڑھائے اور اس کے ساتھ ہی اس کا بازو گھوما اور سیکورٹی اہلکار گردن کی سائیڈ پر زور دار ضرب کھا کر نیچے گرا ہی تھا کہ سوبرز نے ہاتھ میں پکڑا ہوا گیس پسٹل جیب میں ڈالا اور جھک کر اٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے سیکورٹی اہلکار کی گردن کے سامنے والے حصے پر کھڑی ہتھیلی کا وار کر دیا۔ کھٹاک کی آواز کے ساتھ ہی سیکورٹی اہلکار کا اٹھنے کی کوشش کرتا ہوا جسم ایک جھٹکے سے نیچے گرا اور ساکت ہو گیا۔ وہ ختم ہو چکا تھا۔ سوبرز کا پہلے ارادہ اس کے سر پر پسٹل کا دستہ مارنے کا تھا لیکن پھر عین موقع پر اس نے ارادہ بدل دیا کیونکہ دربان نے سر پر ٹوپی پہن رکھی تھی جو اس کی یونیفارم کا حصہ تھی اس لئے پہلے اس کی گردن کی سائیڈ پر ضرب لگا کر اسے نیچے گرا دیا اور پھر اس کی گردن کی ہڈی توڑ کر

اس کو ہلاک کر دیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی سوبرز نے جھک کر اس دربان کو اٹھا کر کاندھے پر ڈالا اور تیزی سے مڑ کر وہ دوڑتا ہوا کھلے چھوٹے پھاٹک سے اندر داخل ہو گیا۔ وہاں سامنے کئی مسلح افراد زمین پر ٹیڑھے میڑھے انداز میں بے ہوش پڑے ہوئے تھے۔ سوبرز نے کاندھے پر موجود دربان کی لاش کو ایک طرف پھینکا اور دوڑ کر اس نے چھوٹا پھاٹک بند کر کے بڑا پھاٹک کھول دیا۔ اس کے ساتھ ہی سامنے موجود کار خاصی تیز رفتاری سے اندر داخل ہوئی اور آگے بڑھتی چلی گئی تو سوبرز نے پھاٹک بند کر کے بڑا کنڈا لگا دیا۔ کار اندر رکتے ہی اس میں سے کرسیا اور وکی دونوں باہر آ گئے۔

”تم نے پھاٹک کا خیال رکھنا ہے وکی جبکہ کرسیا میرے ساتھ آئے گی“...... سوبرز نے کہا اور پھر وہ کرسیا کے ساتھ دوڑتا ہوا ایک سائیڈ پر بنی ہوئی میٹرو بینک کی عمارت کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ یہ ایک منزلہ عمارت تھی اور اس کی وسعت بھی زیادہ نہ تھی۔ ایک بڑا ہال تھا جس میں کاؤنٹر، کرسیاں اور میزیں پڑی ہوئی تھیں۔ اندر لائٹ جل رہی تھی۔ دو دربان سامنے ہی بے ہوش پڑے ہوئے تھے۔ ایک سائیڈ پر ایک چھوٹا سا آفس تھا جبکہ اس آفس کے اندر سے ایک دروازہ لاکرز روم کے لئے کھلتا تھا۔ کارل نے پہلے ہی اسے ساری تفصیل بتا دی تھی اس لئے وہ تیزی سے آفس میں آیا اور پھر بھاری دروازہ کھول کر لاکرز روم میں آ گیا۔

یہاں لاکرز کی دو الماریاں موجود تھیں جن پر نمبرز لکھے ہوئے صاف دکھائی دے رہے تھے۔ کل لاکرز صرف بیس تھے لیکن ان کے نمبرز سو سے شروع کئے گئے تھے۔ ڈاکٹر احمد کے لاکر کا نمبر ایک سو ایک بتایا گیا تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ یہ دوسرا لاکر ہے۔ اس لاکر پر ایک سو ایک کا مخصوص ہندسہ بھی درج تھا۔ سوبرز نے بجلی کی سی تیزی سے جیب سے گیس کٹر نکالا اور پھر اسے آن کر کے اس نے لاکر کا لاک کاٹنا شروع کر دیا۔ مخصوص گیس سے چلنے والا کٹر خاصا تیز رفتار اور خصوصی کٹر تھا اس لئے چند لمحوں میں ہی سوبرز لاکر کاٹنے میں کامیاب ہو گیا اور پھر اس نے بجلی کی سی تیزی سے لاکر کھولا تو وہ اور اس کے ساتھ کھڑی کرسیا دونوں بے اختیار اچھل پڑے کیونکہ لاکر میں کوئی کمپیوٹر ڈسک موجود نہیں تھی۔ البتہ ایک فائل موجود تھی۔ سوبرز نے فائل باہر نکالی اور اسے کھول کر دیکھنے لگا۔ دوسرے لمحے اس نے فائل کو واپس لاکر میں پٹخ دیا۔

”یہ تو اس ڈاکٹر کی جائیداد کے کاغذات ہیں۔ وہ فارمولا کہاں ہے“...... سوبرز نے غصے سے چیختے ہوئے لہجے میں کہا۔

”ہو سکتا ہے کارل کو صرف ایک لاکر کا پتہ چلا ہو جبکہ ڈاکٹر احمد کے دو لاکر ہوں“...... کرسیا نے کہا۔

”اوہ ہاں۔ ایسا ہو سکتا ہے لیکن کیا اب یہ سارے لاکر کھولنے پڑیں گے۔ اس میں تو بہت وقت لگ جائے گا اور کسی بھی لمحے کوئی یہاں آ سکتا ہے“...... سوبرز نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"مینجر کے آفس میں ان کا ریکارڈ موجود ہوگا۔ میں چیک کرتی ہوں"...... کرسیا نے کہا اور تیزی سے مڑ کر واپس ہال کمرے میں چلی گئی جہاں آفس کا دروازہ تھا جبکہ سوبرز نے گیس کٹر کی مدد سے ساتھ والا لاکر کاٹنا شروع کر دیا اور پھر تھوڑی دیر بعد جب اس نے اسے کھولا تو یہ لاکر بالکل خالی تھا۔ اس میں کوئی چیز بھی موجود نہیں تھی۔

"ایک ہی لاکر ہے ایک سو ایک۔ یہ دیکھو فائل"...... کرسیا نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی فائل اسے دکھاتے ہوئے کہا۔

"فائل کے مطابق تو بیس پچیس لاکروں میں سے صرف دس لاکرز الاٹ شدہ ہیں۔ باقی خالی ہیں"...... سوبرز نے فائل کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ صرف گیارہ لاکرز باقی خالی ہیں"...... کرسیا نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ میں ان سب الاٹ شدہ لاکرز کو کھولوں گا۔ تم نمبرز بتاتی رہو"...... سوبرز نے کہا اور پھر ان دونوں نے بڑے جوش وخروش سے کام شروع کر دیا۔ اب کوئی لاکر خالی نہ تھا لیکن کمپیوٹر ڈسک کسی میں نہ تھی۔ یا تو جائیداد کی فائلیں تھیں یا پھر سونے کے زیورات سے بھرے ڈبے۔ کئی لاکرز میں بھاری غیر ملکی کرنسی موجود تھی۔ سوبرز ساتھ ساتھ فائلیں چیک کرتا رہا جبکہ کرسیا زیورات کے ڈبے چیک کرتی رہی اور پھر گیارہ کے گیارہ لاکرز چیک کر لئے گئے۔

"یہ سارا پلان ہی غلط تھا۔ ایک سائنس دان اس قدر احمق نہیں ہو سکتا کہ وہ لاکرز میں فارمولا رکھے۔ آؤ چلیں"...... سوبرز نے آخرکار مایوسانہ لہجے میں کہا۔

"یہ کرنسی اور زیورات تو لے لیں۔ کام آئیں گے"...... کرسیا نے کہا۔

"لعنت بھیجو ان پر۔ ہم ڈاکو یا مجرم نہیں ہیں۔ پڑے رہنے دو انہیں یہاں۔ آؤ نکل چلیں"...... سوبرز نے غصیلے لہجے میں کہا تو کرسیا نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے ڈبے واپس رکھ دیئے اور پھر تھوڑی دیر بعد ان کی کار تیزی سے فیکٹری سے نکل کر آگے بڑھنے لگی۔ وکی نے کار باہر نکال کر بڑا پھاٹک اندر سے بند کر دیا اور چھوٹے پھاٹک کو ویسے ہی بند کر کے وہ کار لے کر واپس اپنی رہائشی کالونی کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ اس بار وکی نے ایسی سڑکوں کا انتخاب کیا تھا جن پر پولیس ناکے موجود نہیں تھے اس لئے وہ اطمینان سے واپس اپنی رہائش گاہ پر پہنچ گئے تھے۔

"وکی۔ یہ کار کسی اور جگہ لے جاؤ۔ صبح جب سیکورٹی اہلکار کی لاش فیکٹری سے دستیاب ہوگی اور بینک کے لاکرز کھلے ہوئے ملیں گے تو پولیس نے لامحالہ ہماری کار کو چیک کرنا ہے۔ اس کا نمبر ان کے پاس موجود ہے۔ اس طرح ہم خواہ مخواہ مصیبت میں پھنس جائیں گے"...... سوبرز نے کہا۔

"آپ کی بات درست ہے لیکن اسے کہیں لے جانے کی

ضرورت نہیں ہے۔ اس کی نمبر پلیٹ تبدیل کی جا سکتی ہے اور اس کا کلر بھی''...... وکی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔
''اوہ۔ پھر ٹھیک ہے''...... سوبرز نے کہا اور اندرونی کمرے کی طرف ڈھیلے قدموں سے بڑھتا چلا گیا۔ کرسیا بھی اس کے ساتھ ہی تھی۔

''اب کیا کریں۔ اب تو وہ ڈرائیور بھی مارا جا چکا ہے۔ اب فارمولا کہاں سے تلاش کریں''...... سوبرز نے سٹنگ روم میں کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔
''میں تو تھک گئی ہوں۔ تم بیٹھے سوچتے رہو۔ میں تو سونے جا رہی ہوں۔ صبح تازہ دم ہو کر سوچوں گی''...... کرسیا نے کہا۔
''تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔ اب اس حالت میں سمجھ بھی کچھ نہیں آتا۔ اوکے۔ میں بھی سوتا ہوں۔ صبح دیکھا جائے گا''...... سوبرز نے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر وہ خوابگاہ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

عمران ناشتے کے بعد بیٹھا اخبار پڑھ رہا تھا۔ اس وقت اس کے ہاتھ میں ایک لوکل اخبار تھا اور پھر ایک خبر کی ذیلی سرخی نے اسے چونکا دیا۔ اس ذیلی سرخی میں سائنس دان ڈاکٹر احمد کا نام لکھا ہوا تھا۔ خبر کسی ڈکیتی کے بارے میں تھی۔ عمران نے خبر پڑھنا شروع کر دی اور پھر جیسے جیسے وہ خبر پڑھتا جا رہا تھا اس کی حیرت بڑھتی جا رہی تھی کیونکہ خبر کے مطابق ڈان کیمیکلز فیکٹری میں ایک بینک کی برانچ میں رات کو ڈکیتی ہوئی تھی۔ ایک دربان کی لاش ملی تھی جبکہ باقی تمام دربان بے ہوش پڑے ملے تھے۔ بینک کے لاکرز کو کٹر سے باقاعدہ کاٹا گیا تھا اور خاص طور پر ڈاکٹر احمد کے نام پر جو لاکر تھا، خصوصی طور پر کاٹ کر اس کی تلاشی لی گئی تھی۔
بینک منیجر کے آفس سے اٹھائی گئی فائل بھی لاک روم میں پڑی ملی تھی جس میں ڈاکٹر احمد کے نام لاکر کے نیچے خصوصی طور پر لائن

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

ڈالی گئی تھی۔ اس کے علاوہ دیگر لاکرز بھی کاٹے گئے تھے جس پر فیکٹری کے بینک ڈائریکٹر نے پولیس کو بتایا ہے کہ ڈاکٹر احمد ان کے قریبی عزیز تھے اور انہوں نے فیکٹری میں موجود بینک میں ایک لاکر کے لئے انہیں خصوصی درخواست کی تھی جس پر انہوں نے اپنی ضمانت پر انہیں ایک لاکر دلوا دیا تھا اور وہ اکثر اس لاکر کو آپریٹ کرنے خود آتے رہتے تھے اور ان کی کار فیکٹری کے گیٹ سے باہر کھڑی رہتی تھی۔ وہ خود سیدھے بینک جاتے اور لاکر کو آپریٹ کرنے کے بعد فوراً ہی واپس چلے جاتے تھے۔ اخبار کے مطابق واردات انتہائی منصوبہ بندی سے کی گئی تھی۔ بے ہوش دربانوں کو ہسپتال پہنچایا گیا۔ وہاں ڈاکٹروں کے مطابق ان دربانوں کو انتہائی جدید ترین گیس سے بے ہوش کیا گیا تھا۔

ایک بے ہوش دربان نے ہوش میں آنے پر بتایا کہ وہ سب اپنی اپنی ڈیوٹی پر موجود تھے۔ فیکٹری بند تھی کہ رات گئے فیکٹری کے گیٹ کے باہر سے تین بار ہارن بجانے کی آواز سنائی دی تو گیٹ پر موجود دربان چھوٹا گیٹ کھول کر باہر چلا گیا۔ پھر اچانک انہوں نے کٹک کٹک کی آوازیں سنیں اور اس کے ساتھ ہی وہ بے ہوش ہو گئے۔ باہر جانے والے دربان کو ہلاک کر دیا گیا اور اس کی لاش کو بھی فیکٹری کے اندر پھینک دیا گیا۔ عمران نے دو تین بار خبر پڑھی اور پھر ایک طویل سانس لیتے ہوئے اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھایا اور انکوائری کے نمبر پریس کر دیئے۔

''انکوائری پلیز''...... رابطہ ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

''انڈسٹریل اسٹیٹ تھانے کا فون نمبر دیں''...... عمران نے کہا تو دوسری طرف سے چند لمحوں کی خاموشی کے بعد نمبر بتا دیا گیا تو عمران نے کریڈل دبایا اور پھر ٹون آنے پر اس نے انکوائری آپریٹر کے بتائے ہوئے نمبر پریس کر دیئے۔

''تھانہ انڈسٹریل اسٹیٹ''...... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک سخت اور کھردری سی آواز سنائی دی۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے بولنے والا بولنے کی بجائے لٹھ مار رہا ہو۔

''ایس پی سپیشل برانچ راٹھور بول رہا ہوں''...... عمران نے بدلی ہوئی آواز اور لہجے میں کہا۔ اس نے واقعی سپیشل برانچ کے ایس پی راٹھور کی آواز اور لہجے میں بات کی تھی کیونکہ وہ اسے اچھی طرح جانتا تھا۔

''یس سر۔ یس سر۔ میں محرر بول رہا ہوں سر۔ حکم سر۔ حکم فرمائیں سر''...... دوسری طرف سے بولنے والے کا لہجہ یکلخت بھیک مانگنے والوں جیسا ہو گیا تھا۔

''ڈی ایس پی سپیشل برانچ تھانے پہنچ رہا ہے۔ اس کا نام علی عمران ہے۔ تم نے اور تمہارے ایس ایچ او نے اس سے مکمل تعاون کرنا ہے کیونکہ سپیشل برانچ ڈان کیمیکلز فیکٹری میں ہونے والی ڈکیتی کو خصوصی طور پر چیک کر رہی ہے تاکہ معلوم کیا جا سکے کہ

تمہارے تھانے کے عملے کی کوتاہی کی وجہ سے تو ایسا نہیں ہوا''۔ عمران نے جان بوجھ کر لمبی بات کرتے ہوئے کہا۔

''یس سر۔ میرا مطلب ہے نو سر۔ ہمارے تھانے نے تو رات کو پورے ایریا میں باقاعدہ ناکہ بندی کر رکھی تھی سر۔ ہم تو ساری رات چوکنا رہے ہیں سر''...... محرر نے بوکھلائے ہوئے انداز میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اگر ایسا ہے تو ٹھیک ہے۔ اگر ڈی ایس پی نے تمہارے اور تمہارے تھانے کے بارے میں درست رپورٹ کی تو ٹھیک ہے ورنہ آئی جی صاحب نے پورے تھانے کو معطل کر دینا ہے اور ڈی ایس پی پہنچ رہا ہے۔ اس سے ہر طرح سے تعاون کیا جائے''۔ عمران نے کہا اور رسیور رکھ کر وہ اٹھا اور ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ گیا۔ سلیمان اسے ناشتہ دے کر خریداری کے لئے مارکیٹ گیا ہوا تھا اس لئے عمران نے مخصوص انداز میں فلیٹ کو لاک کیا اور سیڑھیاں اتر کر وہ گیراج کی طرف بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی سپورٹس کار خاصی تیز رفتاری سے انڈسٹریل اسٹیٹ کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ تقریباً آدھے گھنٹے بعد وہ تھانے پہنچ گیا۔ اس نے کار تھانے کے گیٹ کے سامنے روکی اور پھر نیچے اتر آیا۔ تھانے کے گیٹ کے باہر ایک مسلح سپاہی موجود تھا۔

''ایس ایچ او صاحب ہیں۔ میرا تعلق پولیس سے ہے''۔ عمران نے کہا تو سپاہی نے باقاعدہ اسے سیلوٹ کیا۔

''یس سر۔ یس سر۔ آیئے سر۔ میں آپ کے ہی استقبال کے لئے کھڑا تھا سر''...... سپاہی نے سیلوٹ کرتے ہوئے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا تو عمران زیر لب مسکرا دیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک کمرے میں داخل ہوا جہاں ایک بھاری جسم اور باہر کو نکلی ہوئی توند کا مالک خرانٹ شکل والا ایس ایچ او موجود تھا۔

''ڈی ایس پی سپیشل برانچ''...... سپاہی نے اندر داخل ہوتے ہی کہا تو ایس ایچ او بوکھلائے ہوئے انداز میں اٹھا اور اس نے بھی باقاعدہ سیلوٹ کیا۔ البتہ اس کے چہرے پر ہلکی سی حیرت موجود تھی۔

''خوش آمدید سر۔ میرا خیال تھا کہ آپ یونیفارم میں ہوں گے سر''...... ایس ایچ او نے قدرے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

''آپ کو معلوم نہیں ہے کہ سپیشل برانچ میں ڈیوٹی کے دوران یونیفارم استعمال نہیں کی جاتی۔ صرف پریڈ ٹائپ کے مواقع پر یونیفارم پہنی جاتی ہے''...... عمران نے منہ بنا کر جواب دیتے ہوئے کہا۔

''یس سر۔ یس سر۔ تشریف رکھیں سر۔ کیا پینا پسند کریں گے آپ''...... ایس ایچ او مزید بوکھلا گیا تھا۔

''میں کتنی بار بتاؤں کہ میں ڈیوٹی پر ہوں اور ڈیوٹی کے دوران نہ پیا جاتا ہے اور نہ ہی کھایا جاتا ہے''...... عمران نے سخت لہجے میں کہا اور کرسی پر بیٹھ گیا۔

''یس سر۔ یس سر۔ حکم سر۔ ہم ہر خدمت کے لئے حاضر ہیں

سر''...... ایس ایچ او نے کہا۔

''سب سے پہلے تو میرے ساتھ فیکٹری چلیئے۔ میں موقعہ واردات کو خود دیکھنا چاہتا ہوں''...... عمران نے کہا۔

''یس سر۔ آیئے سر''...... ایس ایچ او نے کہا تو عمران اٹھ کھڑا ہوا۔ تھوڑی دیر بعد پولیس کی گاڑی کے پیچھے اپنی کار چلاتا ہوا وہ ڈان کیمیکلز فیکٹری کے گیٹ پر پہنچ گیا اور پھر تقریباً ایک گھنٹے بعد وہ وہاں کی تمام صورت حال کو نہ صرف اچھی طرح دیکھ چکا تھا بلکہ اس نے فیکٹری کے جنرل مینجر سے بھی تفصیلی بات کی تھی۔ اس نے بھی وہی بات بتائی تھی جو اخبار میں شائع ہوئی تھی۔ عمران ایس ایچ او کے ساتھ واپس تھانے آ گیا۔

''ایس ایچ او صاحب۔ آپ کے محرر نے فون پر ایس پی سپیشل برانچ کو بتایا تھا کہ آپ اور آپ کے عملے نے ساری رات علاقے میں ناکہ بندی کی ہوئی تھی''...... عمران نے کہا۔

''یس سر''...... ایس ایچ او نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

''تو پھر مجرم جو یقیناً کسی کار میں آئے تھے اس ناکہ بندی سے بچ کر کیسے فیکٹری پہنچ گئے کیونکہ وہاں ایک کار کے ٹائروں کے نشانات موجود تھے''...... عمران نے کہا۔

''جناب۔ انڈسٹریل اسٹیٹ کی سڑکیں بے حد طویل ہیں اور موڑ بے حد کم ہیں اور نئی بنی ہوئی ہیں اس لئے لوگ رات کو اکثر

لانگ ڈرائیو کے لئے ادھر آ جاتے ہیں۔ ہم صرف سرسری طور پر ان کو چیک کرتے ہیں۔ البتہ جس رات یہ واردات ہوئی ہے اس رات ایک کار میں ایک غیر ملکی جوڑا بھی آیا تھا۔ وہ اس ناکے سے گزرے تھے جہاں میں خود موجود تھا۔ ڈرائیور مقامی تھا اور ڈرائیور نے مجھے بتایا کہ وہ صرف لانگ ڈرائیو کے لئے ادھر آیا ہے۔ پھر وہ کار واپس بھی چلی گئی۔ باقی تو سب کچھ نارمل ہی تھا''...... ایس ایچ او نے کہا لیکن ایس ایچ او کے چہرے پر موجود تاثرات سے اسے پتہ چل گیا تھا کہ ایس ایچ او نے بات گھما کر کی ہے۔

''ان کے حلیئے کیا تھے''...... عمران نے کہا تو ایس ایچ او نے غیر ملکی جوڑے کے حلیئے بتا دیئے۔

''اس مقامی ڈرائیور کا حلیہ کیا تھا''...... عمران نے پوچھا تو ایس ایچ او نے تفصیل سے حلیہ بتا دیا۔ بہرحال وہ پولیس کا آدمی تھا اس لئے ایسے معاملات میں ان کی نظریں خاصی گہری ہوتی ہیں۔

''اس کار کا رجسٹریشن نمبر، ماڈل اور کمپنی تو آپ نے نوٹ کی ہو گی''...... عمران نے کہا۔

''جی ہاں۔ میرے ماتحت نے فوراً یہ سب کچھ نوٹ کیا تھا۔ میں منگواتا ہوں''...... ایس ایچ او نے کہا اور پھر میز پر پڑی ہوئی ہاتھ سے بجانے والی گھنٹی پر ہاتھ مارا تو ایک باوردی سپاہی نے اندر آ کر سیلوٹ کیا۔

''کرم دین سے کہو کہ گاڑیوں کے نمبروں والی ڈائری سمیت

یہاں آئے۔ جلدی''...... ایس ایچ او نے کہا۔

''یس سر''...... سپاہی نے کہا اور واپس مڑ گیا۔ تھوڑی دیر بعد باوردی محرر اندر داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں ایک ڈائری تھی۔

''کرم دین۔ جس کار میں غیر ملکی جوڑا تھا اس کار کا نمبر اور اس کی تفصیل صاحب کو بتاؤ''...... ایس ایچ او نے آنے والے سے مخاطب ہو کر کہا۔

''یس سر''...... محرر نے کہا اور ڈائری کھول کر تیزی سے اس کے ورق الٹانے شروع کر دیئے۔ پھر ایک صفحے پر رک کر اس نے نمبر بتانے شروع کر دیئے۔

''ڈائری مجھے دکھاؤ''...... عمران نے کہا۔

''یس سر''...... محرر نے کہا اور کھلی ہوئی ڈائری اس نے عمران کے سامنے میز پر رکھ دی۔ عمران نے دیکھا کہ ایک اندراج کے سامنے غیر ملکی جوڑا کے الفاظ بھی درج تھے۔

''یہ نمبر ہے جناب۔ احتیاطاً اس کے ساتھ غیر ملکی جوڑا بھی لکھا ہوا ہے''...... محرر نے اس اندراج پر انگلی رکھتے ہوئے کہا۔

''گڈ۔ تم واقعی عقل مند آدمی ہو''...... عمران نے کہا تو محرر کا چہرہ بے اختیار کھل اٹھا۔ عمران نے رجسٹریشن نمبر اور دوسری تفصیلات کو غور سے دیکھا۔

''ٹھیک ہے۔ اٹھا لو ڈائری''...... عمران نے کہا۔

''یس سر''...... محرر نے کہا اور پھر اس نے ڈائری اٹھا لی۔

''اس مقامی ڈرائیور کو تم نے پہلے بھی کہیں دیکھا تھا''...... عمران نے محرر سے پوچھا۔

''نو سر''...... محرر نے جواب دیا۔

''او کے۔ ٹھیک ہے۔ میں رپورٹ راٹھور صاحب کو دے دوں گا جس میں آپ کے تھانے کی کارکردگی کی تعریف کروں گا۔ آپ نے واقعی فرض شناسی کا مظاہرہ کیا ہے''...... عمران نے اٹھتے ہوئے کہا تو ایس ایچ او نے اٹھ کر باقاعدہ عمران کو سیلوٹ کیا۔ محرر نے بھی سیلوٹ کیا اور پھر وہ دونوں عمران کو تھانے کے گیٹ کے باہر کھڑی اس کی کار تک چھوڑنے آئے۔ عمران نے کار موڑی اور پھر واپس شہر کی طرف چل پڑا۔ اس نے جو کچھ دیکھا تھا اس سے اس کے ذہن میں یہی تصویر بنی تھی کہ ڈاکٹر احمد یقیناً اس فیکٹری میں موجود بینک لاکر میں اے ڈبلیو ریز کا فارمولا رکھتا ہو گا کیونکہ اس نے اندازہ لگایا تھا کہ ڈاکٹر احمد کی رہائش گاہ سے فیکٹری تک آنا اور پھر واپس جانے میں ایک گھنٹہ لگ جاتا ہو گا لیکن جو کچھ اس نے وہاں دیکھا تھا اس سے یہی ظاہر ہوتا تھا کہ جب حملہ آوروں نے لاکر کاٹ کر کھولا تو اس میں فارمولا موجود نہیں تھا ورنہ انہیں دوسرے لاکرز کاٹنے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ وہ فوراً واپس جانے کی کرتے لیکن اگر ایسا ہے تو پھر فارمولا کہاں گیا لیکن اس نے فوری طور پر اس غیر ملکی جوڑے کو چیک کرنے کے بارے میں سوچا کیونکہ اس کے نقطہ نظر سے انہی غیر ملکیوں نے ڈاکٹر احمد کو ہلاک

کیا تھا اور اصل فارمولا نہ ملنے پر انہیں دوبارہ آنا پڑا تھا اور انہوں نے واقعی کام کیا تھا کہ انہیں اس فیکٹری میں موجود ڈاکٹر احمد کے لاکر کے بارے میں نہ صرف معلوم ہو گیا تھا بلکہ انہوں نے وہاں پہنچ کر کامیاب واردات بھی کر ڈالی تھی۔ اس کا مطلب تھا کہ یہ لوگ خاصے تیز جا رہے ہیں۔ عمران اب انڈسٹریل اسٹیٹ سے نکل کر شہر کی حدود میں داخل ہو گیا تھا۔ اس نے کار ایک سائیڈ پر کر کے روکی اور پھر جیب سے سیل فون نکال کر اس نے اس پر ٹائیگر کا نمبر پریس کیا اور پھر رابطے کا نمبر ملا دیا۔ چند لمحوں بعد سکرین پر ٹائیگر کا نام ڈسپلے ہو گیا۔

"یس باس۔ ٹائیگر بول رہا ہوں"...... ٹائیگر کی آواز سنائی دی۔

"ٹائیگر۔ تمہیں میں نے ڈاکٹر احمد کے ڈرائیور کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کا کہا تھا۔ تم نے کوئی رپورٹ نہیں دی۔ کیوں"...... عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

"باس۔ میں نے آپ کو رپورٹ دی تھی کہ اسے اس کے گھر میں گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا ہے اور میں اس کے قاتلوں کو ٹریس کرنے میں لگا ہوا ہوں لیکن ابھی تک کچھ معلوم نہیں ہو سکا حالانکہ جس محلے میں ڈرائیور رہتا تھا وہ انتہائی گنجان آباد محلہ ہے۔ وہاں اجنبی آدمی فوراً مارک ہو جاتا ہے۔ البتہ یہ معلوم ہوا ہے کہ اس ڈرائیور کو تلاش کرتا ہوا ایک غیر ملکی جوڑا اس گنجان آباد محلے میں دیکھا گیا تھا"...... ٹائیگر نے تفصیل سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"تم نے اس غیر ملکی جوڑے کے حلیئے تو معلوم کئے ہوں گے"۔ عمران نے کہا۔

"یس باس۔ دونوں یورپی تھے"...... ٹائیگر نے جواب دیا اور ساتھ ہی اس نے دونوں کے حلیئے تفصیل سے دوہرا دیئے۔ یہ وہی حلیئے تھے جو ایس ایچ او نے بتائے تھے۔

"اس کا مطلب ہے کہ یہ غیر ملکی جوڑا اس ڈرائیور سے ملا اور اس سے انہوں نے معلومات حاصل کیں اور پھر واردات کر ڈالی۔ یہ تو خاصے تیز جا رہے ہیں"...... عمران نے کہا۔

"کیا ہوا ہے باس"...... ٹائیگر نے چونک کر پوچھا تو عمران نے اسے اخبار میں خبر شائع ہونے سے لے کر موقعہ واردات چیک کرنے اور پولیس سے حاصل ہونے والی معلومات کے بارے میں بتا دیا۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں باس کہ وہ فارمولا انہیں لاکر سے نہیں ملا"...... ٹائیگر نے چونک کر کہا۔

"ہاں۔ اگر فارمولا انہیں مل جاتا تو وہ دوسرے لاکرز نہ کاٹتے جبکہ انہیں فائل سے معلوم ہو گیا تھا کہ ڈاکٹر احمد کے لاکر کا نمبر کیا ہے"...... عمران نے کہا۔

"اس کار میں ڈرائیور کے بارے میں کیا تفصیل ہے باس تاکہ اسے ٹریس کیا جا سکے"...... ٹائیگر نے پوچھا تو عمران نے اسے ڈرائیور کا حلیہ جو پولیس نے اسے بتایا تھا، بتا دیا۔

”اصل مسئلہ انہیں ٹریس کرنے کا نہیں ہے۔ اصل مسئلہ فارمولا ٹریس کرنا ہے۔ میرا خیال ہے کہ ڈاکٹر احمد کے اسسٹنٹ افضل نے بتایا تھا کہ ڈاکٹر صاحب کو فارمولا لینے کے لئے جانے اور آنے میں ایک گھنٹہ صرف ہوتا تھا۔ میرا خیال ہے کہ ایک گھنٹہ اس فیکٹری میں موجود بینک لاکر سے فارمولا لانے میں لگتا تھا لیکن اب ڈاکٹر احمد ہلاک ہو چکا ہے اور مجرموں کو فارمولا یہاں سے نہیں ملا تو پھر کہاں ہو سکتا ہے“...... عمران نے کہا۔

”باس۔ ہو سکتا ہے کہ انہیں فارمولا مل گیا ہو اور وہ فوراً ملک سے نکلنے کی کوشش کریں“...... ٹائیگر نے کہا۔

”ہاں۔ ایسا بھی ہو سکتا ہے۔ بہرحال تم اس ڈرائیور اور کار کو ٹریس کرو۔ ان سے ہی اس جوڑے کے بارے میں فوری معلومات ملیں گی“...... عمران نے کہا۔

”یس باس“...... ٹائیگر نے کہا تو عمران نے آف کا بٹن پریس کر کے رابطہ ختم کر دیا اور پھر تھری زیرو پریس کر کے جب سکرین کے کونے میں ٹرپل زیرو لکھا ہوا نظر آنے لگا تو اس نے دانش منزل کا نمبر پریس کر کے رابطے کا بٹن پریس کر دیا۔

”ایکسٹو“...... چند لمحوں بعد مخصوص آواز سنائی دی۔

”علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں جناب“...... عمران نے اپنے مخصوص شگفتہ لہجے میں کہا۔ گو اس نے سیل فون کو ٹرپل زیرو پر محفوظ کر لیا تھا لیکن پھر بھی چونکہ وہ اوپن

علاقہ میں کار میں بیٹھا ہوا تھا اس لئے وہ محتاط رہنا چاہتا تھا۔

”یس۔ کیوں کال کی ہے“...... دوسری طرف سے سرد لہجے میں کہا گیا تو عمران نے اخبار میں پڑھنے سے لے کر فیکٹری جانے اور پولیس سے معلومات حاصل کرنے اور پھر ٹائیگر سے ہونے والی بات چیت دوہرا دی۔

”اس کا مطلب ہے کہ یہ لوگ خاصے تیز جا رہے ہیں“۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

”یس سر۔ میں ان دونوں کے حلیئے تفصیل سے بتا دیتا ہوں۔ آپ ٹیم کو ان کی تلاش پر لگا دیں۔ مجھے یقین ہے کہ انہوں نے حلیئے تبدیل نہیں کئے ہوں گے“...... عمران نے کہا۔

”تم پانچ منٹ بعد جولیا کو فون کر کے اسے حلیئے بتا دینا۔ میں اسے احکامات دے دیتا ہوں“...... ایکسٹو نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو عمران نے آف کا بٹن پریس کر دیا۔

”کمال ہے پاکیزگی کا کہ غیر کا حلیہ سننا بھی گوارا نہیں ہے۔ چلو، مرد کا نہ سہی خاتون کا تو سنا جا سکتا تھا“...... عمران نے سیل فون جیب میں ڈالتے ہوئے بڑبڑا کر کہا اور پھر کار آگے بڑھا دی۔ ظاہر ہے دس منٹ میں وہ اپنے فلیٹ پر پہنچ سکتا تھا اس لئے یہاں دس منٹ تک انتظار کرنے کی ضرورت ہی نہ تھی۔

سوبرز اور کرسیا دونوں کے چہرے ستے ہوئے تھے۔ ان کی آنکھوں میں الجھن نمایاں تھی۔ دونوں سٹنگ روم میں بیٹھے شراب پینے میں مصروف تھے۔

"اوہ۔ اوہ۔ ہمیں اپنے میک اپ تبدیل کر لینے چاہئیں"۔ اچانک کرسیا نے کہا تو گہری سوچ میں گم سوبرز بے اختیار چونک پڑا۔

"وہ کیوں۔ وہاں ہمیں جس دربان نے دیکھا تھا وہ تو ہلاک ہوگیا ہے"...... سوبرز نے کہا۔

"ناکہ پر پولیس والوں نے ٹارچ کی مدد سے ہمیں چیک کیا تھا اور پولیس والوں کی نظریں بے حد تیز ہوتی ہیں۔ دوسری بات یہ کہ فیکٹری میں ایک دربان کی لاش ملے گی۔ باقی بے ہوش ملیں گے اور بینک میں ڈکیتی کا منظر سامنے ہوگا تو ظاہر ہے پولیس کے اعلیٰ

حکام حرکت میں آ جائیں گے۔ ایسے حالات میں ہمارے بارے میں اور کار کے بارے میں یقیناً تفصیلات پورے دارالحکومت میں پھیلا دی جائیں گی اور ہم جیسے ہی کوٹھی سے باہر نکلے ہمیں چیک کر لیا جائے گا"...... کرسیا نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو کرسیا۔ ان حالات میں بھی تمہارا ذہن نہ صرف کام کر رہا ہے بلکہ بخوبی کام کر رہا ہے"...... سوبرز نے کہا تو کرسیا بے اختیار ہنس پڑی۔

"زیادہ خوشامد کی ضرورت نہیں ہے۔ ہمیں نہ صرف پولیس سے بچنا ہے بلکہ اب یہ بھی سوچنا ہے کہ اصل فارمولے کو کہاں سے اور کیسے حاصل کیا جائے۔ تم بیٹھو اور اس بارے میں سوچو۔ میں حلیہ تبدیل کر کے آتی ہوں"...... کرسیا نے کہا اور مسکراتی ہوئی اٹھ کر اندرونی کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

"کوئی سر پیر ہی نظر نہیں آ رہا۔ اس ڈاکٹر احمد نے نجانے کیا احمقانہ اقدام کر رکھے تھے"...... سوبرز نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

آدھے گھنٹے بعد کرسیا واپس آئی تو اس نے اپنا حلیہ تبدیل کر لیا تھا مگر وہ اب بھی یورپی حلیئے میں ہی تھی لیکن حلیہ متبادل کاغذات کے مطابق تھا۔

"میں آتا ہوں"...... سوبرز نے اٹھتے ہوئے کہا اور اندرونی کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے بھی متبادل کاغذات کے مطابق اپنا حلیہ تبدیل کر لیا تھا تاکہ اگر کہیں چیکنگ

ہو بھی جائے تو ان کے پاس ضروری کاغذات موجود ہوں۔

''تم نے کچھ سوچا سوبرز''...... سوبرز کے واپس آتے ہی کرسیا نے اس سے سوال کرتے ہوئے کہا۔

''پہلے ایک کام سے فارغ ہو جائیں پھر دوسرے کے بارے میں سوچیں گے''...... سوبرز نے جواب دیا اور میز کے قریب رکھی ہوئی خالی کرسی پر بیٹھ گیا۔

''کون سا کام''...... کرسیا نے چونک کر پوچھا۔

''ہم نے اپنے حلیئے تو تبدیل کر لئے ہیں لیکن وکی کا حلیہ وہی ہو گا۔ اس کا حلیہ بھی تو پولیس نے چیک کیا ہو گا''...... سوبرز نے کہا تو کرسیا بے اختیار چونک پڑی۔

''اوہ۔ اوہ۔ اس اہم پوائنٹ کا تو مجھے خیال ہی نہیں رہا تھا۔ وکی نے بتایا تھا کہ کار کی نمبر پلیٹ اور اس کا کلر تبدیل ہو سکتا ہے اس لئے میں مطمئن ہو گئی تھی۔ اس کا مطلب ہے کہ اب تمہارے ذہن نے بھی کام کرنا شروع کر دیا ہے''...... کرسیا نے مسکراتے ہوئے کہا تو سوبرز بے اختیار ہنس پڑا۔ پھر سوبرز نے وکی کو فون پر کال کر لیا۔

''یس سر''...... وکی نے اندر داخل ہو کر کہا لیکن اس کے ساتھ ہی وہ بے اختیار اچھل پڑا۔ اس کے چہرے پر حیرت کے تاثرات تھے۔

''آپ۔ آپ میک اپ میں ہیں۔ اوہ۔ اس قدر تبدیلی''۔ وکی

نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''ہاں۔ تمہیں بھی اسی لئے بلایا ہے کہ تمہارا میک اپ بھی تبدیل کر دیا جائے ورنہ ناکے پر پولیس نے تمہارا حلیہ چیک کیا تھا۔ تمہیں کسی جگہ بھی روکا جا سکتا ہے''...... سوبرز نے کہا۔

''اوہ۔ یس سر۔ واقعی۔ ویسے بھی یہاں میرے جاننے والے بہت ہیں۔ وہ تو میرا حلیہ سن کر ہی میرے بارے میں بتا دیں گے''...... وکی نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

''آؤ میرے ساتھ۔ میں تمہارا حلیہ بدل دیتا ہوں''...... سوبرز نے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر وہ اسے ساتھ لے کر اندرونی کمرے کی طرف بڑھ گیا جہاں میک اپ کا جدید ترین سامان موجود تھا۔ تھوڑی دیر بعد وکی کا حلیہ کافی تبدیل ہو چکا تھا۔

''اب تم اس وقت تک اپنا نام بھی بدل لو جب تک ہم یہاں ہیں''...... سوبرز نے کہا۔

''یس سر۔ میرا پورا نام وکی برائیڈ ہے۔ اب میرا نام برائیڈ ہو گا''...... وکی نے کہا۔

''تم نے کار میں تبدیلیاں کر لی ہیں یا نہیں''...... سوبرز نے پوچھا۔

''یس سر۔ اس کا کلر اور رجسٹریشن نمبر پلیٹ بدل دی گئی ہے''۔ برائیڈ نے جواب دیا۔

''کیا نئی رجسٹریشن پلیٹ کے مطابق کاغذات موجود ہیں''۔ سوبرز

نے سٹنگ روم کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

''یس سر۔ اس کا انتظام پہلے ہی موجود ہے''...... برائیڈ نے جواب دیا اور پھر سلام کر کے وہ کمرے سے باہر چلا گیا۔

''ہاں۔ اب یہ کام تو مکمل ہو گیا۔ اب مشن کا کیا کریں''۔ سوبرز نے برائیڈ کے جانے کے بعد کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

''میرے ذہن میں ایک خیال آیا ہے کہ ڈاکٹر احمد کی اکلوتی بیٹی کو سب کچھ معلوم ہوگا۔ اکلوتی اولاد کے ساتھ آدمی اپنا ہر مسئلہ شیئر کرتا ہے''...... کرسیا نے کہا۔

''تمہاری بات ٹھیک ہے لیکن وہ تو اپنی خالہ کے پاس کارمن شفٹ ہو گئی ہے''...... سوبرز نے کہا۔

''ہماری تنظیم کے ایجنٹ وہاں موجود ہوں گے۔ وہ اس سے معلوم کر سکتے ہیں لیکن اس کی خالہ کا ایڈریس کہاں سے تلاش کیا جائے''...... کرسیا نے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ مزید کوئی بات ہوتی فون کی گھنٹی بج اٹھی تو سوبرز نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

''یس''...... سوبرز نے اپنا نام بتانے سے گریز کرتے ہوئے کہا۔

''کارل بول رہا ہوں''...... دوسری طرف سے کارل کی آواز سنائی دی۔

''یس۔ سوبرز بول رہا ہوں''...... سوبرز نے اس بار اپنا نام لیتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی اس نے لاؤڈر کا بٹن پریس کر دیا۔

''پورے شہر میں آپ کو تلاش کیا جا رہا ہے''...... دوسری طرف سے کہا گیا تو سوبرز اور کرسیا دونوں بے اختیار اچھل پڑے۔

''ہماری تلاش۔ کیا مطلب۔ کیوں''...... سوبرز نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''جو لوگ معلومات حاصل کر رہے ہیں ان کا تعلق یا تو ملٹری انٹیلی جنس سے ہے یا کسی ایجنسی سے کیونکہ ان کا انداز اور قدوقامت ایسا ہے۔ میں نے اس لئے فون کیا ہے کہ آپ اپنے حلیئے تبدیل کر لیں''...... کارل نے کہا۔

''وہ ہم پہلے ہی کر چکے ہیں حتیٰ کہ وکی کا حلیہ بھی تبدیل کر دیا گیا ہے اور کار کا بھی۔ اب نئے حلیوں میں میرا نام کلارک ہے اور کرسیا کا نام لارا اور وکی کا نام برائیڈ ہے''...... سوبرز نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''پھر ٹھیک ہے۔ اب میں مطمئن ہوں''...... کارل نے کہا۔

''کارل۔ ایک کام کراؤ۔ ڈاکٹر احمد کی بیٹی اپنی خالہ کے پاس کارمن شفٹ ہو گئی ہے۔ ہمیں اس کا ایڈریس چاہئے۔ وہ لازماً یہاں کسی نہ کسی دوست کو ملنے جلنے والوں کو ایڈریس بتا کر گئی ہو گی۔ کیا تم ایسا کر سکتے ہو''...... سوبرز نے کہا۔

''ہاں۔ میں معلوم کرا لوں گا۔ اس کالونی میں میرے کئی آدمی موجود ہیں۔ ان کے تعلقات لازماً ڈاکٹر احمد اور اس کی بیٹی سے ہوں گے اور ہو سکتا ہے کہ اب بھی فون پر ان کا رابطہ ہو۔ میں

معلومات کر کے آپ کو فون کرتا ہوں“...... کارل نے کہا۔

”اوکے۔ میں تمہاری کال کا شدت سے انتظار کروں گا“۔ سوبرز نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

”اس ڈاکٹر احمد سے درست طور پر معلومات ہمیں مل جاتیں لیکن اس وقت ہمیں یہ اندازہ ہی نہ تھا کہ وہ اس طرح اصل فارمولا چھپا کر رکھتا ہو گا“...... کرسیا نے کہا تو سوبرز نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر تقریباً دو گھنٹوں کے بعد فون کی گھنٹی بج اٹھی تو سوبرز نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

”کلارک بول رہا ہوں“...... سوبرز نے اپنا نام لیتے ہوئے کہا۔

”کارل بول رہا ہوں جناب“...... دوسری طرف سے کارل کی آواز سنائی دی۔

”ہاں۔ کچھ پتہ چلا“...... سوبرز نے اشتیاق بھرے لہجے میں کہا۔

”ہاں۔ ڈاکٹر احمد کی بیٹی سے میرے ایک آدمی کی جو ان کی کوٹھی کا ہمسایہ ہے اور جسے وہ انکل کہتی ہے، کی بات ہو سکتی ہے لیکن میرا یہ آدمی ڈرگ بزنس کا آدمی ہے۔ اسے سائنس کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہے“...... کارل نے کہا۔

”تم اسے ہمارے پاس بھیج دو۔ ہم اسے بریف کر دیں گے اور پھر وہ ہمارے سامنے بات کر لے گا“...... سوبرز نے کہا۔

”نہیں مسٹر کلارک۔ آپ کی تلاش بہت شدت سے کی جا رہی ہے اس لئے آپ جتنے کم لوگوں کے سامنے جائیں گے اتنا ہی آپ فائدے میں رہیں گے۔ میں آپ کو اپنے آدمی جس کا نام سیٹھ سلامت ہے، کا فون نمبر دے دیتا ہوں۔ آپ محفوظ فون پر اس سے بات کر لیں اور فون پر تفصیلی ہدایات دے دیں۔ وہ آپ کی ہدایات کے مطابق کام کرے گا“...... کارل نے کہا۔

”ٹھیک ہے“...... سوبرز نے کہا اور دوسری طرف سے فون نمبر بتا دیا گیا۔

”اوکے۔ میں تھوڑی دیر بعد فون کروں گا“...... سوبرز نے کہا۔

”دس منٹ بعد۔ لیکن محفوظ فون سے“...... کارل نے کہا۔

”اوکے“...... سوبرز نے کہا اور رسیور رکھ کر وہ اٹھا اور اندرونی کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے الماری کھول کر اس میں موجود سرخ رنگ کا ایک چھوٹے سائز کا فون اٹھایا اور اسے لا کر سٹنگ روم کی میز پر رکھ دیا۔ پھر اس نے میز پر پڑے ہوئے عام فون کا کنکشن ختم کر کے اس سرخ رنگ کے فون کو کنکٹ کر دیا اور پھر کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھ کر اس نے سرخ رنگ کے فون کا رسیور اٹھایا اور کارل کے بتائے ہوئے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

”یس“...... رابطہ ہوتے ہی ایک بھاری سی آواز سنائی دی۔ لہجہ اور آواز مقامی آدمی کی تھی۔

"کلارک بول رہا ہوں۔ آپ کو کارل نے فون کیا ہوگا"۔ سوبرز نے کہا۔

"اوہ۔ یس سر۔ میں سیٹھ سلامت بول رہا ہوں۔ آپ حکم فرمائیں۔ آپ ڈاکٹر احمد کی صاحبزادی کلثوم سے کیا معلوم کرنا چاہتے ہیں"...... اس بار دوسری طرف سے بولنے والے کا لہجہ خاصا نرم تھا۔

"ڈاکٹر احمد اپنی کوٹھی کے نیچے موجود لیبارٹری میں ایک فارمولے پر کام کر رہے تھے۔ بتایا گیا تھا کہ وہ اصل فارمولا کمپیوٹر میں رکھتے ہیں۔ چنانچہ ڈاکٹر احمد سے کمپیوٹر میں فیڈ فارمولا معلوم کر لیا گیا۔ وہ ہلاک ہو گئے لیکن پھر پتہ چلا کہ وہ اصل فارمولا کہیں اور رکھتے تھے اور کمپیوٹر میں صرف ضروری نوٹس فیڈ کرتے تھے۔ پھر ان کے ڈرائیور سے پتہ چلا کہ انہوں نے انڈسٹریل اسٹیٹ میں ایک فیکٹری کے اندر موجود بینک لاکر میں فارمولا رکھا ہوا ہے تو اس بینک لاکر کو چیک کیا گیا لیکن وہ خالی تھا۔ اب اصل مسئلہ فارمولے کا ہے تو آپ نے کلثوم سے بس یہی معلوم کرنا ہے کہ اصل فارمولا ڈاکٹر احمد کہاں رکھتے تھے یا وہ کہاں رکھ سکتے تھے۔ کیا تم ایسا کر لو گے"...... سوبرز نے کہا۔

"میں اسے کہتا ہوں کہ حکومت پاکیشیا کو یہ فارمولا چاہئے لیکن وہ مل نہیں رہا۔ پھر اگر اسے معلوم ہوا تو وہ ضرور بتا دے گی۔ کیا آپ مقامی لہجے میں بات کر سکتے ہیں"...... سیٹھ سلامت نے کہا۔

"ہاں۔ کسی حد تک۔ کیوں"...... سوبرز نے چونک کر پوچھا۔

"میں اسے آپ کے بارے میں بتا دیتا ہوں کہ آپ حکومت کی طرف سے سائنس دان ہیں اور یہ فارمولا حکومت کو چاہئے۔ پھر وہ لازماً بتا دے گی"...... سیٹھ سلامت نے کہا۔

"میرا مقامی نام کیا بتائیں گے اسے"...... سوبرز نے کہا۔

"ڈاکٹر وقار"...... سیٹھ سلامت نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ آپ اس سے بات کر کے مجھے بتائیں۔ پھر میں اس سے بات کرلوں گا"...... سوبرز نے کہا۔

"آپ اپنا نمبر بتا دیں۔ میں اسے یہ نمبر دے دوں گا۔ وہ آپ سے براہ راست بات بھی کر سکتی ہے"...... سیٹھ سلامت نے کہا تو سوبرز نے اسے محفوظ فون کا خصوصی نمبر دے دیا اور سیٹھ سلامت نے اوکے کہہ کر رابطہ ختم کر دیا تو سوبرز نے بھی رسیور رکھ دیا۔

"یہ خاصا پیچیدہ مسئلہ بن گیا ہے"...... کرسیا نے کہا۔

"ہاں۔ اصل بات بتانے والے ہلاک ہو چکے ہیں اور اب تو امکانات پر بات ہو رہی ہے"...... سوبرز نے جواب دیتے ہوئے کہا۔ پھر تقریباً ایک گھنٹے بعد سرخ فون کی مترنم گھنٹی بج اٹھی تو سوبرز نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"یس۔ ڈاکٹر وقار بول رہا ہوں"...... سوبرز نے گریٹ لینڈ کی زبان میں بات کرتے ہوئے کہا۔

''کارمن سے ڈاکٹر احمد کی بیٹی کلثوم احمد بول رہی ہوں''۔ دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

''مس کلثوم احمد۔ میرا نام ڈاکٹر وقار ہے اور میرا تعلق حکومت پاکیشیا سے ہے اور سیٹھ سلامت بھی میرے دوست ہیں۔ ان کے پاس چونکہ آپ کا فون نمبر تھا اس لئے انہیں درخواست کی گئی کہ وہ آپ سے رابطہ کریں''...... سوبرز نے گریٹ لینڈ کی زبان میں بات کرتے ہوئے کہا۔

''جی انہوں نے بتایا ہے کہ حکومت کو ڈیڈی کا اصل فارمولا نہیں مل رہا تو مجھے اس بارے میں زیادہ تو معلوم نہیں ہے کیونکہ ڈیڈی اپنے پیشہ ورانہ معاملات پر کسی سے حتیٰ کہ مجھ سے بھی بات نہیں کرتے تھے۔ البتہ مجھے یہ بات معلوم ہے کہ ایک بار ڈیڈی نے کسی بات پر یہ کہا تھا کہ ان کی محنت سے تیار کردہ فارمولا نہ اڑا لیا جائے اس لئے انہوں نے اس کا ایسا بندوبست کر رکھا ہے کہ کوئی قیامت تک بھی یہ فارمولا حاصل نہیں کر سکے گا''...... کلثوم نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''لیکن انہوں نے یہ بات کسی غیر ملک یا اس کے آدمیوں کے تناظر میں کی ہو گی۔ اب تو فارمولا حکومت پاکیشیا کو چاہئے''۔ سوبرز نے کہا۔

''ہاں۔ مجھے انکل سلامت نے بتایا ہے۔ آپ کو فون کرنے سے پہلے میں نے ڈیڈی کے پرائیویٹ بیگ سے ان کی ڈائری

نکالی ہے اور اسے چیک کیا ہے۔ اس ڈائری میں فارمولا کے لفظ کے نیچے بریکٹ میں ڈاکٹر تحسین کا نام لکھا ہوا ہے۔ اب یہ مجھے معلوم نہیں ہے کہ ڈاکٹر تحسین کون ہیں اور کہاں رہتے ہیں کیونکہ نہ آج تک ان سے کبھی بات ہوئی ہے اور نہ ہی کبھی ان سے ملاقات ہوئی ہے۔ اس سے زیادہ مجھے معلوم نہیں ہے۔ آپ تو بہرحال ڈاکٹر تحسین کو جانتے ہوں گے۔ ان سے معلوم کر لیں۔ شاید حکومت کا مسئلہ حل ہو جائے''...... کلثوم احمد نے کہا۔

''ہاں۔ میں جانتا ہوں انہیں۔ ٹھیک ہے۔ آپ کا شکریہ''۔ سوبرز نے کہا اور ہاتھ بڑھا کر اس نے کریڈل دبایا اور پھر ٹون آنے پر اس نے تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

''یس۔ کارل بول رہا ہوں''...... رابطہ ہوتے ہی دوسری طرف سے کارل کی مخصوص آواز سنائی دی۔

''کلارک بول رہا ہوں''...... سوبرز نے اپنا نیا نام لیتے ہوئے کہا۔

''اوہ آپ۔ کوئی کام ہوا سیٹھ سلامت کے ذریعے یا نہیں''۔ کارل نے چونک کر کہا تو سوبرز نے فون پر ہونے والی بات چیت دوہرا دی۔

''ڈاکٹر تحسین۔ اس بارے میں معلوم کرانا پڑے گا''...... کارل نے کہا۔

''تم اس طرح معلوم کراؤ کہ کسی کو شک نہ پڑے''...... سوبرز

نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ وزارت سائنس میں میرے آدمی موجود ہیں۔ میں معلوم کر کے آپ کو فون کرتا ہوں"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"محفوظ فون نمبر پر کال کرنا"...... سوبرز نے کہا اور رابطہ ختم ہو گیا تو اس نے رسیور رکھ دیا۔

"یہ اندھیرے میں لاٹھیاں چلانے والی بات ہے"...... کرسیا نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"اب کیا کیا جائے۔ حالات ہی ایسے بن گئے ہیں لیکن ایک بات ہے کہ بعض اوقات اندھیرے میں لاٹھیاں چلانے سے بھی کامیابی مل جاتی ہے"...... سوبرز نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کاش ایسا ہو سکے"...... کرسیا نے کہا اور پھر تقریباً دو گھنٹوں بعد سرخ رنگ کے فون کی مترنم گھنٹی بج اٹھی تو سوبرز نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"یس۔ کلارک بول رہا ہوں"...... سوبرز نے کہا۔

"کارل بول رہا ہوں"...... دوسری طرف سے کارل کی آواز سنائی دی۔

"یس۔ کوئی رپورٹ"...... سوبرز نے کہا۔

"ڈاکٹر تحسین کے بارے میں اتنا معلوم ہو سکا ہے کہ وہ پاکیشیا کی کسی اہم ترین لیبارٹری میں کام کرتے ہیں اور ان کے بارے

میں حکومت نے ہر چیز کو خفیہ رکھا ہوا ہے۔ بتانے والے نے بتایا ہے کہ ان کا تعلق اٹیمک لیبارٹری سے ہے۔ البتہ یہ معلوم ہوا ہے کہ ڈاکٹر تحسین کی اصل رہائش دارالحکومت کی ایک کالونی سبزہ زار میں ہے۔ کوٹھی نمبر بارہ اے۔ وہاں ان کی بیوہ بہن اپنے دو بیٹوں سمیت رہتی ہے۔ دونوں بیٹے اعلیٰ تعلیم کے لئے ایکریمیا گئے ہوئے ہیں اس لئے اب ان کی بیوہ بہن جن کا نام رقیہ بانو ہے، گھر میں نوکروں کے ساتھ اکیلی رہتی ہے"...... کارل نے کہا۔

"کیا ڈاکٹر احمد اور ڈاکٹر تحسین کے درمیان کوئی رابطہ یا تعلق تھا۔ یہ معلوم کیا ہے یا نہیں"...... سوبرز نے کہا۔

"ہاں۔ میں نے معلوم کیا ہے۔ دونوں طویل عرصہ پہلے اکٹھے ایکریمیا کی کسی لیبارٹری میں کام کرتے رہے ہیں"...... کارل نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ پھر لازماً ان کے درمیان گہرا تعلق ہو گا اور شاید اسی لئے ڈاکٹر احمد نے اصل فارمولا ڈاکٹر تحسین کو دیا ہوا ہو گا کہ وہ اٹیمک لیبارٹری کے حفاظتی نظام کے تحت وہاں محفوظ رہے گا"۔ سوبرز نے کہا۔

"ہاں۔ میرا بھی یہی خیال ہے"...... کارل نے جواب دیا۔

"لیکن اب ڈاکٹر تحسین سے کیسے رابطہ کیا جائے۔ اس کی بہن کے ذریعے یہ رابطہ تو ہو سکتا ہے لیکن اس کا فارمولے سے کوئی تعلق نہیں ہو گا"...... سوبرز نے کہا۔

"اس کے سوا تو کوئی ذریعہ سامنے نہیں ہے"...... کارل نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ کوشش تو کی جا سکتی ہے۔ میں لارا سے کہتا ہوں کہ وہ اس معاملے پر کام کرے"...... سوبرز نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رسیور رکھ دیا۔

"میں کیا کام کروں۔ تمہارے ذہن میں کیا ہے"...... کرسیا نے رسیور کریڈل پر رکھے جاتے ہی سوبرز سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"یہی کہ ڈاکٹر احمد نے کوئی فارمولا ڈاکٹر تحسین کے پاس رکھوایا ہے یا نہیں"...... سوبرز نے کہا۔

"وہ میرے خیال میں ایک گھریلو خاتون ہو گی اس لئے ڈاکٹر تحسین اسے کچھ نہیں بتائے گا اور یقیناً وہ یہ بھی سن چکا ہو گا کہ ڈاکٹر احمد ہلاک ہو چکا ہے اس لئے میرا خیال ہے کہ ہم دونوں وہاں چلیں اور کسی بھی طرح ہو سکے یہ معلوم کر لیں کہ کیا واقعی ڈاکٹر تحسین کے پاس فارمولا ہے بھی سہی یا نہیں"...... کرسیا نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ پھر چلو۔ یہ کام جس قدر جلد ممکن ہو جائے اتنا ہی اچھا ہے۔ ہمارے بارے میں چھان بین کا مطلب ہے کہ ہمیں جلد از جلد کام مکمل کرنا چاہئے"...... سوبرز نے کہا اور کرسیا سر ہلاتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی۔ تھوڑی دیر بعد ان کی کار سبزہ زار کالونی میں داخل ہو رہی تھی۔ ڈرائیونگ سیٹ پر وکی تھا جس کا نام اب برائیڈ

تھا۔ کوٹھی نمبر بارہ اے خاصی وسیع و عریض کوٹھی تھی۔ جہازی سائز کا پھاٹک بند تھا۔ وکی کار روک کر نیچے اترا اور اس نے ستون پر موجود کال بیل کا بٹن پریس کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد چھوٹا پھاٹک کھلا اور ایک باوردی مسلح دربان باہر آ گیا۔

"بیگم رقیہ بانو سے ملاقات کرنی ہے۔ ہمارا تعلق یورپ کی ایک یونیورسٹی سے ہے"...... سوبرز نے کار کا دروازہ کھول کر نیچے اترتے ہوئے کہا۔

"کیا آپ نے وقت لیا ہوا ہے کیونکہ ان دنوں وہ بیمار ہیں"۔ دربان نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"ہم زیادہ وقت نہیں لیں گے۔ ہم نے آج ہی واپس جانا ہے"...... سوبرز نے کہا۔

"میں پھاٹک کھولتا ہوں۔ آپ کار اندر لے آئیں"...... دربان نے کہا اور واپس مڑ گیا۔ وکی اور سوبرز دونوں واپس کار میں بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر بعد پھاٹک کھل گیا تو وکی کار اندر لے گیا۔ ایک سائیڈ پر گیراج تھا جس میں سفید رنگ کی جدید ماڈل کی کار موجود تھی۔ وکی نے کار اس کے ساتھ روکی اور پھر سوبرز اور کرسیا دونوں نیچے اتر آئے۔

"تم یہیں ٹھہرو گے"...... سوبرز نے وکی سے کہا۔

"یس سر"...... وکی نے بڑے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"آیئے جناب"...... دربان نے آ کر سوبرز اور کرسیا سے کہا۔

وہاں اس مسلح دربان کے علاوہ اور کوئی آدمی نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس دربان کی رہنمائی میں وہ برآمدے کے کونے میں واقع ایک بہت بڑے ڈرائینگ روم میں پہنچ گئے جو خاصے جدید انداز میں سجایا گیا تھا۔

''آپ تشریف رکھیں۔ میں بیگم صاحبہ کو اطلاع دیتا ہوں''۔ دربان نے کہا۔

''کیا آپ کے علاوہ یہاں اور نوکر نہیں ہیں''...... کرسیا نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''جی بیگم صاحبہ چار روز ہسپتال رہی ہیں۔ آج ہی ان کی واپسی ہوئی ہے۔ نوکر سب چھٹی پر ہیں۔ کل آئیں گے''۔ دربان نے کہا۔

''تمہارا کیا نام ہے''...... سوبرز نے پوچھا۔

''جی میرا نام شوکت ہے''...... دربان نے جواب دیا۔

''اوکے۔ اور سنو۔ اگر بیگم صاحبہ زیادہ بیمار ہوں تو ہم ان کے کمرے میں ہی جا کر صرف بیمار پرسی کر لیں گے اور بس''۔ سوبرز نے کہا۔

''میں معلوم کرتا ہوں''...... شوکت نے کہا اور واپس مڑ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں ٹرے تھی جس میں اس نے مشروب کے دو گلاس رکھے ہوئے تھے۔ اس نے ایک ایک گلاس ان دونوں کے سامنے رکھ دیا۔

''بیگم صاحبہ دس پندرہ منٹ میں یہیں تشریف لا رہی ہیں''۔ شوکت نے کہا۔

''اوکے''...... سوبرز نے کہا تو شوکت خالی ٹرے اٹھائے واپس چلا گیا۔ پھر تقریباً پندرہ منٹ بعد ایک ادھیڑ عمر عورت جس نے مقامی لباس پہنا ہوا تھا آہستہ آہستہ چلتی ہوئی ڈرائینگ روم میں داخل ہوئی تو سوبرز اور کرسیا دونوں اٹھ کھڑے ہوئے۔

''ہم نے آپ کو تکلیف دی ہے۔ ہم شرمندہ ہیں''...... سوبرز نے کہا۔

''اوہ نہیں۔ مہمان تو ویسے بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوتے ہیں اور میں تو یہاں اکیلی رہتی ہوں اس لئے اگر کوئی ملنے آئے تو مجھے بے حد خوشی ہوتی ہے''...... رقیہ بانو نے مسکراتے ہوئے دھیمے لہجے میں کہا اور پھر سامنے صوفے پر بیٹھ گئی۔

''میرا نام کلارک ہے اور یہ میری بیوی ہے لارا۔ ہم دونوں یورپ کی ایک یونیورسٹی میں پڑھاتے ہیں۔ ہم سیاحت کے لئے یہاں آنے لگے تو ہمیں وہاں کے چیف سیکرٹری نے کال کر کے کہا کہ حکومت نے پاکیشیا کے سائنس دان ڈاکٹر احمد سے ایک سائنسی فارمولے کا سودا کیا تھا۔ یہ فارمولا کسی دفاعی ہتھیار کا نہیں بلکہ ایسی ریز کا ہے جو سمندر کے ساحلوں پر پائی جانے والی انتہائی مضبوط چٹانوں کو ختم کرنے کا ہے۔ یہ ایسی چٹانیں ہوتی ہیں جو کسی بھی ریز سے ٹوٹ نہیں سکتیں اور ان کی وجہ سے ساحل بے کار ہو جاتے

ہیں۔ وہاں بندرگاہیں نہیں بنائی جا سکتیں۔ ڈاکٹر احمد نے حکومت سے اس ریز کے فارمولے کا سودا پچاس لاکھ ڈالر میں کیا تھا اور انہیں آدھی رقم ایڈوانس ادا کر دی گئی تھی اور باقی آدھی رقم فارمولا لے کر دی جانی تھی لیکن پھر حکومت کو اطلاع ملی کہ ہمارے کسی ہمسایہ ملک نے جبراً ڈاکٹر احمد سے فارمولا حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن وہ کامیاب بھی نہ ہو سکے اور ڈاکٹر احمد بھی ہلاک ہو گئے۔ ان کے دونوں اسسٹنٹ بھی اور ان کی لیبارٹری بھی تباہ کر دی گئی لیکن ڈاکٹر احمد نے اصل فارمولا نہ لیبارٹری میں رکھا ہوا تھا اور نہ ہی کسی لاکر میں۔ انہوں نے یہ فارمولا آپ کے بھائی ڈاکٹر تحسین کی تحویل میں دیا ہوا ہے''...... سوبرز نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

شروع شروع میں تو رقیہ بانو کے چہرے پر حیرت کے ساتھ ساتھ بوریت کے تاثرات ابھر آئے تھے لیکن جب ڈاکٹر تحسین کا نام آیا تو وہ نہ صرف چونک پڑیں بلکہ ان کے چہرے پر قدرے جوش کے تاثرات بھی ابھر آئے تھے۔

''آپ کو بھائی ڈاکٹر تحسین کا کیسے پتہ چلا''...... رقیہ بانو نے کہا۔

''ڈاکٹر احمد کی بیٹی کلثوم احمد جو ڈاکٹر احمد کی ہلاکت کے بعد کارمن اپنی خالہ کے پاس چلی گئی ہے اس نے فون پر یہاں کے ایک حکومت کے سائنس دان کو بتایا ہے کہ ڈاکٹر احمد کی پرسنل ڈائری میں ایک صفحے پر فارمولا اور نیچے بریکٹ میں ڈاکٹر تحسین لکھا

ہوا ہے۔ چنانچہ اگر یہ فارمولا واقعی ڈاکٹر تحسین صاحب کے پاس ہے تو ہم باقی آدھی رقم جو کہ پچیس لاکھ ڈالر بنتی ہے انہیں دے کر فارمولا لے سکتے ہیں اگر ڈاکٹر صاحب فارمولا نہ دینا چاہیں تو ہمارا کوئی جبر نہیں ہے۔ البتہ پھر ڈاکٹر احمد کی بیٹی کلثوم احمد کو اپنے والد کے وصول کردہ پچیس لاکھ ڈالر واپس کرنا ہوں گے''...... سوبرز نے بڑے فنکارانہ انداز میں بات کرتے ہوئے کہا۔

''اس کا فیصلہ تو بھائی صاحب ہی کر سکتے ہیں۔ ویسے کیا یہ بہتر نہیں ہو گا کہ درمیان میں کوئی حکومتی اعلیٰ عہدیدار بھی موجود ہو''...... رقیہ بانو نے کہا۔

''ہاں۔ بے شک ہو۔ ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن پوری کی پوری رقم حکومت لے جائے گی۔ ڈاکٹر احمد والی بھی اور ڈاکٹر تحسین والی بھی۔ ہم نے تو بہرحال رقم دینی ہے۔ ڈاکٹر صاحبان لیں یا حکومت لے''...... سوبرز نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''کیا آپ کے پاس پچیس لاکھ ڈالر کی خطیر رقم موجود ہے یا اپنے ملک سے منگوائیں گے''...... رقیہ بانو نے پوچھا۔

''میرے پاس حکومت کی طرف سے دیا گیا گارینٹڈ چیک ہے۔ اس پر صرف رقم لکھنی ہے۔ دستخط کرنے ہیں اور بس۔ گارینٹڈ چیک ہر صورت میں کیش ہوتا ہے''...... سوبرز نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''آپ کو چار پانچ روز انتظار کرنا پڑے گا۔ بھائی صاحب اگلے

ہفتے چھٹی پر آئیں گے پھر بات ہو سکتی ہے کیونکہ جہاں وہ ہیں وہاں فون پر بھی بات نہیں ہو سکتی“...... رقیہ بانو نے کہا۔

”ہمارے پاس وقت نہیں ہے۔ آپ انہیں ایمرجنسی کال تو بھجوا سکتی ہیں کہ آپ شدید بیمار ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ یہ کال ملتے ہی وہ خود آپ کو وہاں سے فون کریں گے۔ یہاں سے وہاں فون کرنا منع ہو گا لیکن وہاں سے یہاں تو فون ہو سکتا ہو گا اور ہوتا رہتا ہو گا۔ آپ صرف اتنا کنفرم کر دیں کہ ان کے پاس ڈاکٹر احمد کا فارمولا ہے یا نہیں اور اگر ہے تو کیا وہ اسے دے کر پچیس لاکھ ڈالر لینا چاہتے ہیں یا نہیں۔ اگر وہ تیار ہوں تو ہم یہ چیک ابھی آپ کو دے سکتے ہیں اور فارمولا جب وہ آئیں گے تو ان سے لے لیں گے۔ ہمیں آپ پر اور ڈاکٹر صاحب پر مکمل اعتماد اور بھروسہ ہے“...... سوبرز نے کہا۔

”آپ کا آپ کی حکومت نے درست انتخاب کیا ہے۔ آپ واقعی معاملات کو درست انداز میں ڈیل کرنے کے ماہر ہیں“۔ رقیہ بانو نے مسکراتے ہوئے کہا تو سوبرز نے ان کا شکریہ ادا کیا۔

”کیا آپ وہ چیک مجھے دکھا سکتے ہیں“...... رقیہ بانو نے کہا تو سوبرز نے کوٹ کی اندرونی جیب سے ایک چیک بک نکال کر اس کے سامنے رکھ دی۔ اس میں کافی تعداد میں چیک موجود تھے۔ رقیہ بانو کافی دیر تک اسے چیک کرتی رہی اور پھر اس کے چہرے پر اطمینان کے تاثرات ابھر آئے۔

”میرا کردار ایسا ہے کہ میرے بغیر آپ کو فارمولا نہیں مل سکتا۔ لیکن مجھے کیا ملے گا“...... رقیہ بانو نے کہا۔

”آپ اپنے بھائی سے لے سکتی ہیں“...... سوبرز نے کہا۔

”ان کی طبیعت اور فطرت ایسی ہے کہ وہ مجھے کچھ نہیں دیں گے۔ آپ براہ راست مجھے کیا دیں گے“...... رقیہ بانو نے باقاعدہ سودے بازی کرتے ہوئے کہا لیکن اس کے اس فقرے سے سوبرز اور کرسیا دونوں کے چہرے کھل اٹھے کیونکہ اس کا مطلب تھا کہ ڈاکٹر تحسین بے حد لالچی آدمی ہے اور پچیس لاکھ ڈالر کے لئے وہ سب کچھ کرنے پر تیار ہو جائے گا۔ اگر اس کے پاس واقعی فارمولا ہوا تو وہ انہیں مل جائے گا۔

”آپ کیا لینا چاہتی ہیں۔ کھل کر بات کریں“...... سوبرز نے کہا۔

”آپ مجھے دس لاکھ ڈالر علیحدہ سے دیں تو فارمولا آپ کو مل سکتا ہے“...... رقیہ بانو نے کہا۔

”لیکن پہلے آپ یہ تو کنفرم کر لیں کہ کیا واقعی فارمولا ڈاکٹر تحسین کے پاس ہے یا نہیں“...... سوبرز نے کہا۔

”میں کنفرم ہوں۔ آپ بے فکر رہیں۔ مجھے بھائی صاحب نے خود بتایا تھا“...... رقیہ بانو نے کہا۔

”اوہ۔ پھر ہم تیار ہیں“...... سوبرز نے کہا تو رقیہ بانو کا چہرہ کھل اٹھا۔

"دیں ایک چیک پچیس لاکھ ڈالر کا اور ایک چیک دس لاکھ ڈالر کا"...... رقیہ بانو نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

"لیکن ڈاکٹر صاحب سے کنفرم تو کر لیں"...... سوبرز نے چونک کر کہا۔

"آپ چھوڑیں۔ فارمولا میرے پاس ہے۔ جب ڈاکٹر احمد ہلاک ہو گئے تو بھائی صاحب اپنی لیبارٹری سے فارمولا واپس لے آئے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ وہ ڈاکٹر احمد کی امانت ان کی بیٹی کو دے دیں گے لیکن ان کی بیٹی اپنی خالہ کے پاس کارمن چلی گئی جس پر یہ فیصلہ کیا گیا کہ جب وہ واپس آئے گی تو پھر فارمولا اسے واپس دے دیا جائے گا۔ تب سے اب تک وہ فارمولا میری تحویل میں ہے"...... رقیہ بانو نے کہا تو سوبرز اور کرسیا دونوں حیرت بھری نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ انہیں شاید اپنے کانوں پر یقین نہ آ رہا تھا۔

"اس صورت میں آپ ناراض نہ ہوں تو عرض کروں کہ پھر ہمیں یہ فارمولا پہلے چیک کرنا ہوگا۔ آپ کے ہاں لازماً مائیکروفلم پلیئر تو ہوگا"...... سوبرز نے کہا۔

"ہاں۔ بھائی صاحب کے کمرے میں موجود ہے۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ آپ ایک بار نہیں بلکہ دس بار چیک کریں لیکن آپ پہلے چیک مجھے دیں تاکہ میں مطمئن ہو جاؤں"...... رقیہ بانو نے کہا تو سوبرز نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے چیک بک جیب

سے نکالی اور اس میں سے ایک چیک پر پچیس لاکھ ڈالر لکھ کر اس نے نیچے دستخط کئے اور پھر چیک کو علیحدہ کر کے اس نے رقیہ بانو کی طرف بڑھا دیا۔ پھر اس نے دوسرے چیک پر دس لاکھ ڈالر لکھے اور اس پر دستخط کر کے اس نے یہ چیک بھی علیحدہ کر کے بیگم رقیہ بانو کی طرف بڑھا دیا۔

"آپ بے شک بینک سے تسلی کر لیں"...... سوبرز نے چیک بک واپس اندرونی جیب میں رکھتے ہوئے کہا۔

"مجھے گارینٹڈ چیک کے بارے میں علم ہے اس لئے میں مطمئن ہوں۔ میں یہ دونوں چیک رکھ کر آ رہی ہوں"...... رقیہ بانو نے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر تیزی سے مڑ کر وہ ڈرائینگ روم سے باہر چلی گئی۔

"مجھے تو یہ سب کچھ مصنوعی لگ رہا ہے سوبرز"...... کرسیا نے آہستہ سے کہا تو سوبرز نے اس انداز میں سر ہلا دیا جیسے وہ کرسیا کی بات کی تصدیق کر رہا ہو۔

"دیکھو۔ بعض اوقات روٹین سے ہٹ کر بھی کام ہو جاتے ہیں۔ یہ عورت ویسے تو عام سی گھریلو عورت ہے"...... سوبرز نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اگر اس نے پولیس کو کال کر لیا تو"...... کرسیا نے کہا۔

"تو کیا ہوا۔ ہم نے اسے گولی تو نہیں مار دی۔ الٹا ہمارے چیک اس کے پاس ہیں جو اسے واپس کرنے ہوں گے اور مجھے یہ

پورا خاندان ہی لالچی دکھائی دے رہا ہے اس لئے امید ہے کہ ہمارا کام خاموشی سے ہو جائے گا“...... سوبرز نے کہا اور پھر تھوڑی دیر بعد رقیہ بانو واپس ڈرائینگ روم میں داخل ہوئی تو اس کا چہرہ چمک رہا تھا۔

”آئیں۔ ڈاکٹر تحسین بھائی کے کمرے میں چلیں۔ فارمولا بھی وہاں موجود ہے اور مائیکرو ٹیپ پلیئر بھی۔ آپ چیک کر لیں“۔ رقیہ بانو نے کہا تو وہ دونوں اٹھ کھڑے ہوئے اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ ایک کمرے میں موجود تھے۔ اس کمرے میں چار الماریاں تھیں جو کتابوں سے بھری ہوئی تھیں اور یہ ساری کتابیں اٹیمک سائنس کے موضوع پر تھیں۔ رقیہ بانو نے دیوار میں نصب ایک تصویر ہٹائی تو تصویر کے پیچھے دیوار میں نصب ایک سیف موجود تھا۔ رقیہ بانو نے اس کا ہینڈل مخصوص انداز میں چار بار اوپر اور نیچے کیا تو کٹاک کی آواز کے ساتھ ہی سیف کھل گیا۔ اندر فائلیں موجود تھیں۔ ایک کونے میں ایک مائیکروفلم موجود تھی۔ رقیہ بانو نے وہ مائیکروفلم اٹھائی اور سوبرز کی طرف بڑھا دی۔

”یہ لیں اور چیک کر لیں“...... رقیہ بانو نے کہا تو سوبرز نے وہ فلم لی اور ایک طرف موجود مائیکروفلم پلیئر کی طرف مڑ گیا۔ اس نے اسے آن کیا اور پھر اس کے مخصوص خانے میں فلم ڈال کر اس نے اسے آپریٹ کرنا شروع کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد سکرین پر الفاظ نظر آنا شروع ہو گئے۔ سوبرز اور کرسیا دونوں بڑے غور سے ان

الفاظ کو دیکھ رہے تھے اور پھر جب تفصیلی سائنسی معلومات شروع ہو گئیں تو انہوں نے مائیکروفلم پلیئر آف کیا اور پھر اس کے مخصوص خانے سے فلم نکال لی۔ ان کے چہرے کھل اٹھے تھے کیونکہ فارمولا وہی اینٹی وناٹن ریز کا تھا۔ فارمولے کے آغاز میں باقاعدہ اس کا اندراج موجود تھا۔

”آپ کی تسلی ہو گئی“...... رقیہ بانو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ یہ اصل ہے۔ آپ کا شکریہ۔ آئیں“...... سوبرز نے مسکراتے ہوئے کہا تو رقیہ بانو نے سیف کو مخصوص انداز میں بند کیا۔ تصویر واپس اس کی مخصوص جگہ پر ایڈجسٹ کی اور پھر اس کمرے سے باہر آ گئی۔

”آپ کا کمرہ کون سا ہے بیگم صاحبہ۔ آپ نے بڑے بہترین انداز میں کمرے سجائے ہوئے ہیں“...... سوبرز نے کہا۔

”جی آپ کا شکریہ۔ ابھی تو یہ کچھ نہیں۔ اب آپ کی طرف سے دی ہوئی رقم سے اب میں اسے بڑے اچھے انداز میں سجاؤں گی۔ آیئے۔ میں آپ کو دکھاتی ہوں“...... رقیہ بانو نے مسرت بھرے لہجے میں کہا اور پھر وہ ان دونوں کو اپنے کمرے میں لے گئی۔ یہ کمرہ بھی اچھے خاصے انداز میں سجا ہوا تھا جیسا پہلا کمرہ تھا۔

”کیا اس تصویر کے پیچھے بھی سیف ہے۔ ڈاکٹر صاحب کے کمرے کی طرح“...... سوبرز نے بڑے معصوم سے لہجے میں کہا۔

”ہاں۔ ہاں“...... رقیہ بانو نے جواب دیا۔

”کیا یہ بھی اسی طرح کھلتا ہے جس طرح آپ نے ڈاکٹر صاحب کا سیف کھولا تھا“...... اس بار کرسیا نے بڑے معصوم سے لہجے میں پوچھا۔

”ہاں۔ دونوں کا ایک ہی انداز ہے۔ آئیں۔ آپ کو میں باہر تک چھوڑ آؤں“...... رقیہ بانو نے کہا اور دروازے کی طرف مڑ گئی۔ اسی لمحے سوبرز نے جیب سے مشین پسٹل نکالا اور رقیہ بانو ابھی دروازے تک نہ پہنچی تھی کہ کمرہ ریٹ ریٹ کی آوازوں اور رقیہ بانو کے منہ سے نکلنے والی چیخ اور پھر اس کے منہ کے بل نیچے گرنے کے دھماکے سے گونج اٹھا۔

”تم وہ چیک نکالو۔ میں اس دربان شوکت کا خاتمہ کر دوں۔ تمام نشانات مٹا دینا“...... سوبرز نے کہا اور تیزی سے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ دروازے میں پڑی تڑپتی ہوئی رقیہ بانو کو پھلانگتا ہوا وہ کمرے سے باہر آیا اور پھر جیسے ہی وہ ایک راہداری میں مڑا اسے سامنے سے شوکت آتا دکھائی دیا۔

”جناب۔ فائرنگ کی آوازیں کیسی تھیں“...... شوکت نے بڑے حیرت بھرے لہجے میں سوبرز سے پوچھا۔

”تمہیں سنائی دی ہیں آوازیں“...... سوبرز نے جیب میں ہاتھ ڈالتے ہوئے کہا۔

”میں کچن میں تھا کہ آوازیں سنائی دیں“...... شوکت نے کہا

لیکن اس سے پہلے کہ اس کا فقرہ مکمل ہوتا سوبرز نے بجلی کی سی تیزی سے جیب سے مشین پسٹل نکال لیا اور دوسرے لمحے راہداری ریٹ ریٹ کی آوازوں سے گونج اٹھی۔

”ایسی آوازیں سنی تھیں نا“...... سوبرز نے مسکراتے ہوئے کہا لیکن ظاہر ہے شوکت گولیاں کھا کر الٹ کر نیچے گرا تھا، جواب دینے کی بجائے چند لمحے تڑپنے کے بعد ساکت ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی سوبرز تیزی سے آگے بڑھتا چلا گیا۔ باہر گیراج میں وکی کار کے ساتھ کھڑا تھا۔ وہ سوبرز کو دیکھ کر چونک کر آگے بڑھا۔

”ہم آ رہے ہیں۔ تیار رہنا“...... سوبرز نے کہا اور واپس مڑ گیا۔ وہ راہداری میں داخل ہوا تو کرسیا اسے آتی ہوئی دکھائی دی۔

”کیا ہوا۔ مل گئے چیک“...... سوبرز نے چونک کر کہا۔

”ہاں“...... کرسیا نے جواب دیا تو سوبرز نے اطمینان بھرے انداز میں سر ہلا دیا اور پھر وہ دونوں اکٹھے ہی باہر آ گئے۔

”کار باہر روک کر تم نے پھاٹک بند کرنا ہے۔ سمجھ گئے ہو۔ اب اس گھر میں کوئی آدمی زندہ نہیں رہا“...... سوبرز نے کہا۔

”اوہ اچھا سر“...... وکی نے چونک کر کہا اور پھر اس نے کار گیٹ سے باہر روک کر نیچے اتر کر بڑا پھاٹک بند کیا اور پھر چھوٹے پھاٹک کو باہر سے بند کر کے وہ واپس آ کر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔

”ایئر پورٹ چلو“...... سوبرز نے کہا تو وکی چونک پڑا۔

"ایئر پورٹ"...... وکی نے چونک کر کہا۔

"ہاں۔ معلومات حاصل کرنی ہیں"...... سوبرز نے جواب دیا تو وکی نے اثبات میں سر ہلایا اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ ایئر پورٹ پہنچ گئے اور تھوڑی دیر بعد انہیں ایک گھنٹے بعد کافرستان جانے والی فلائٹ میں سیٹیں مل گئیں۔ متبادل کاغذات ان کی جیبوں میں پہلے ہی موجود تھے اس لئے انہوں نے سیٹیں بک کرائیں اور پھر وہ واپس پارکنگ میں آ گئے۔

"چلو۔ کوٹھی واپس چلو"...... سوبرز نے کار میں بیٹھتے ہوئے کہا تو وکی نے اثبات میں سر ہلایا اور پھر کوٹھی پہنچ کر وہ دونوں کار سے نیچے اترے اور اندرونی طرف پہنچ گئے۔

"جلدی سے سامان سمیٹو اور سنو۔ کوئی نشان، کوئی کارڈ اور کوئی شناخت یہاں نہیں رہنی چاہئے"...... سوبرز نے کرسیا سے مخاطب ہو کر کہا۔

"اس وکی کا کیا کرنا ہے"...... کرسیا نے پوچھا۔

"اس کا خاتمہ کرنا ہوگا۔ اسی لئے تو واپس آیا ہوں تاکہ یہ کسی کو نہ بتا سکے کہ ہم ڈاکٹر تحسین کی بہن سے جا کر ملے ہیں"۔ سوبرز نے کہا تو کرسیا نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

عمران اپنے فلیٹ کے سٹنگ روم میں بیٹھا ایک کتاب پڑھنے میں مصروف تھا کہ پاس پڑے ہوئے فون کی گھنٹی بج اٹھی تو عمران نے کتاب سے نظریں ہٹائے بغیر رسیور اٹھایا اور کان سے لگا لیا۔

"علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں"۔ عمران نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔

"عمران بیٹے۔ تم فوراً میرے پاس آ جاؤ۔ میں فون پر بات نہیں کرنا چاہتا"...... دوسری طرف سے سرداور کی آواز سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو عمران نے رسیور رکھا اور پھر کتاب بند کر کے اس نے اسے میز پر رکھا۔ سلیمان مارکیٹ گیا ہوا تھا اور اسے معلوم تھا کہ جب وہ واپس آئے گا تو وہ خود ہی کتاب اٹھا کر الماری میں اس کی مخصوص جگہ پر رکھ دے گا اس لئے وہ کتاب وہیں میز پر رکھ کر ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ گیا۔

سرداور کے لہجے میں جو سنجیدگی تھی اس نے عمران کو مجبور کر دیا تھا کہ وہ فوری ان کے پاس پہنچ جائے۔ ویسے سرداور کا یہ کہنا کہ وہ فون پر بات نہیں کرنا چاہتے، بتا رہا تھا کہ معاملہ واقعی سنجیدہ ہے۔ تھوڑی دیر بعد اس کی کار تیزی سے اس لیبارٹری کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی جہاں سرداور کام کرتے تھے اور پھر تقریباً ایک گھنٹے بعد وہ جب سرداور کے آفس میں داخل ہوا تو وہاں ایک ادھیڑ عمر آدمی بھی موجود تھا۔

”آؤ عمران بیٹے۔ یہ ڈاکٹر تحسین ہیں۔ اٹیمک لیبارٹری کے اہم سائنس دان ہیں اور ڈاکٹر تحسین، یہ علی عمران ہے جس کا میں نے ذکر کیا ہے“...... سرداور نے اٹھ کر عمران کا استقبال کرتے ہوئے کہا اور وہ ادھیڑ عمر آدمی ڈاکٹر تحسین بھی سرداور کے اٹھتے ہی اٹھ کر کھڑے ہو گئے تھے۔ عمران نے دونوں سے مصافحہ کیا اور پھر رسمی فقرے بول کر وہ سامنے ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

”تم اس قدر سنجیدہ کیوں ہو“...... سرداور نے بڑے ہمدردانہ لہجے میں کہا تو عمران بے اختیار مسکرا دیا۔

”آپ نے جس سنجیدگی سے فون کیا اور اب جس سنجیدگی سے مجھ جیسے کمتر آدمی کا استقبال کیا اس نے مجھے بھی سنجیدہ ہونے پر مجبور کر دیا ہے“...... عمران نے کہا تو سرداور کے چہرے پر بے اختیار مسکراہٹ تیرنے لگی۔

”اس سنجیدگی کی وجہ ہے عمران بیٹے۔ اے ڈبلیو ریز کا اصل

فارمولا ڈاکٹر تحسین کی تحویل میں تھا جو چوری کر لیا گیا ہے“۔ سرداور نے کہا تو عمران بے اختیار چونک پڑا۔

”ڈاکٹر تحسین کی تحویل میں۔ وہ کیوں۔ یہ فارمولا تو ڈاکٹر احمد کا تھا اور یہ کب اور کیسے چوری ہوا ہے۔ کہاں تھا یہ فارمولا“۔ عمران نے حیرت بھرے لہجے میں پے در پے سوالات کرتے ہوئے کہا۔

”ڈاکٹر احمد میرے قریبی دوست تھے۔ ہم دونوں اکٹھے طویل عرصے تک کارمن لیبارٹری میں کام کرتے رہے ہیں۔ اس کے بعد میں واپس پاکیشیا آ گیا اور یہاں اٹیمک لیبارٹری میں کام کرنے لگا جبکہ ڈاکٹر احمد بہت بعد میں آئے لیکن ہمارے تعلقات بہرحال قائم رہے۔ ہم چھٹیوں میں ملتے رہتے تھے۔ بہرحال میں اصل بات کی طرف آتا ہوں۔ ڈاکٹر احمد جس فارمولے پر کام کر رہے تھے اس سلسلے میں وہ فطری طور پر بے حد حساس تھے اور انہیں ہر وقت یہی خطرہ رہتا تھا کہ سپر پاورز ان کے فارمولے کو لے اڑیں گی اور انہیں ہلاک کر دیا جائے گا۔ چنانچہ انہوں نے اس اصل فارمولے کو ایک مائیکرو فلم میں علیحدہ رکھا جبکہ کمپیوٹر میں وہ صرف ورکنگ نوٹس رکھتے تھے۔ پہلے انہوں نے اس اصل فارمولے کو محفوظ کرنے کا ایک انوکھا طریقہ سوچا۔ ان کے عزیزوں کی انڈسٹریل اسٹیٹ میں فیکٹری تھی جس میں بینک کی ایک شاخ بھی تھی اور وہاں لاکرز کی سہولت بھی تھی۔ انہوں نے وہاں ایک لاکر لیا اور وہ اس فارمولے کو اس لاکر میں رکھتے تھے۔ جب ضرورت

ہوتی تھی تو وہ خود جا کر وہاں سے فارمولا لے آتے تھے اور ضرورت پوری ہونے پر خود جا کر وہاں لاکر میں رکھ آتے تھے لیکن پھر ان کا وہم بڑھتا گیا۔ پھر ایک روز بینک منیجر نے ان سے پوچھ لیا کہ وہ کیوں اپنے قریب کے کسی بینک کے لاکر کو استعمال کرنے کی بجائے اتنی دور کے بینک کا لاکر استعمال کرتے ہیں تو انہیں یقین ہوگیا کہ بینک منیجر دشمنوں سے ملا ہوا ہے اور وہ کسی بھی وقت ان کا فارمولا اس لاکر سے نکال لے گا۔ جب ان کا وہم بہت بڑھ گیا تو وہ پریشان رہنے لگ گئے تو میں نے ان کی مدد کرنے کا فیصلہ کیا اور انہیں کہا کہ وہ فارمولا مجھے دے دیں میں اپنی لیبارٹری میں اسے محفوظ رکھوں گا اور جب انہیں ضرورت ہو تو وہ بتا دیں، میں فارمولا ساتھ لے آیا کروں گا۔ انہیں معلوم تھا کہ اٹیمک لیبارٹری کی حفاظت انتہائی سختی سے کی جاتی ہے۔ چنانچہ وہ خوشی سے مان گئے لیکن ظاہر ہے کہ میں ایک غیر متعلقہ فارمولا لیبارٹری کے اندر لے جا نہیں سکتا تھا اس لئے میں نے اسے اپنی رہائش گاہ کے سیف میں رکھ لیا۔ میری بیوہ بہن کوٹھی میں رہتی تھی جبکہ اس کے دونوں بیٹے اعلیٰ تعلیم کے لئے ایکریمیا گئے ہوئے ہیں اس لئے میں بھی مطمئن تھا کہ فارمولا محفوظ رہے گا''...... ڈاکٹر تحسین نے مزید تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

''پھر فارمولا چوری کیسے اور کب ہوا''...... عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا کیونکہ سرداور کی وجہ سے وہ ڈاکٹر تحسین کو

روک بھی نہ سکتا تھا اور پھر اصل بات یہ بھی تھی کہ خود اسے اس طویل کہانی میں دلچسپی محسوس ہو رہی تھی۔

''میں چھٹی پر آیا تو مجھے ایک شدید ترین صدمے سے دوچار ہونا پڑا۔ کوٹھی کا چھوٹا پھاٹک باہر سے بند تھا اور اندر میری بیوہ بہن اور ہمارے ملازم شوکت کی دو روز پرانی لاشیں پڑی ہوئی تھیں''۔ ڈاکٹر تحسین نے رندھے ہوئے لہجے میں کہا تو عمران چونک پڑا۔

''اوہ۔ ویری سیڈ''...... عمران نے کہا۔

''میری بہن کی لاش اس کے کمرے میں پڑی تھی جبکہ ملازم کی لاش اندرونی راہداری میں پڑی ملی ہے۔ باقی ملازموں نے اس روز آنا تھا جس روز میں نے یہاں پہنچنا تھا اس لئے گھر میں صرف میری بہن اور ایک ملازم تھا۔ میں نے پولیس کو اطلاع دی اور پھر میں نے ایک خیال کے تحت اپنے کمرے کا سیف چیک کیا تو وہاں سے فارمولا غائب تھا۔ میں نے سرداور کو اطلاع دی۔ کل تک تو میری بہن کی فوتیدگی کی رسومات ہوتی رہیں۔ آج سرداور نے مجھے یہاں کال کیا اور ساتھ ہی آپ کے بارے میں بتایا''...... ڈاکٹر تحسین نے کہا۔

''لیکن آپ کے بارے میں انہیں کیسے یہ سب کچھ معلوم ہوا''...... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''مجھے نہیں معلوم۔ میری بہن بیمار رہتی تھی اور وہ ویسے بھی کم ہی باہر نکلتی تھی۔ نہ کسی سے ملنے جاتی تھی اور نہ ہی کوئی میرے گھر

میں آتا تھا''...... ڈاکٹر تحسین نے کہا۔

''کیا آپ کی بہن کو اس بات کا علم تھا کہ فارمولا کہاں موجود ہے اور کس کا فارمولا ہے''...... عمران نے پوچھا۔

''ہاں۔ ڈاکٹر احمد چونکہ بڑے طویل عرصے سے ہمارے گھر آتے جاتے رہتے تھے اس لئے انہیں سب کچھ معلوم تھا لیکن ان کے، میرے اور ڈاکٹر احمد کے علاوہ اور کسی کو اس بارے میں علم نہ تھا۔ ڈاکٹر احمد پہلے وفات پا چکے تھے اس لئے اب صرف میری ہمشیرہ اور مجھے معلوم تھا''...... ڈاکٹر تحسین نے جواب دیا۔

''اب آپ کا کہنا ہے کہ دشمن بہرحال کامیاب رہے ہیں اور فارمولا لے اڑے ہیں''...... عمران نے کہا۔

''ہاں۔ جس طرح بھی ہوا، بہرحال ہو گیا ہے''...... ڈاکٹر تحسین نے کہا۔

''آپ مجھے اپنی کوٹھی لے چلیں اور مجھے ساری صورت حال دکھائیں''...... عمران نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ آیئے میرے ساتھ۔ سرداور۔ مجھے اجازت ہے''۔ ڈاکٹر تحسین نے اٹھتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ آپ کی بہن کا مجھے بھی شدید غم ہے لیکن اب سوائے صبر کے اور کوئی چارہ نہیں ہے۔ عمران بیٹے۔ مجھے یہ فارمولا ہر صورت میں چاہئے''...... سرداور نے اٹھتے ہوئے کہا۔

''اب تک اس کی سینکڑوں کاپیاں ہو چکی ہوں گی''...... عمران

نے بھی اٹھتے ہوئے کہا۔

''ہو جائیں۔ ہم نے بہرحال اپنے ساحلوں کو کارآمد بنانا ہے''...... سرداور نے کہا۔

''اس کی کاپی نہیں ہو سکتی سرداور۔ مجھے ڈاکٹر احمد نے بتایا تھا کہ انہوں نے یہ فارمولا کراس زیرو ایکس پر محفوظ کیا ہے جس کی کوئی کاپی کسی صورت میں بھی نہیں ہو سکتی''...... ڈاکٹر تحسین نے کہا۔

''یہ تو اور بھی اچھا ہے''...... سرداور نے کہا تو عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

ٹائیگر نے کار ایک ہوٹل کی پارکنگ میں روکی اور پھر نیچے اتر کر اس نے کار لاک کی ہی تھی کہ جیب میں موجود سیل فون کی مخصوص گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دی تو اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر سیل فون نکالا تو اس کی سکرین پر عمران کا نام موجود تھا۔ ٹائیگر نے رابطے کا بٹن پریس کر دیا اور سیل فون کو کان سے لگا لیا۔

''یس باس۔ ٹائیگر بول رہا ہوں''...... ٹائیگر نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''تم اس وقت کہاں ہو''...... دوسری طرف سے عمران نے پوچھا۔

''ہوٹل مڈ سٹی کی پارکنگ میں کھڑا ہوں باس''...... ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اس غیر ملکی جوڑے کے بارے میں معلومات ملی ہیں یا نہیں''۔

عمران نے پوچھا۔

''نو سر۔ ابھی تک ان کا پتہ نہیں چل سکا۔ البتہ تیسرا حلیہ جو بتایا گیا ہے اس بارے میں اطلاع ملی ہے کہ اس آدمی کا نام وکی ہے اور اس کا تعلق کائن کلب کے کارل سے ہے لیکن یہ وکی کسی کوٹھی یا کسی عمارت کا صرف چوکیدار ہے۔ کوئی اہم آدمی نہیں ہے۔ میں اس وقت ہوٹل مڈ سٹی اس لئے آیا ہوں کہ اس وکی کا ایک دوست برینڈی یہاں ویٹر ہے''...... ٹائیگر نے تفصیل سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اس بارے میں بھی معلومات حاصل کرو لیکن ایک اور اہم کام بھی فوری تم نے کرنا ہے''...... عمران نے کہا تو ٹائیگر چونک پڑا۔

''یس باس۔ حکم باس''...... ٹائیگر نے کہا۔

''سبزہ زار کالونی کی کوٹھی نمبر بارہ اے میں ایک ایٹمی سائنس دان ڈاکٹر تحسین اپنی بیوہ بہن کے ساتھ رہتے ہیں۔ وہ خود تو لیبارٹری میں رہتے ہیں اور ہفتے پندرہ دن بعد رہائش گاہ پر آتے ہیں جبکہ ان کی بیوہ بہن ملازموں کے ساتھ یہاں مستقل رہتی ہیں۔ ڈاکٹر تحسین کی تحویل میں ڈاکٹر احمد کا انتہائی اہم فارمولا تھا جو انہوں نے اپنے کمرے کے خفیہ سیف میں رکھا ہوا تھا۔ دو روز پہلے وہ لیبارٹری سے واپس آئے تو ان کی بیوہ بہن اور ایک ملازم کی وہاں لاشیں پڑی ہوئی تھیں جنہیں دو روز پہلے ہلاک کیا گیا تھا اور فارمولا غائب تھا۔ تم وہاں ادھر ادھر سے معلومات حاصل کرو کہ

دو روز پہلے وہاں کون آیا تھا۔ کسی نہ کسی نے تو ضرور قاتلوں کو دیکھا ہوگا اور خاص طور پر ان کے حلیوں کے بارے میں معلومات حاصل کرو“...... عمران نے تفصیل سے ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

”یس باس“...... ٹائیگر نے کہا تو دوسری طرف سے رابطہ ختم کر دیا گیا تو ٹائیگر نے سیل فون آف کر کے جیب میں ڈال لیا اور پھر ہوٹل کے مین گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے پہلے اس ویٹر سے ملنے کا فیصلہ کیا تھا کیونکہ وہ جب یہاں آ ہی چکا تھا تو اب اس ویٹر سے بات کر لینے میں کوئی حرج نہ تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ویٹر برینڈی کو تلاش کر لینے میں کامیاب ہو گیا۔ برینڈی چونکہ مختلف ہوٹلوں اور کلبوں میں کام کرتا رہتا تھا اس لئے وہ ٹائیگر کو نہ صرف پہچانتا تھا بلکہ وہ اس سے اچھی طرح واقف بھی تھا۔

”آپ جیسے بڑے آدمی کو مجھ جیسے چھوٹے آدمی سے کیا کام پڑ گیا ہے جناب“...... برینڈی نے قدرے طنزیہ انداز میں بات کرتے ہوئے کہا۔

”نہ تم چھوٹے ہو اور نہ ہی میں بڑا ہوں۔ چند معلومات لینی ہیں تم سے تمہارے دوست وکی کے بارے میں“...... ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے کہا تو برینڈی بے اختیار چونک پڑا۔ اس کے چہرے پر حیرت کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

”اوہ۔ تو وکی کسی خاص چکر میں تھا“...... برینڈی نے کہا۔

”تھا سے کیا مطلب ہے تمہارا“...... ٹائیگر نے چونک کر پوچھا۔

وہ دونوں ویٹرز گیسٹ روم کے ایک کونے میں بیٹھے ہوئے تھے۔

”وہ تو مر چکا ہے ٹائیگر صاحب۔ اسے مرے ہوئے بھی چار پانچ روز ہو چکے ہیں“...... برینڈی نے کہا۔

”برینڈی ہلاک ہو چکا ہے۔ کب۔ اوہ۔ اوہ۔ مجھے تفصیل بتاؤ“...... ٹائیگر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”جناب۔ وہ کارل کی ایک کوٹھی میں چوکیدار تھا۔ وہاں ایک یورپی جوڑا رہتا تھا۔ پھر اچانک اس کوٹھی سے بو آنے لگی تو ساتھ والی کوٹھیوں سے پولیس کو اطلاع دی گئی اور پھر پولیس وہاں پہنچی تو وہاں کوٹھی میں ایک لاش پڑی ہوئی ملی جسے مرے ہوئے چار روز ہو چکے تھے۔ اس لاش کو پولیس اسٹیشن لایا گیا تو وہاں پتہ چلا کہ اس کے چہرے پر میک اپ کیا گیا تھا جو بگڑ گیا تھا اس لئے چیک ہو گیا۔ جب میک اپ صاف کیا گیا تو پتہ چلا کہ یہ لاش وکی کی ہے۔ اسے سینے میں گولی ماری گئی تھی۔ پھر وہاں سے لاش اس کے ورثاء لے آئے اور اس کی تدفین کے وقت بھی میں وہاں موجود تھا“...... ویٹر برینڈی نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”کون سی کالونی کی کوٹھی میں اس کی لاش ملی تھی“...... ٹائیگر نے پوچھا۔

”کہکشاں کالونی کی کوٹھی نمبر اٹھارہ سے۔ وہ وہیں چوکیدار تھا“۔ برینڈی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”کیا یہ کوٹھی کارل کی تھی“...... ٹائیگر نے پوچھا۔

"جناب۔ اگر کارل تک یہ بات پہنچ گئی کہ میں نے آپ کو بتایا ہے تو مجھ سمیت میرا پورا خاندان ختم کر دیا جائے گا"...... برینڈی نے کہا۔

"تم مجھے اچھی طرح جانتے ہو برینڈی۔ اس لئے ایسے فقرے کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تمہارا نام کسی صورت سامنے نہیں آئے گا اور تمہیں ان دی گئی معلومات کا معاوضہ بھی ملے گا لیکن معلومات درست اور حتمی ہونی چاہئیں ورنہ کارل سے زیادہ اور لوگ تمہارے خلاف ہو جائیں گے"...... ٹائیگر نے کہا۔

"آپ کو جانتے ہوئے تو میں نے اتنا کچھ بتا دیا ہے"۔ برینڈی نے کہا تو ٹائیگر نے جیب سے دو بڑے نوٹ نکال کر اس کے ہاتھ میں دے دیئے۔

"شکریہ جناب۔ تدفین کے موقع پر وکی کے ایک بہت کلوز دوست سے بات ہوئی تھی۔ اس نے بتایا تھا کہ وکی کے پاس جو کار تھی جسے وکی ڈرائیو کرتا تھا اس کار میں ایسا سسٹم موجود تھا کہ اس کا کلر تبدیل کیا جا سکتا تھا اور نمبر پلیٹ بھی۔ جو کار پولیس کو وکی کی لاش اٹھاتے وقت کھڑی نظر آئی تھی اس کا رنگ سفید تھا اور نمبر مقامی تھا لیکن وکی کے اس دوست کا کہنا ہے کہ یہ کار کارل نے واپس لے لی تھی اور اب اس کا رنگ بلیک اور نمبر شام نگر کا ہے"۔ برینڈی نے تیز تیز بولتے ہوئے کہا اور نوٹ جلدی سے جیب میں ڈال لئے۔

"مقامی نمبر کیا تھا"...... ٹائیگر نے پوچھا تو برینڈی نے نمبر بتا دیا۔

"او کے۔ بے فکر رہو"...... ٹائیگر نے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر تھوڑی دیر بعد اس کی کار کہکشاں کالونی کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی جہاں وکی بطور چوکیدار اور ڈرائیور رہتا تھا اور جہاں برینڈی کے بقول غیر ملکی جوڑا بھی رہائش پذیر تھا۔ ٹائیگر نے ارد گرد کی کوٹھیوں کے چوکیداروں سے معلومات حاصل کرنے کی کوششیں شروع کر دیں اور پھر اس وقت اس کی کوشش کامیاب ہو گئی جب سڑک کی دوسری کوٹھی کے چوکیدار نے اسے بتایا کہ اس کوٹھی کے مالکان ملک سے باہر گئے ہوئے ہیں اور وہ اکیلا رہتا ہے اور پوری کوٹھی پر نظر رکھنے کے لئے وہ گیراج کی چھت پر رہتا ہے۔ اس نے ٹائیگر کو بتایا کہ چار روز پہلے سامنے والی کوٹھی سے سفید رنگ کی کار باہر نکلی جسے ایک مقامی آدمی چلا رہا تھا لیکن وہ وکی نہیں تھا کوئی اور تھا۔ اس کار میں ایک یورپی جوڑا موجود تھا لیکن یہ بھی وہ جوڑا نہیں تھا جو کچھ روز پہلے وکی کے ساتھ یہاں آیا تھا۔ وکی کے پاس جو کار تھی اس کا رنگ سیاہ تھا اور رجسٹریشن بھی شام نگر کی تھی لیکن یہ سفید رنگ کی کار رجسٹریشن نمبر مقامی تھا۔ یہ کار سامنے والی کوٹھی سے نکل کر چلی گئی۔ پھر اس کی واپسی تقریباً تین چار گھنٹوں بعد ہوئی۔ اس کے بعد اس نے اس غیر ملکی جوڑے کو کوٹھی سے نکل کر پیدل چلتے ہوئے ٹیکسی اسٹینڈ کی طرف جاتے دیکھا اور اس

کے دو روز بعد پولیس نے آ کر سامنے والی کوٹھی سے وہ لاش دریافت کی جو اس کار کے ڈرائیور کی تھی جس کا میں نے پہلے ذکر کیا ہے"...... چوکیدار نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"اس غیر ملکی جوڑے کا حلیہ کیا تھا"...... ٹائیگر نے پوچھا تو چوکیدار نے اسے حلیئے بتا دیئے۔ ٹائیگر کو اس لئے کوئی حیرت نہ ہوئی تھی کیونکہ وہ ان چوکیداروں کی نفسیات کو جانتا تھا۔ یہ لوگوں کو نہ صرف غور سے دیکھتے ہیں بلکہ ان کی یادداشت بھی بے حد اچھی ہوتی ہے اور خاص طور پر غیر ملکیوں کی نسبت۔ ٹائیگر نے اسے انعام دیا اور پھر وہ کار لے کر سبزہ زار کالونی کی طرف بڑھ گیا جہاں ڈاکٹر تحسین کی رہائش گاہ تھی اور جس کے بارے میں عمران نے اسے آگاہ کیا تھا۔ یہ کوٹھی بھی بند تھی کیونکہ ڈاکٹر تحسین واپس لیبارٹری چلے گئے تھے۔

ٹائیگر نے یہاں بھی ارد گرد سے معلومات حاصل کرنے کی کوششیں شروع کر دیں اور پھر ایک گھنٹے کی سرتوڑ کوشش کے بعد آخرکار وہ ایک آدمی کو ٹریس کرنے میں کامیاب ہو گیا جو اس کوٹھی سے گو کافی فاصلے پر موجود تھا لیکن اس کے باوجود اس نے سب کچھ غور سے دیکھا تھا۔ اس نے ٹائیگر کو بتایا کہ ڈاکٹر تحسین کی بہن کی لاش سے دو تین روز پہلے ایک سفید رنگ کی کار جس میں غیر ملکی جوڑا موجود تھا البتہ ڈرائیور مقامی تھا، اس کوٹھی پر آئی اور اس کوٹھی کے چوکیدار شوکت نے باہر آ کر ان سے بات کی اور پھر بڑا

پھاٹک کھول دیا اور کار اندر چلی گئی اور پھاٹک بند ہو گیا۔ پھر تقریباً چار پانچ گھنٹوں کے بعد پھاٹک ایک بار پھر کھلا اور وہی سفید رنگ کی کار باہر آئی۔ کار میں وہی غیر ملکی جوڑا تھا اور ڈرائیور بھی وہی مقامی تھا لیکن کار پھاٹک کے باہر رک گئی اور ڈرائیور نے اتر کر پہلے بڑا پھاٹک بند کیا اور پھر چھوٹے پھاٹک کو باہر سے بند کر کے وہ کار میں بیٹھا اور کار گھوم کر واپس چلی گئی۔ اس کے بعد پولیس نے آ کر کوٹھی کو کھولا۔

"لیکن تم نے کسی کو اطلاع کیوں نہیں دی"...... ٹائیگر نے اس سے پوچھا۔

"میں ان بڑے آدمیوں کے معاملات میں مداخلت نہیں کیا کرتا۔ مجھے اس سلسلے میں بڑے تلخ تجربات ہو چکے ہیں"...... اس آدمی نے جس کا نام بشیر تھا، جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اس کار کا نمبر یاد ہے تمہیں"...... ٹائیگر نے پوچھا تو بشیر نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے نمبر بتا دیا۔ ٹائیگر اسے پہلے ہی ایک بڑا نوٹ دے چکا تھا۔ اس نے اسے مزید دو بڑے نوٹ دیئے اور اس غیر ملکی جوڑے کے حلیئے معلوم کر لئے۔ یہ وہی حلیئے تھے جو اس سے پہلے کارل کی کوٹھی کے سامنے والی کوٹھی کے چوکیدار نے بتائے تھے۔ اب وہ سمجھ گیا تھا کہ ڈاکٹر تحسین کی کوٹھی سے جو فارمولا چرانے والا اور ان کی بیوہ بہن اور دربان کو ہلاک کرنے والا یہی غیر ملکی جوڑا تھا۔ اسی جوڑے نے وکی کو بھی ہلاک کر دیا تھا اور پھر

کار استعمال کرنے کی بجائے وہ وہاں سے ٹیکسی میں سوار ہو کر چلے گئے۔ ٹائیگر نے بشیر کا شکریہ ادا کیا اور ایک بار پھر وہ کہکشاں کالونی پہنچ گیا لیکن اس بار اس کا ٹارگٹ اس کالونی کا ٹیکسی اسٹینڈ تھا۔ تھوڑی سی کوشش کے بعد وہ اس ٹیکسی ڈرائیور کا کھوج لگانے میں کامیاب ہو گیا جس نے یہاں سے ایک غیر ملکی جوڑے کو پک کیا تھا۔ چونکہ یہ ٹیکسی ڈرائیور اس اسٹینڈ کا مستقل ممبر تھا اس لئے وہ مسافر کو چھوڑ کر واپس اسی اسٹینڈ پر آ جایا کرتا تھا۔ ٹیکسی ڈرائیور کا نام رجب علی تھا۔

”کیا تم ان غیر ملکیوں کے حلیئے بتا سکتے ہو جنہیں تم نے پک کیا تھا“...... ٹائیگر نے ایک بڑا نوٹ اس کے ہاتھ پر رکھتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ کیوں نہیں جناب“...... ٹیکسی ڈرائیور نے خوش ہو کر کہا اور نہ صرف نوٹ اس نے پھرتی سے جیب میں ڈال لیا بلکہ تیزی سے حلیئے بھی بتا دیئے۔ یہ حلیئے تقریباً وہی تھے جو سامنے والی کوٹھی کے چوکیدار نے بتائے تھے۔

”لیکن اس کالونی میں تو اکثر غیر ملکی آتے جاتے رہتے ہیں اور اس واقعہ کو بھی کئی روز گزر چکے ہیں۔ پھر تمہیں کیسے یاد رہا یہ سب کچھ“...... ٹائیگر نے کہا تو ٹیکسی ڈرائیور بے اختیار ہنس پڑا۔

”آپ نے درست سوال کیا ہے۔ واقعی مجھے یاد نہیں رہنا چاہئے تھا لیکن اس جوڑے نے دوران سفر ایسی حرکت کی کہ مجھے

ان کے بارے میں یاد رہا ہے“...... ٹیکسی ڈرائیور رجب علی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”حرکت۔ کیسی حرکت“...... ٹائیگر نے چونک کر پوچھا۔

”جناب۔ آپ کو ہم ٹیکسی ڈرائیوروں کی نفسیات کا تو علم ہو گا کہ ہم عقب نما آئینے میں عقبی سیٹ پر موجود اپنے مسافروں کو ساتھ ساتھ چیک کرتے رہتے ہیں تاکہ ہمارے خلاف کوئی غلط حرکت نہ ہو سکے۔ میں نے عقب نما آئینے میں دیکھا کہ لڑکی نے اپنی جیکٹ کی جیب سے ایک مشین پسٹل نکال کر اس آدمی کے ہاتھ میں دے دیا۔ میں مشین پسٹل دیکھ کر پریشان ہو گیا۔ مجھے خطرہ لاحق ہو گیا کہ یہ لوگ مجھے مار کر ٹیکسی چھیننا چاہتے ہیں لیکن پھر میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ اس آدمی نے مشین پسٹل کو جھک کر عقبی سیٹ کے نیچے کھسکا دیا۔ اس دوران ان کی منزل ایئر پورٹ آ گئی۔ چنانچہ وہ اترے اور پیمنٹ کر کے چلے گئے“...... رجب علی نے کہا۔

”تم نے مشین پسٹل کے بارے میں بات کیوں نہ کی“۔ ٹائیگر نے پوچھا۔

”جناب۔ ایک تو خوف تھا دوسرا مجھے لالچ نے گھیر لیا۔ غیر ملکی مشین پسٹل تھا جو اچھی قیمت میں بک سکتا تھا اور وہی ہوا۔ میں نے واپسی پر مخصوص مارکیٹ میں اسے فروخت کر کے خاصی بھاری رقم کما لی“...... رجب علی نے جواب دیا تو ٹائیگر نے اثبات میں سر

ہلا دیا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ ٹیکسی ڈرائیوروں کی کیا نفسیات ہوتی ہیں۔

”تم نے انہیں ایئر پورٹ پر ڈراپ کیا۔ اس وقت کیا ٹائم تھا“...... ٹائیگر نے پوچھا تو رجب علی نے ٹائم بتا دیا۔ ٹائیگر نے اس کا شکریہ ادا کیا اور پھر وہ وہاں سے سیدھا ایئر پورٹ پہنچ گیا۔ کچھ دیر کی کوشش اور دو تین افراد سے ملاقات کے بعد وہ یہ معلوم کر لینے میں کامیاب ہو گیا کہ یہ جوڑا ریگولر فلائٹ کے ذریعے کافرستان گیا ہے۔ کمپیوٹر ریکارڈ چیک کر کے ٹائیگر کو بتایا گیا کہ انہوں نے فلائٹ سے دو گھنٹے پہلے بکنگ کرائی اور پھر واپس چلے گئے۔ پھر فلائٹ سے پندرہ منٹ پہلے آ کر انہوں نے سب سے آخر میں اپنے بورڈنگ کارڈ حاصل کئے تھے۔ ان کے کاغذات کی نقول بھی ٹائیگر نے حاصل کر لی تھیں۔ اس آدمی کا نام کلارک اور عورت کا نام لارا تھا۔

ٹائیگر نے کاغذات کی نقول جیب میں ڈالیں اور پھر ایئر پورٹ سے وہ واپس کائن کلب پہنچ گیا جہاں کارل بطور مالک اور جنرل منیجر بیٹھتا تھا۔ ٹائیگر کی کارل سے خاصی واقفیت تھی اس لئے اسے کارل کے آفس تک پہنچنے میں کوئی رکاوٹ پیش نہ آئی۔ کارل لمبے قد اور بھاری جسم کا یورپی نژاد آدمی تھا اور ڈرگ اور اسلحے کے بزنس کے ساتھ ساتھ مقامی جرائم میں بھی ملوث رہتا تھا لیکن آج تک چونکہ اس کی کوئی ایسی سرگرمی سامنے نہیں آئی تھی جس سے

عمران کو کوئی دلچسپی ہو سکتی تھی اس لئے ٹائیگر اور کارل کی دوستی بھی چلی آ رہی تھی۔

”آج اچانک بغیر اطلاع دیئے کیسے آنا ہوا۔ کوئی خاص بات“...... کارل نے ٹائیگر کا اٹھ کر استقبال کرتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

”ہاں۔ چند معلومات چاہئیں“...... ٹائیگر نے کہا اور پھر جیب سے ایئر پورٹ سے حاصل کردہ کاغذات کی نقول اس نے کارل کے سامنے رکھ دیں۔

”اس یورپی جوڑے کو تم نے کہکشاں کالونی میں اپنی کوٹھی میں رکھا تھا جس کا چوکیدار وکی تھا“...... ٹائیگر نے کہا تو کارل بے اختیار چونک پڑا۔

”یہ جوڑا۔ نہیں یہ میرے لئے اجنبی ہیں“...... کارل نے جواب دیا اور ٹائیگر اس کے لہجے سے ہی سمجھ گیا کہ وہ درست کہہ رہا ہے۔

”تو پھر جو جوڑا تم نے رکھا تھا وہ کون تھے“...... ٹائیگر نے پوچھا۔

”میں نے تو کسی کو وہاں نہیں رکھا۔ وہاں تو صرف وکی رہتا تھا جس کی لاش وہاں سے ملی اور آج تک اس کے قاتلوں کا بھی پتہ نہیں چل سکا“...... کارل نے جواب دیتے ہوئے کہا لیکن اس بار اس کے لہجے سے ہی ٹائیگر سمجھ گیا تھا کہ وہ جھوٹ بول رہا ہے۔

”دیکھو کارل۔ تم میرے دوست ہو اور تمہیں یہ بھی معلوم ہے

کہ میرا استاد علی عمران پاکیشیا سیکرٹ سروس کے لئے کام کرتا ہے اور پاکیشیا سیکرٹ سروس ایسے کیس پر کام کرتی ہے جس میں ملک کی سالمیت اور مجموعی مفادات کو نقصان پہنچایا جا رہا ہو اور تمہاری کہکشاں کالونی والی کوٹھی میں جو غیر ملکی جوڑا رہتا تھا اس نے سبزہ زار کالونی کی ایک کوٹھی میں اٹیمک سائنس دان ڈاکٹر تحسین کی بیوہ بہن اور اس کے ملازم کو ہلاک کر دیا اور وہاں سے وہ ایک انتہائی اہم فارمولا چوری کر کے لے گئے۔ اس کوٹھی سے نکل کر وہ ایئر پورٹ گئے اور وہاں انہوں نے کافرستان کے لئے بکنگ کرائی اور پھر واپس کہکشاں کالونی کی کوٹھی میں آ گئے۔ وہاں انہوں نے تمہارے ملازم وکی کو گولی ماری اور پھر وہاں سے پیدل ٹیکسی اسٹینڈ پر پہنچے جہاں سے ایک ٹیکسی نے انہیں ایئر پورٹ پہنچا دیا اور وہ کافرستان چلے گئے۔ یہ معاملہ چونکہ ملکی سلامتی کا ہے اس لئے اگر تم تعاون کرو گے تو بچ جاؤ گے ورنہ دوسری صورت میں تم خود سمجھ دار ہو''...... ٹائیگر نے مسلسل بولتے ہوئے کہا تو کارل کے چہرے پر حیرت کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

''کیا یہی جوڑا ہے جس کے کاغذات تم مجھے دکھا رہے ہو۔ اس نے یہ سب کچھ کیا ہے''...... کارل نے کہا۔

''ہاں''...... ٹائیگر نے کہا۔

''لیکن میں تو انہیں دیکھ ہی پہلی بار رہا ہوں''...... کارل نے جواب دیا۔

''اس کی وجہ ہے۔ شاید تمہیں معلوم نہ ہو لیکن میں نے معلوم کر لیا ہے کہ جب وکی کی لاش ملی تو وہ میک اپ میں تھا لیکن دو روز تک لاش پڑی رہنے کی وجہ سے میک اپ بگڑ گیا تھا اس لئے جب لاش پولیس اسٹیشن پہنچائی گئی تو پتہ چلا کہ وہ میک اپ میں ہے۔ جب یہ میک اپ واش کیا گیا تو لاش وکی کی نکلی۔ اس پوائنٹ کو سامنے رکھ کر سوچو تو صورت حال واضح ہو جاتی ہے''۔ ٹائیگر نے کہا۔

''کیا۔ کیا صورت حال''...... کارل نے چونک کر پوچھا۔

''تم نے ایک غیر ملکی جوڑے کو وکی والی کوٹھی میں ٹھہرایا۔ پھر انہوں نے خود بھی میک اپ کیا اور وکی کا بھی میک اپ کر دیا۔ پھر وہ وکی کو ساتھ لے کر ڈاکٹر تحسین کی کوٹھی پر گئے۔ وہاں انہوں نے واردات کی اور وہاں سے ایئر پورٹ جا کر انہوں نے کافرستان کے لئے بکنگ کرائی اور پھر اس وکی سمیت واپس کوٹھی میں آ گئے۔ یہاں وکی کو ہلاک کرنے کے بعد وہ ٹیکسی اسٹینڈ پر گئے اور وہاں سے ایئر پورٹ اور پھر ایئر پورٹ سے کافرستان چلے گئے۔ اگر کہو تو میں یہ بھی بتا دوں کہ جس جوڑے کو تم نے ٹھہرایا تھا ان کے میک اپ سے پہلے کے حلیئے کیا تھے''...... ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''کیا تم جانتے ہو انہیں''...... کارل کے لہجے میں بے پناہ حیرت تھی۔

''ہاں۔ ان کے حلیئے میں نے ٹریس کر لئے ہیں''...... ٹائیگر

نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے حلیئے بتا دیئے۔

''ہاں۔ تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ اب کوئی بات چھپانے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ یہ جوڑا یورپی ملک پالینڈ سے آیا تھا۔ مرد کا نام سوبرز اور لڑکی کا نام کرسیا تھا۔ پالینڈ کی سرکاری تنظیم وان کے چیف سے میرے دوستانہ تعلقات ہیں۔ اس نے مجھے ان کے لئے رہائش گاہ اور کار وغیرہ مہیا کرنے کے لئے کہا تو وہ میں نے کر دیا۔ پھر مجھے اچانک اطلاع ملی کہ وکی کی لاش تھانے پہنچ گئی ہے اور جوڑا غائب ہے تو میں دانستہ خاموش ہو گیا۔ اب تمہیں بتا رہا ہوں کہ میں نے سوائے رہائش گاہ اور کار مہیا کرنے کے اور کچھ نہیں کیا''...... کارل نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''وان تنظیم کے چیف کا کیا نام ہے اور اس کا ہیڈکوارٹر کہاں ہے''...... ٹائیگر نے پوچھا۔

''اس کا نام ڈریک فریڈ ہے۔ ویسے اسے چیف کہا جاتا ہے۔ پہلے وہ ایک دوسری ایجنسی اپ رائٹ میں تھا۔ پھر وہ ایجنسی ختم ہو گئی تو وہ وان میں آ گیا اور پھر اس کا چیف بن گیا۔ بس مجھے اتنا معلوم ہے۔ میں چار پانچ سالوں بعد پالینڈ جاتا ہوں اور کبھی کبھار آفیسرز کلب میں ڈریک فریڈ سے ملاقات ہو جاتی ہے''...... کارل نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اوکے۔ تم نے چونکہ تعاون کیا ہے اس لئے تمہیں زندہ چھوڑ کر جا رہا ہوں لیکن یہ سن لو کہ اگر تم نے چیف کو اطلاع دی اور

میرے یا باس عمران کے بارے میں بتایا تو پھر تم خود سوچ لینا کہ تمہارے ساتھ کیا ہو سکتا ہے''...... ٹائیگر نے اٹھتے ہوئے کہا۔

''میں سمجھتا ہوں ٹائیگر اور اسی لئے میں نے تمہیں سچ بتا دیا ہے۔ تم اب بے فکر رہو۔ میں کسی کو کوئی اطلاع نہیں دوں گا''۔ کارل نے بھی اٹھتے ہوئے کہا تو ٹائیگر اس سے مصافحہ کر کے آفس سے نکلا اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ پارکنگ میں پہنچ گیا۔ اس نے جیب سے سیل فون نکالا اور عمران کا نمبر پریس کر کے اس نے رابطہ نمبر پریس کر دیئے۔ چند لمحوں بعد کال وصول کر لی گئی۔

''یس۔ علی عمران بول رہا ہوں''...... دوسری طرف سے عمران کی آواز سنائی دی۔

''باس۔ آپ فلیٹ پر موجود ہیں''...... ٹائیگر نے پوچھا۔

''ہاں۔ کیوں''...... عمران نے چونک کر کہا۔

''میں نے مکمل تفصیلات معلوم کر لی ہیں اس لئے میں چاہتا ہوں کہ آپ تک بالمشافہ یہ تفصیلات پہنچا سکوں''...... ٹائیگر نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ آ جاؤ''...... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو ٹائیگر نے سیل فون آف کیا اور کار کو ایک جھٹکے سے آگے بڑھا دیا۔

کار تیزی سے پالینڈ دارالحکومت کی سڑک پر دوڑتی ہوئی آگے بڑھی چلی جا رہی تھی۔ ڈرائیونگ سیٹ پر سوبرز تھا جبکہ سائیڈ سیٹ پر کرسیا موجود تھی۔ وہ دونوں کئی روز ہوئے واپس آ چکے تھے۔ ڈاکٹر تحسین کی کوٹھی میں موجود اس کی بیوہ بہن اور ملازم کو ہلاک کر کے وہ واپس اپنی رہائش گاہ پر پہنچے اور پھر وکی کو ہلاک کر کے وہ ٹیکسی کے ذریعے ایئر پورٹ پہنچے تھے جہاں پہلے سے ہی کافرستان کی ریگولر فلائٹ میں وہ بکنگ کرا چکے تھے۔ پاکیشیا سے وہ کافرستان پہنچ گئے اور کافرستان سے وہ اطمینان سے پالینڈ آ گئے تھے۔ فارمولا انہوں نے چیف تک پہنچا دیا تھا اور اس کامیابی پر چیف کی طرف سے ملنے والی چھٹیاں انجوائے کر رہے تھے کہ چیف کی کال آ گئی اور انہیں آفس بلایا گیا اور اس وقت وہ آفس ہی جا رہے تھے۔

"میرا خیال ہے کہ کوئی نیا کیس چیف نے ہمارے لئے منتخب کر لیا ہے"...... خاموش بیٹھی ہوئی کرسیا نے کہا۔

"ظاہر ہے اب ہم سرکاری ایجنسی وان کے سپر سیکشن میں شامل ہیں تو مشن تو ملتے ہی رہیں گے"...... سوبرز نے مسکراتے ہوئے کہا تو کرسیا نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"تم ضرورت سے زیادہ خاموش ہو۔ اس کی وجہ"...... چند لمحوں بعد سوبرز نے کرسیا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں آئندہ مشن کے بارے میں سوچ رہی ہوں"...... کرسیا نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"جب تک مشن کے بارے میں معلومات نہ مل جائیں تم کیا سوچ سکتی ہو"...... سوبرز نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"سوچنے پر تو کوئی پابندی نہیں ہے"...... کرسیا نے کہا۔

"تو پھر اصل بات بتا دو کہ تم کیا سوچ رہی ہو"...... سوبرز نے کہا تو کرسیا بے اختیار ہنس پڑی۔

"میں سوچ رہی تھی کہ کیا ہماری زندگی اسی طرح لڑتے بھڑتے اور لوگوں کو ہلاک کرتے گزر جائے گی۔ یہ کیسی زندگی ہے۔ ہر وقت رسک"...... کرسیا نے کہا۔

"تو تم چاہتی ہو کہ تمہارے چار پانچ بچے ہوں اور تم خالصتاً گھریلو خاتون بن جاؤ"...... سوبرز نے کہا۔

"ارے نہیں۔ یہ بات نہیں ہے۔ جس ٹائپ کی لائف ہم گزار

رہے ہیں اور گزاریں گے اس میں بچوں کی کوئی گنجائش نہیں ہے لیکن اس میں چین وسکون تو ہونا چاہئے۔ اب دیکھو ایک ہفتے پہلے ہم پاکیشیا میں مشن مکمل کر کے آئے ہیں اور اب نیا مشن سامنے آ رہا ہے''...... کرسیا نے کہا۔

''میں تم سے الٹ انداز میں سوچتا ہوں۔ میں فارغ رہ کر بور ہو جاتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں ہر وقت کام میں مصروف رہوں''۔ سوبرز نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ تم سپر ایجنٹ بن گئے ہو۔ اب تم نے ایسے ہی سوچنا ہے''...... کرسیا نے منہ بناتے ہوئے کہا تو سوبرز بے اختیار کھلکھلا کر ہنس پڑا۔ تھوڑی دیر بعد وہ دونوں چیف کے خصوصی آفس میں داخل ہو رہے تھے۔

''آؤ بیٹھو''...... ادھیڑ عمر چیف نے کہا تو وہ دونوں میز کی دوسری طرف موجود کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

''تمہیں ایک ماہ کی چھٹی دی گئی تھی لیکن ایک ہفتے بعد ہی کال کر لیا گیا ہے۔ تم ڈسٹرب تو نہیں ہوئے''...... چیف نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''چیف۔ ہمیں بے کار رہ کر بڑی کوفت ہوتی ہے۔ ہم تو چاہتے ہیں کہ مسلسل کام میں مصروف رہیں''...... سوبرز نے جواب دیا جبکہ کرسیا خاموش بیٹھی رہی۔

''تمہیں پاکیشیا میں دو بار کام کرنا پڑا ہے۔ ایک بار تم ورکنگ

نوٹس لے آئے تھے اور دوبارہ تم نے فارمولا حاصل کر لیا اور تم نے جو تفصیلی رپورٹ دی ہے اسے پڑھ کر مجھے محسوس ہوا ہے کہ تم دونوں نہ صرف ذہین ہو بلکہ خوش قسمتی بھی تمہارے ساتھ ساتھ رہتی ہے جیسے اچانک تمہیں ڈاکٹر تحسین کی بہن سے فارمولا مل گیا تھا۔ یہ واقعی خوش قسمتی تھی''...... چیف نے کہا۔

''چیف۔ آدمی ہمت نہ ہارے تو خوش قسمتی ساتھ رہتی ہے''۔ سوبرز نے کہا تو چیف نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''چیف۔ نیا مشن کیا ہے''...... کرسیا نے پہلی بار بولتے ہوئے کہا۔

''نیا مشن بھی سابقہ مشن سے متعلقہ ہے''...... چیف نے کہا تو سوبرز اور کرسیا دونوں بے اختیار چونک پڑے۔

''کیا اس اے ڈبلیو ریز کے فارمولے کے بارے میں۔ کیا فارمولا ادھورا ہے یا درست نہیں ہے''...... سوبرز نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''فارمولا مکمل بھی ہے اور درست بھی ہے۔ ہمارے سائنس دانوں نے اس کا تجزیہ کیا ہے اور وہ اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ انہیں انتہائی طاقتور ریز تیار کرنے کے لئے ابھی اس پر کام کرنا پڑے گا۔ ڈاکٹر احمد کے ورکنگ نوٹس بھی ہمارے پاس موجود ہیں۔ وہ بھی ہمارے سائنس دانوں کی مدد کریں گے لیکن اس کے باوجود اس قدر طاقتور ریز کہ وہ ساحلوں کے ساتھ وائن کی انتہائی سخت اور ٹھوس

چٹانوں کو توڑ پھوڑ کر رکھ دے، اس پر کام کرنا ہوگا اور اس میں دو ماہ لگ جائیں گے“...... چیف نے کہا۔

”تو پھر کیا ہوا چیف۔ دو ماہ لگیں یا تین ماہ۔ اب تو فارمولا بھی ہمارے پاس ہے اور کسی کو علم نہیں ہے کہ یہ فارمولا کون لے گیا ہے۔ ہمارا رابطہ ڈاکٹر تحسین کی بہن سے اچانک ہوا اور اچانک ہی معلوم ہوا کہ فارمولا بھی وہاں موجود ہے۔ وہ بے حد لالچی عورت تھی۔ اس نے لالچ کیا جس کے نتیجے میں وہ دولت بھی نہ حاصل کر سکی اور اپنی جان بھی گنوا بیٹھی“...... سوبرز نے کہا۔

”تمہاری یہی غلط فہمی دور کرنے کے لئے تو میں نے تمہیں کال کیا ہے“...... چیف نے کہا تو ایک بار پھر وہ دونوں بے اختیار اچھل پڑے۔

”کیسی غلط فہمی چیف“...... سوبرز نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ کرسیا کے چہرے پر بھی حیرت کے تاثرات نمایاں تھے۔

”مجھے پاکیشیا سے حتمی اطلاع ملی ہے کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کو یہ معلومات مل چکی ہیں کہ تم دونوں نے خصوصی میک اپ کئے اور ڈرائیور کا بھی میک اپ کر کے تم تینوں ڈاکٹر تحسین کی رہائش گاہ پر گئے۔ وہاں سے فارمولا اڑایا، ڈاکٹر تحسین کی بہن اور اس کے ملازم کو ہلاک کر کے تم پہلے ایئر پورٹ پر گئے۔ وہاں تم نے نئے میک اپ اور کاغذات کے ذریعے کافرستان کے لئے بکنگ کرائی اور پھر تم اس مقامی ڈرائیور سمیت واپس آ گئے۔ وہاں تم نے اس ڈرائیور

کو ہلاک کر دیا اور پھر وہاں سے پیدل چل کر ٹیکسی اسٹینڈ پہنچے۔ پھر وہاں سے ایئر پورٹ اور ایئر پورٹ سے ریگولر فلائٹ کے ذریعے کافرستان چلے گئے“...... چیف نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

”یہ کیسے ممکن ہے چیف کہ اس قدر تفصیل سے انہیں معلومات ہوں۔ اگر انہیں معمولی سی بھی معلومات مل جاتیں تو لامحالہ وہ حرکت میں آ جاتے لیکن وہ حرکت میں نہیں آئے۔ اس کا مطلب ہے کہ انہیں معلوم ہی نہیں ہو سکا اور ہم اصل چہروں میں تو صرف رہائش گاہ پر رہے ہیں یا پھر انڈسٹریل اسٹیٹ میں ہم نے ریڈ کیا اور پھر واپس آ کر ہم نے نئے کاغذات کے لحاظ سے میک اپ کر لئے“...... سوبرز نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”کارل نے پاکیشیا سے کال کی ہے۔ پاکیشیا سیکرٹ سروس کے لئے کام کرنے والے خطرناک ایجنٹ عمران کا شاگرد جس کا نام ٹائیگر ہے انڈر ورلڈ میں کام کرتا ہے۔ وہ آ کر کارل سے ملا اور اس نے یہ تمام باتیں اسے بتا کر اس سے کنفرم کیا کہ انہیں معلومات مل گئی ہیں کہ سوبرز اور کرسیا نے کلارک اور لارا کے روپ میں یہ ساری کارروائی ہے۔ کارل سے وہ کنفرم کرنا چاہتا تھا۔ کارل نے اپنے تحفظ کے لئے اسے کنفرم کر دیا لیکن ٹائیگر کی دھمکیوں کے باوجود اس نے مجھے نہ صرف اطلاع کر دی بلکہ ٹائیگر اور اس کے درمیان ہونے والی بات چیت کا ٹیپ بھی سنوا دیا۔ میں تمہیں سنواتا ہوں“...... چیف نے کہا اور پھر اس نے میز کی دراز کھول کر ایک

چھوٹا سا ریکارڈ پلیئر نکال کر باہر رکھا اور اس کا بٹن پریس کر دیا۔ چند لمحوں بعد کارل کی آواز سنائی دی۔ وہ دونوں کارل کی آواز کو اچھی طرح پہچانتے تھے۔ پھر دوسری آواز سنائی دی جسے کارل، ٹائیگر کہہ کر پکار رہا تھا اور پھر ان دونوں کے درمیان ہونے والی بات چیت وہ بیٹھے سنتے رہے۔ ان دونوں کے ہونٹ بھنچے ہوئے تھے اور چہرے پر سختی کے تاثرات نمایاں ہو گئے تھے۔ تھوڑی دیر بعد گفتگو ختم ہو گئی تو چیف نے ہاتھ بڑھا کر ریکارڈر آف کر دیا۔

''حیرت انگیز باس۔ انتہائی حیرت انگیز۔ یہ ٹیپ سن کر مجھے لگتا ہے کہ یہ ٹائیگر نامی آدمی کوئی نجومی ہے جس نے کسی پراسرار علم سے نہ صرف سب کچھ معلوم کر لیا ہے بلکہ درست معلوم کر لیا ہے''...... سوبرز نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ مجھے خود بھی بے حد حیرت ہوئی تھی اس لئے میں نے اپنے طور پر ایکریمیا، گریٹ لینڈ اور دوسرے بڑے ممالک سے جب پاکیشیا سیکرٹ سروس کے بارے میں معلوم کیا تو مجھے اب ان کے معلومات حاصل کرنے پر کوئی حیرت باقی نہیں رہی کیونکہ مجھے بتایا گیا ہے کہ یہ لوگ انتہائی تیزی سے کام کرتے ہیں اور ہر وہ بات کسی نہ کسی انداز میں معلوم کر لیتے ہیں جنہیں ان سے چھپایا جاتا ہے''...... چیف نے کہا۔

''تو اب ہمارے لئے کیا حکم ہے۔ ہم دوبارہ جا کر اس پاکیشیا سیکرٹ سروس کا خاتمہ کر دیں''...... سوبرز نے کہا۔

''نہیں۔ وہ لوگ اب خود یہاں آئیں گے فارمولا واپس حاصل کرنے کے لئے۔ میں نے معلومات حاصل کی ہیں۔ ان سے بھی پتہ چلا ہے کہ اگر پاکیشیا سیکرٹ سروس کے چیف نے اس فارمولے کو اہمیت دی تو وہ ٹیم کو یہاں بھیجے گا ورنہ نہیں۔ البتہ عمران فری لانسر آدمی ہے۔ وہ بعض اوقات خود ہی اپنے ذاتی ساتھیوں کے ساتھ مشن مکمل کرنے کے لئے نکل پڑتا ہے اس لئے وہاں کارل نے ایک خصوصی آدمی کو عمران کی مشینی نگرانی پر مامور کر دیا ہے۔ جیسے ہی عمران پاکیشیا سے نکلے گا ہمیں اطلاع مل جائے گی''...... چیف نے کہا۔

''لیکن ہم نے کیا کرنا ہے''...... ربرز نے ایک بار پھر کہا۔

''عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کے بارے میں معلوم ہوا ہے کہ یہ لوگ صرف اپنے ٹارگٹ پر کام کرتے ہیں۔ ادھر ادھر وقت ضائع نہیں کرتے اس لئے وہ تمہارے پیچھے آنے کی بجائے اس فارمولے کے پیچھے آئیں گے اور گو سوائے میرے اور پالینڈ کے چیف سیکرٹری کے اور کسی کو معلوم نہیں کہ فارمولا کس لیبارٹری میں ہے اس لئے لامحالہ وہ میرے پیچھے پڑیں گے۔ چنانچہ میں آج سے انڈر گراؤنڈ ہو رہا ہوں۔ البتہ تم دونوں اگر ان کا خاتمہ کرنا چاہو تو تمہیں اس کی اجازت ہو گی۔ سپر سیکشن آسانی سے یہ کام کر سکتا ہے اور تم سپر سیکشن کو استعمال کر سکتے ہو''...... چیف نے کہا۔

''تو پھر اتنا بتا دیں چیف کہ یہ لیبارٹری کس علاقے میں واقع

ہے تاکہ ہم ساتھ ساتھ اس لیبارٹری کی حفاظت کے بارے میں بھی کام کرتے رہیں“...... سوبرز نے کہا۔

”ہاں۔ علاقہ بتانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اس لیبارٹری کو ہائیڈ لیبارٹری کہا جاتا ہے اور یہ دارالحکومت کے شمال میں تقریباً دو سو کلومیٹر کے فاصلے پر واقع خشک اور بنجر پہاڑی علاقے ڈانا میں انڈر گراؤنڈ ہے۔ وہاں ایئر فورس کا ایک پوائنٹ بھی ہے اور فوجی چھاؤنی بھی۔ وہاں معدنیات خاصی مقدار میں نکلتی ہیں اس لئے ڈانا کا چھوٹا سا شہر بھی موجود ہے“...... چیف نے کہا۔

”بس کافی ہے چیف۔ کرسیا کو میں وہاں سیکشن کے کچھ لوگوں کے ساتھ بھجوا دوں گا اور میں خود سیکشن کے ساتھ یہاں ان کی چیکنگ کرتا رہوں گا۔ اگر ہمیں پاکیشیا سے ان لوگوں کی روانگی کی اطلاع ملی تب زیادہ اچھا ہو گا ورنہ ہم بہرحال چوکنا رہیں گے“۔ سوبرز نے کہا تو چیف نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر سوبرز اور کرسیا دونوں اٹھے اور انہوں نے سلام کیا اور پھر کمرے سے باہر آ گئے۔

”میں دارالحکومت میں ہی رہوں گی۔ تم جا کر رہنا اس خشک اور بنجر علاقے میں“...... کرسیا نے آفس سے باہر آتے ہی بگڑے ہوئے لہجے میں کہا۔

”چلو ہم سیکشن کے افراد کو وہاں بھجوا دیں گے۔ فریڈ کی سربراہی میں“...... سوبرز نے کہا تو کرسیا کے چہرے پر بے اختیار مسکراہٹ دوڑ گئی۔

عمران اپنے فلیٹ میں موجود تھا۔ ٹائیگر اس سے مل کر اور اسے ساری تفصیلات بتا کر گیا تھا اور عمران نے ٹائیگر کو بے حد شاباش دی تھی کیونکہ ایک لحاظ سے ٹائیگر نے اپنی محنت سے خفیہ معاملات کو طشت ازبام کر دیا تھا اور منطقی لحاظ سے یہ بات سامنے آ گئی تھی کہ یورپی ملک پالینڈ کی سرکاری تنظیم وان کے دو ایجنٹ سوبرز اور کرسیا پاکیشیا آئے اور فارمولا لے کر واپس چلے گئے۔ البتہ انہوں نے یہاں قتل و غارت کافی کی ہے لیکن عمران کے ذہن میں اصل بات اس فارمولے کی اہمیت تھی۔ یہ ایسا فارمولا نہیں تھا کہ اگر واپس نہ آتا تو پاکیشیا کی سلامتی خطرے میں پڑ جاتی۔ یہ درست تھا کہ فارمولا پاکیشیا کی ملکیت تھا اور اسے سرعام چوری کیا گیا تھا لیکن عمران اس فارمولے کے لئے ٹیم نہیں لے جانا چاہتا تھا۔ اچانک اس کے ذہن میں ایک خیال آیا تو اس نے رسیور اٹھایا اور تیزی

سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

"پی اے ٹو سیکرٹری وزارت خارجہ"...... رابطہ ہوتے ہی دوسری طرف سے سرسلطان کے پی اے کی آواز سنائی دی۔

"علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بزبان خود بول رہا ہوں"...... عمران نے اپنے مخصوص انداز اور لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"میں بات کراتا ہوں سر۔ ہولڈ کریں"...... دوسری طرف سے مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا۔

"سلطان بول رہا ہوں"...... چند لمحوں بعد سرسلطان کی آواز سنائی دی۔

"کتنی بار سمجھایا ہے آپ کو کہ سلطان بولا نہیں کرتے، فرمایا کرتے ہیں۔ حکم صادر کیا کرتے ہیں۔ آپ بولنے کی بجائے فرمایا کریں"...... عمران نے مسکراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اچھا۔ آئندہ خیال رکھوں گا"...... دوسری طرف سے بڑے معصوم سے لہجے میں کہا گیا تو عمران بے اختیار کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

"شکریہ۔ میرے لئے یہی بات بڑے فخر کی ہے کہ سلطان بھی میری بات مان لیتے ہیں۔ بہرحال آپ کو یہ تو معلوم ہو گا کہ پاکیشیائی سائنس دان ڈاکٹر احمد کو ان کی لیبارٹری میں ہلاک کر دیا گیا ہے۔ لیبارٹری تباہ کر دی گئی ہے اور پھر اس کا خاص فارمولا بھی اڑا لیا گیا ہے"...... عمران نے کہا۔

"کیا کہہ رہے ہو۔ کب ہوا ہے ایسا اور کس نے کیا ہے۔ مجھے تو معلوم نہیں ہے"...... سرسلطان نے چونک کر اور حیرت بھرے لہجے میں کہا تو عمران نے انہیں نہ صرف واقعات کی پوری تفصیل بتا دی بلکہ اس فارمولے کے بارے میں بھی تفصیل بتا دی۔

"اوہ۔ یہ تو ہماری معیشت کے لئے انتہائی اہم فارمولا ہے۔ پاکیشیا کے پاس بے حد وسیع ساحل ہے۔ ان چٹانوں کی وجہ سے ہم ڈیپ سی بندرگاہیں نہیں بنا سکتے۔ اگر یہ چٹانیں توڑی جا سکیں تو پاکیشیا کی ترقی کے دروازے کھل جائیں گے"...... سرسلطان نے بڑے جذباتی لہجے میں کہا۔

"آپ کی بات ٹھیک ہے۔ فارمولا بھی پاکیشیا کی ملکیت ہے جسے چوری کیا گیا ہے لیکن بہرحال اس کا پاکیشیا کی سلامتی سے براہ راست کوئی تعلق نہیں ہے اس لئے پاکیشیا سیکرٹ سروس کو حرکت میں لانے کا کوئی جواز نہیں بنتا۔ البتہ ایسا ہو سکتا ہے کہ آپ پالینڈ کے چیف سیکرٹری سے بات کریں اور انہیں کہیں کہ وہ فارمولا واپس کر دیں۔ اس پر جب کام مکمل ہو جائے گا تو انہیں بھی یہ ریز ٹیکنالوجی مہیا کر دی جائے گی"...... عمران نے کہا۔

"پالینڈ کے چیف سیکرٹری بینسن میرے بہت اچھے دوست تھے۔ وہ چار پانچ ماہ پہلے ایک کار ایکسیڈنٹ میں وفات پا چکے ہیں اور پالینڈ کے موجودہ چیف سیکرٹری جیمز ہے۔ وہ بدماغ آدمی ہے اس لئے میں بہت کم ان سے بات کرتا ہوں"...... سرسلطان نے

جواب دیتے ہوئے کہا۔

"آپ ان سے ڈٹ کر بات کریں۔ انہوں نے ہمارا فارمولا چوری کرایا ہے۔ ہمارے سائنس دان اور بے گناہ لوگوں کو ہلاک کرایا ہے۔ اگر انہوں نے اکڑ پن دکھائی تو پھر پالینڈ اے ڈبلیو ریز کا فارمولا ہی واپس نہیں کرے گا بلکہ ایسی تباہی کا شکار ہو گا کہ کئی سالوں تک روتا رہے گا"...... عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"اگر تم اصرار کرتے ہو تو میں بات کر لیتا ہوں"...... سرسلطان نے بڑے متذبذب لہجے میں کہا۔

"آپ بات کریں۔ یہ میری درخواست ہے"...... عمران نے کہا۔

"تم کہاں ہو اس وقت"...... سرسلطان نے پوچھا۔

"میں فلیٹ میں موجود ہوں"...... عمران نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ میں بات کر کے تمہیں خود کال کرتا ہوں"۔ سرسلطان نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو عمران نے رسیور رکھ دیا۔ اس کے چہرے پر ابھی تک غصے کے تاثرات موجود تھے کیونکہ اس نے پہلی بار سرسلطان جیسے آدمی کو جیمز سے بات کرنے سے ہچکچاتے ہوئے دیکھا تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ جیمز واقعی انتہائی بدماغ آدمی ہے ورنہ سرسلطان کے تعلقات پوری دنیا کے بڑے افسران سے انتہائی دوستانہ ہیں اور سرسلطان کی قدر عمران نے ہر ملک کے بڑے افسر کے دل میں دیکھی ہے۔ اس

نے سرسلطان پر دباؤ ڈال کر انہیں بات کرنے کے لئے آمادہ تو کر لیا تھا لیکن اب وہ دل ہی دل میں پچھتا رہا تھا کیونکہ اگر اس جیمز نے سرسلطان کو کوئی غلط بات کر دی تو عمران ساری عمر سرسلطان سے شرمندہ رہے گا۔ کئی بار اس نے سوچا کہ فون کر کے سرسلطان کو منع کر دے لیکن پھر وہ اس لئے رک گیا کہ سرسلطان کہیں ناراض نہ ہو جائیں کہ پہلے اصرار کیا اور اب انہیں منع کر رہا ہے۔ پھر تقریباً نصف گھنٹے بعد فون کی گھنٹی بج اٹھی تو عمران نے رسیور اٹھا لیا۔

"علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں"۔ عمران نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔

"تمہیں شوق تھا مجھے اس آدمی سے بے عزت کرانے کا۔ تم خوش ہو جاؤ۔ اس نے مجھے دھمکیاں دی ہیں کہ اگر پاکیشیا نے پالینڈ کے خلاف زبان بھی ہلائی تو پاکیشیا کی قومی تنصیبات کو تباہ و برباد کر دیا جائے گا۔ اس نے پاکیشیا کو مکھی مچھر سے بھی کم تر کہا ہے"...... سرسلطان نے انتہائی غصیلے لہجے میں مسلسل بولتے ہوئے کہا اور پھر ایک جھٹکے سے رابطہ ختم ہو گیا تو عمران سمجھ گیا کہ وہی ہوا جس کا ڈر تھا۔ پالینڈ کے چیف سیکرٹری نے غلط زبان استعمال کی ہے۔ اس نے رسیور اٹھایا اور تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

"انکوائری پلیز"...... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی

دی۔

''یہاں سے پالینڈ اور اس کے دارالحکومت کے رابطہ نمبر دیں''...... عمران نے کہا تو دوسری طرف سے چند لمحوں بعد رابطہ نمبر بتا دیئے گئے۔ عمران نے کریڈل دبایا اور پھر ٹون آنے پر اس نے تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

''انکوائری پلیز''...... ایک بار پھر نسوانی آواز سنائی دی لیکن لہجہ یورپی تھا۔

''چیف سیکرٹری آفس کا فون نمبر دیں''...... عمران نے کہا تو دوسری طرف سے نمبر بتا دیا گیا۔ عمران نے کریڈل دبایا اور ایک بار پھر تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

''پی اے ٹو چیف سیکرٹری''...... ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

''جیمز سے بات کراؤ۔ میں پاکیشیا سے علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں۔ اور سنو۔ اگر بات نہ ہوئی تو پورے پالینڈ کی اینٹ سے اینٹ بجا دی جائے گی''...... عمران نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

''مم۔ مم۔ مگر۔ مگر۔ آپ۔ آپ''...... سیکرٹری نے بری طرح بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

''بات کراؤ''...... عمران کے لہجے میں غراہٹ کا عنصر مزید بڑھ گیا تھا۔

''ہیلو۔ کون بول رہا ہے''...... چند لمحوں بعد ایک سخت اور سرد سی

آواز سنائی دی۔

''مسٹر جیمز۔ تم وہ چوہے ہو جو اپنی دم پر ناچ رہے ہو۔ تم نے پاکیشیا کے سیکرٹری خارجہ سر سلطان سے جو بدتمیزی کی ہے اس کے جواب میں پالینڈ کو اپنی تاریخ کی سب سے بڑی تباہی کا سامنا کرنا پڑے گا اور تمہاری گردن بھی اس طرح توڑ دی جائے گی جیسے اکڑی ہوئی گردنیں توڑ دی جاتی ہیں۔ تم اور تمہاری سرکاری ایجنسی وان نے پاکیشیا کا اے ڈبلیو ریز کا فارمولا چوری کیا ہے اور تم نے سر سلطان سے بدتمیزانہ لہجے میں بات کی ہے اس کا جواب تمہیں جلد دیا جائے گا''...... عمران نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور کریڈل پر پٹخ دیا۔ سلیمان فلیٹ میں موجود نہ تھا اس لئے عمران اٹھ کر کچن میں آیا۔ اس نے ریفریجریٹر سے ٹھنڈے پانی کی بوتل نکالی اور بوتل اور خالی گلاس اٹھائے وہ واپس سٹنگ روم میں آ گیا۔ اس نے یکے بعد دیگرے یخ پانی کے بھرے ہوئے دو گلاس پیئے تو اس کا بگڑا ہوا چہرہ آہستہ آہستہ نارمل ہوتا چلا گیا۔

''اب وہاں جانا ہی ہو گا''...... عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر رسیور اٹھا کر اس نے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

''ایکسٹو''...... رابطہ ہوتے ہی دوسری طرف سے مخصوص آواز سنائی دی۔

''علی عمران بول رہا ہوں طاہر۔ میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ

پالینڈ سے نہ صرف پاکیشیا کا فارمولا واپس لے آنا ہو گا بلکہ یہاں کام کرنے والے سوبرز اور کرسیا جنہوں نے ڈاکٹر احمد، ڈاکٹر تحسین کی بہن اور ان کے ملازم کو ہلاک کیا ہے، کو ایسا سبق دے کر آؤں گا کہ پالینڈ کی تاریخ میں ان لوگوں کا عبرت ناک انجام صدیوں بھلایا نہ جا سکے گا اور خاص طور پر پالینڈ کے چیف سیکرٹری کو سرسلطان سے بدتمیزی کرنے کی وہ سزا بھگتنا پڑے گی کہ اس کی قبر سے بھی صدیوں تک اس کی چیخیں سنائی دیتی رہیں گی اس لئے جولیا کو فون کر کے ٹیم سمیت تیار رہنے کا کہہ دو''...... عمران نے انتہائی غصیلے لہجے میں مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

''کیا ہوا ہے عمران صاحب۔ آپ کو پہلے اس قدر غصے میں کبھی نہیں دیکھا گیا۔ کیا ہوا ہے''...... بلیک زیرو نے اس بار اپنے اصل لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔ اس کے لہجے سے شدید حیرت نمایاں تھی اور پھر جب عمران نے اسے بتایا کہ اس کے اصرار پر سرسلطان نے جب پالینڈ کے چیف سیکرٹری جیمز سے بات کی تو اس نے بدتمیزانہ لہجے میں جواب دیا ہے جس پر اس نے خود بھی فون کر کے اسے براہ راست سنائی بھی ہیں۔ اب جا کر وہ عملی طور پر بتائے گا کہ سرسلطان سے بدتمیزی کرنے کا انجام کیا ہوتا ہے۔

''عمران صاحب۔ اس مشن پر آپ مجھے اجازت دیں۔ میں اسے مکمل کرتا ہوں''...... بلیک زیرو نے کہا۔

''نہیں۔ یہ عام مشن نہیں ہے۔ یہ ایسا مشن ہے جس کے ساتھ سرسلطان کی عزت انٹیج ہو گئی ہے۔ اب میں خود اس مشن کو تکمیل تک پہنچاؤں گا''...... عمران نے سرد لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا اور ایک بار پھر بوتل میں موجود یخ پانی گلاس میں ڈال کر اس نے گلاس کو اٹھا کر منہ سے لگا لیا۔ یکے بعد دیگرے دو گلاس پینے کے بعد اس نے خالی بوتل اور گلاس کو علیحدہ موجود چھوٹی میز پر رکھ دیا اور اب وہ جولیا کو فون کرنا ہی چاہتا تھا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ بلیک زیرو نے اسے تیار رہنے کا کہہ دیا ہو گا کہ فون کی گھنٹی بج اٹھی تو عمران نے رسیور اٹھا لیا۔

''یس۔ علی عمران بول رہا ہوں''...... عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

''عمران بیٹے۔ تم فلیٹ پر ہی رہو۔ میں آ رہا ہوں''...... دوسری طرف سے سرسلطان کی مشفقانہ آواز سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو اس نے بے اختیار ایک طویل سانس لیتے ہوئے رسیور رکھ دیا۔ وہ اب سمجھ گیا تھا کہ سرسلطان کیوں آ رہے ہیں۔ یقیناً بلیک زیرو نے اس کی کیفیت کے بارے میں سرسلطان کو فون پر بتا دیا ہو گا اس لئے سرسلطان خود اس کے فلیٹ پر آ رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد سلیمان ہاتھوں میں شاپنگ بیگ اٹھائے راہداری میں چلتا ہوا سٹنگ روم کے سامنے سے گزرا۔ عمران دروازہ کھلنے کی آواز سن چکا تھا اس لئے اس کی نظریں دروازے کی طرف ہی اٹھی

ہوئی تھیں۔

"سلیمان"...... عمران نے اونچی آواز میں کہا۔

"آ رہا ہوں صاحب"...... سلیمان کی آواز سنائی دی اور پھر چند لمحوں بعد سلیمان سٹنگ روم میں داخل ہوا۔

"سرسلطان آ رہے ہیں۔ ان کے لئے خصوصی انتظام ہونا چاہئے"۔ عمران نے کہا تو سلیمان چونک پڑا۔ اس کے چہرے پر حیرت کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

"سرسلطان آ رہے ہیں۔ کیوں۔ کوئی خاص بات ہو گئی ہے"۔ سلیمان نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"مجھے نہیں معلوم۔ ابھی ان کا فون آیا ہے کہ میں آ رہا ہوں اور اس کے ساتھ ہی انہوں نے فون بند کر دیا"...... عمران نے جواب دیا۔

"آپ نے ان کی توہین تو نہیں کی"...... سلیمان نے باقاعدہ جرح کرتے ہوئے کہا۔

"ارے نہیں۔ میں نے کچھ نہیں کہا۔ میں تو الٹا ان کی توہین پر دل گرفتہ ہو رہا ہوں"...... عمران نے کہا تو سلیمان بے اختیار چونک پڑا۔

"کس نے توہین کی ہے سرسلطان کی"...... سلیمان پوری بات جاننے پر مصر تھا۔

"پالینڈ کے چیف سیکرٹری نے"...... عمران نے مختصر سا جواب

دیا۔

"اوہ۔ ایسا آپ کی وجہ سے ہوا ہو گا"...... سلیمان نے منہ بناتے ہوئے کہا تو عمران بے اختیار چونک پڑا۔

"تم نے یہ اندازہ کیسے لگا لیا"...... عمران کے لہجے میں حیرت تھی کیونکہ اس کے نقطہ نظر سے سلیمان اس نتیجے پر کسی بھی طرح نہ پہنچ سکتا تھا۔

"آپ ضرورت سے زیادہ سنجیدہ نظر آ رہے ہیں۔ چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا ہے۔ آنکھوں میں بھی سرخی ہے اور سرسلطان کی پوری دنیا کے سیکرٹریز بے حد عزت کرتے ہیں۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ عام حالات میں کسی ملک کا سیکرٹری یا چیف سیکرٹری سرسلطان کی توہین کرے اور سرسلطان بھی بہترین سفارت کار ہیں۔ وہ ایسی کوئی بات نہیں کر سکتے جس سے دوسرا اس طرح ناراض ہو جائے کہ بدتمیزی پر اتر آئے اور اس بار یقیناً ایسا ہوا ہے کہ سرسلطان کو پالینڈ کے چیف سیکرٹری سے ایسی کوئی بات کرنا پڑی ہے کہ وہ سرسلطان جیسے آدمی کی توہین پر اتر آیا اور سرسلطان اس دنیا میں صرف آپ کے اصرار پر ہی ایسی بات کر سکتے ہیں اس لئے یقیناً آپ نے کوئی ایسی بات ان سے کرائی ہے کہ ان کی توہین کی گئی اور اس توہین پر آپ کو بھی غصہ آ گیا اور سرسلطان بھی شاید اسی سلسلے میں یہاں آ رہے ہیں"...... سلیمان نے باقاعدہ پس منظر بیان کرتے ہوئے کہا تو عمران واقعی اس کے درست تجزیہ پر حیرت زدہ رہ گیا۔

"تم ضرورت سے زیادہ ہی ذہین ہوتے جا رہے ہو اس لئے میرا خیال ہے کہ اب تمہارے حریرے جبراً بند کرانا پڑیں گے"۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جبکہ میرا خیال ہے کہ اب یہ حریرے آپ کو زبردستی کھلانے پڑیں گے تاکہ آپ کے اندر ذہانت نہ سہی ذہانت کی کوئی رمق تو پیدا ہو سکے"...... سلیمان نے کہا اور واپس مڑا ہی تھا کہ کال بیل کی آواز سنائی دی اور سلیمان سر ہلاتا ہوا بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

"کون ہے"...... سلیمان نے اپنی عادت کے مطابق اونچی آواز میں پوچھا۔

"سلطان ہوں۔ دروازہ کھولو"...... باہر سے سرسلطان کی ہلکی سی آواز سنائی دی تو سلیمان نے جلدی سے دروازہ کھولا اور پھر سلیمان نے بڑے مؤدبانہ انداز میں انہیں سلام کیا۔

"کیسے ہو سلیمان۔ اب تو تم کوٹھی بھی نہیں آتے"۔ سرسلطان نے کہا۔

"میں جلد ہی حاضر ہوں گا صاحب"...... سلیمان نے جواب دیا۔ عمران بھی سٹنگ روم سے باہر آ گیا تاکہ سرسلطان کا استقبال کر سکے۔

"آپ کی اچانک آمد نے مجھے پریشان کر دیا ہے"...... عمران نے سٹنگ روم میں سرسلطان کو بٹھاتے ہوئے کہا۔

"یہ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم میری وجہ سے اس قدر غصے میں آ گئے ہو۔ میری تو پوری زندگی ایسے ہی معاملات سے نمٹتے ہوئے گزری ہے۔ اگر پالینڈ کے چیف سیکرٹری جیمز نے کوئی غلط بات کر بھی دی ہے تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ تم ایسے معاملات پر سنجیدہ نہ ہوا کرو"...... سرسلطان نے کہا۔

"آپ کو کس نے کہا ہے کہ میں غصے میں ہوں"...... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"طاہر نے مجھے فون کر کے کہا ہے کہ تم شدید غصے میں ہو۔ اس نے کہا ہے کہ تمہیں اس سے پہلے کبھی اس قدر غصے میں نہیں دیکھا گیا اور یہ سب میری وجہ سے ہو رہا ہے اس لئے میں خود آفس سے اٹھ کر یہاں آیا ہوں"...... سرسلطان نے کہا۔ اسی لمحے سلیمان ٹرالی دھکیلتا ہوا اندر لے آیا۔ اس نے چائے اور دوسرے لوازمات میز پر رکھنے شروع کر دیئے۔

"سلیمان آپ کے آنے سے پہلے مجھے ڈانٹ رہا تھا کہ میں نے آپ سے کیوں پالینڈ کے چیف سیکرٹری سے بات کرنے پر اصرار کیا لیکن میں نے ایک اصولی بات کی تھی کہ یہ فارمولا ملکی سلامتی کا فارمولا نہیں ہے اس لئے اس پر پاکیشیا سیکرٹ سروس کام نہیں کر سکتی لیکن اس چیف سیکرٹری نے دراصل آپ سے بدتمیزی نہیں کی بلکہ اس نے پاکیشیا کے اٹھارہ کروڑ عوام سے بدتمیزی کی ہے۔ اس نے ہمارے پیارے ملک سے بدتمیزی کی ہے اور اسی

وجہ سے مجھے اس پر غصہ آ گیا اور مجھے کئی گلاس پانی پی کر اپنے آپ کو سنبھالنا پڑا ہے۔ بہرحال آپ نے خواہ مخواہ تکلیف کی۔ میں اب نارمل ہوں“...... عمران نے کہا۔

”سنو۔ اگر تم سمجھتے ہو کہ اس فارمولے کی اتنی اہمیت نہیں ہے کہ اس پر کام کیا جائے تو بے شک مت کام کرو لیکن اپنے آپ کو نارمل رکھو۔ ملک اور قوم کو اس فارمولے سے زیادہ تمہاری ضرورت ہے“...... سرسلطان نے چائے پیتے ہوئے کہا۔

”آپ کا یہ فقرہ میرے لئے کسی بڑی جاگیر سے بھی بڑا انعام ہے سرسلطان۔ آپ بے فکر رہیں۔ فارمولا واپس آئے گا اور اس چیف سیکرٹری کو آپ سے معافی بھی مانگنا پڑے گی“...... عمران نے کہا تو سرسلطان بے اختیار مسکرا دیئے کیونکہ وہ عمران کی فطرت سے بخوبی واقف تھے۔ انہیں معلوم تھا کہ جب عمران اس ٹائپ کی باتیں کرتا ہے تو پھر وہ واقعی ایسا کر بھی دکھاتا ہے۔

پالینڈ کا چیف سیکرٹری جیمز چند ماہ پہلے ہی چیف سیکرٹری بنا تھا۔ اس سے پہلے کے چیف سیکرٹری ایک کار ایکسیڈنٹ میں ہلاک ہو گئے تھے۔ جیمز صرف یہودی ہی نہیں تھا بلکہ انتہائی متعصب یہودی تھا اس لئے وہ مسلمانوں اور مسلم ممالک سے ذاتی طور پر شدید نفرت کرتا تھا۔ اسے جب وان کے چیف ڈریک فریڈ نے رپورٹ دی کہ اس کے سپر سیکشن کے ایجنٹوں نے پاکیشیا سے انتہائی اہم فارمولا جو وناٹن چٹانوں کو توڑنے کا فارمولا ہے، حاصل کر لیا ہے اور اس فارمولے کے خالق ڈاکٹر احمد کو بھی ہلاک کر دیا ہے اور اس کی لیبارٹری بھی تباہ کر دی گئی ہے تو اسے ذاتی طور پر بے حد مسرت ہوئی تھی۔ اس پر نہیں کہ فارمولا اس کے نزدیک بے حد اہم تھا بلکہ اس کے لئے کہ پاکیشیا جیسے مسلم ملک سے یہ فارمولا حاصل کیا گیا ہے اور وہاں کی لیبارٹری تباہ کر دی گئی تھی اور سائنس دان

کو بھی ہلاک کر دیا گیا تھا۔

چیف سیکرٹری جیسے ملک کے اہم ترین عہدے پر فائز ہو جانے کے باوجود اس کی ذہنی سطح عام آدمی سے بھی زیادہ سطحی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ جب پاکیشیا کے سیکرٹری خارجہ سر سلطان کا فون آیا تو اس نے نہ صرف سر سلطان کو انتہائی سخت لہجے اور سخت الفاظ میں جواب دیا بلکہ اس نے عام سطح سے بھی نیچے اتر کر ایسا لہجہ اختیار کیا کہ دوسری طرف سے سر سلطان نے مزید کچھ کہے بغیر ہی رابطہ ختم کر دیا تھا اور اس پر جیمز کو پشیمانی یا افسوس ہونے کی بجائے اندرونی طور پر مسرت کا احساس ہوا تھا۔ اسے یوں محسوس ہوا تھا جیسے اس نے مسلمانوں سے انتقام لے لیا ہو۔ لیکن پھر کسی عمران نے اسے فون پر جو کچھ کہا تھا وہ اس کے لئے ناقابل تصور تھا۔ وہ اپنے آفس میں بیٹھا اسی بارے میں سوچ رہا تھا کہ پاس پڑے ہوئے فون کی گھنٹی بج اٹھی تو اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

”یس“...... جیمز نے سخت لہجے میں کہا۔

”وان کے چیف ڈریک کی کال ہے باس“...... دوسری طرف سے اس کی فون سیکرٹری کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

”ڈریک کی کال۔ کراؤ بات“...... جیمز نے چونک کر کہا۔

”ڈریک بول رہا ہوں چیف“...... چند لمحوں بعد دوسری طرف سے ایک مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

”کیوں کال کی ہے۔ کوئی خاص بات“...... جیمز نے اپنے

مخصوص سخت لہجے میں کہا۔

”چیف۔ جیسا کہ میں نے آپ کو پہلے رپورٹ دی تھی کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس ہمارے خلاف کام کرنے کسی بھی وقت پالینڈ پہنچ سکتی ہے اور چونکہ انہیں یہ معلوم ہو چکا ہے کہ فارمولا وان نے حاصل کیا ہے اس لئے عام حالات میں تو انہیں ان ایجنٹوں کے خلاف کام کرنا چاہئے لیکن ان لوگوں کی فطرت اور کام کرنے کا انداز دوسرے ایجنٹوں سے مختلف ہے۔ یہ لوگ براہ راست ٹارگٹ پر کام کرتے ہیں اور ان کا ٹارگٹ فارمولا ہی ہو گا اور فارمولا جہاں موجود ہے اس بارے میں آپ کو اور مجھے معلوم ہے۔ آپ کے بارے میں تو وہ نہیں جان سکتے۔ البتہ میرے بارے میں انہیں معلوم ہو چکا ہے اس لئے میں ان کے خاتمے تک انڈر گراؤنڈ ہو رہا ہوں۔ میں نے آپ کی فون سیکرٹری کو دوسرا فون نمبر دے دیا ہے تاکہ کسی بھی ایمرجنسی کی صورت میں اس دوسرے نمبر پر وہ مجھے کال کر سکتی ہیں“...... ڈریک نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

”تم ان سے خوفزدہ کیوں ہو۔ کیا تمہاری ایجنسی موم کی بنی ہوئی ہے اور یہ لوگ فولاد کے بنے ہوئے ہیں۔ ان کا کھل کر مقابلہ کرو اور ان کو شکست فاش دو اور خاص طور پر اس عمران کا تو عبرت ناک حشر کرو۔ ویسے انہیں میرے بارے میں بھی شاید معلوم ہو چکا ہے لیکن میں تو ان سے خوفزدہ نہیں ہوں“...... چیف سیکرٹری جیمز نے اکڑے ہوئے لہجے میں کہا۔

"آپ کے بارے میں انہیں کیسے علم ہو سکتا ہے چیف"۔ ڈریک نے دوسری باتیں نظرانداز کرتے ہوئے اس بات پر زور دیتے ہوئے کہا۔

"پاکیشیا کے سیکرٹری خارجہ سرسلطان کا فون میرے پاس آیا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ میں خاموشی سے انہیں فارمولا واپس کر دوں لیکن میں نے انہیں ڈانٹ دیا تو وہ سہم کر خاموش ہو گئے۔ اس کے بعد عمران نے غصیلے لہجے میں فون کر کے مجھے دھمکیاں دیں"...... جیمز نے کہا۔

"اوہ۔ پھر تو آپ بھی خطرے کے نشان میں آ گئے ہیں چیف۔ آپ اپنی حفاظت کے لئے خصوصی انتظامات کر لیں کیونکہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کو دنیا کی خطرناک ترین سیکرٹ سروس کہا جاتا ہے اور سپر پاورز بھی اس کے خلاف کام کرتے ہوئے گھبراتی ہیں اور سیکرٹری خارجہ سرسلطان پاکیشیا سیکرٹ سروس کے انتظامی انچارج ہیں"...... ڈریک نے جواب دیا۔

"یو شٹ اپ۔ تم خود بھی بزدل ہو اور مجھے بھی بزدلی کا سبق دے رہے ہو۔ میں تمہارے خلاف پرائم منسٹر کو شکایت کروں گا۔ نانسنس"...... جیمز نے غصے سے چیختے ہوئے لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی انہوں نے رسیور کریڈل پر اس طرح پٹخ دیا جیسے سارا غصہ وہ اس کریڈل پر نکالنا چاہتے ہوں۔

"نانسنس۔ یہ شخص پرائم منسٹر کا رشتہ دار نہ ہوتا تو میں ابھی اسے سروس سے باہر نکال دیتا۔ نانسنس"...... جیمز نے غصے سے بڑبڑاتے

ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے انٹرکام کا رسیور اٹھایا اور ایک بٹن پریس کر دیا۔

"یس سر"...... دوسری طرف سے مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

"شراب بھیجو"...... جیمز نے اسی طرح غصیلے لہجے میں کہا اور ایک بار پھر رسیور کریڈل پر پٹخ دیا۔ چند لمحوں بعد دروازہ کھلا اور ایک نوجوان لڑکی ہاتھوں میں ٹرے اٹھائے اندر داخل ہوئی۔ ٹرے میں شراب کا ایک جام رکھا ہوا تھا۔ اس نے سلام کیا اور پھر جام اٹھا کر جیمز کے سامنے رکھ دیا اور واپس مڑ کر کمرے سے باہر چلی گئی تو جیمز نے ہاتھ بڑھا کر جام اٹھایا اور اسے منہ سے لگا لیا۔ ایک گھونٹ لے کر اس نے جام واپس میز پر رکھ دیا۔ تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد وہ گھونٹ بھر رہا تھا اور جیسے جیسے وہ شراب پیتا جا رہا تھا اس کا چہرہ نارمل ہوتا چلا جا رہا تھا اور پھر جیسے ہی جام خالی ہوا فون کی گھنٹی ایک بار پھر بج اٹھی تو اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"یس"...... جیمز نے اس بار نارمل لہجے میں کہا۔

"پرائم منسٹر صاحب سے بات کریں چیف"...... دوسری طرف سے مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا تو جیمز بے اختیار چونک پڑا۔

"یس سر۔ جیمز بول رہا ہوں جناب"...... جیمز نے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"پاکیشیا کے سیکرٹری خارجہ سرسلطان سے فون پر آپ کی بات ہوئی ہے"...... دوسری طرف سے پرائم منسٹر کی بھاری اور باوقار

آواز سنائی دی۔
''یس سر۔ انہوں نے مجھے کہا کہ میں پاکیشیا کو فارمولا واپس کر دوں''...... جیمز نے جواب دیا۔
''تو آپ نے انہیں ڈانٹ دیا''...... پرائم منسٹر کے لہجے میں ہلکے سے غصے کا عنصر بھی شامل ہو گیا تھا۔
''نہیں سر۔ میں نے انکار کر دیا تھا''...... جیمز نے جواب دیا۔
''مسٹر جیمز۔ آپ پالینڈ کے چیف سیکرٹری ہیں اور یہ ایسی سیٹ ہے جس پر انتہائی تحمل اور برداشت کا مظاہرہ کرنا پڑتا ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ سر سلطان کی پوری دنیا کے آفیسرز بے حد عزت کرتے ہیں۔ آپ ان سے نرم لہجے میں بات کرتے ہوئے بھی انکار کر سکتے تھے۔ لیکن اب کیا ہو گا۔ سر سلطان پاکیشیا سیکرٹ سروس کے انتظامی انچارج ہیں اور انہوں نے یقیناً پاکیشیا سیکرٹ سروس کو اس بارے میں بتا دیا ہو گا اور مجھے یقین ہے کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس آندھی اور طوفان کی طرح پالینڈ پہنچ جائے گی۔ مجھے وان کے چیف ڈریک نے بتایا ہے کہ اس فارمولے کے بارے میں ان کے ساتھ ساتھ آپ کو بھی علم ہے۔ ڈریک تو انڈر گراؤنڈ ہو رہے ہیں۔ آپ ایسی سیٹ پر ہیں کہ انڈر گراؤنڈ نہیں ہو سکتے اس لئے آپ کی سیکورٹی کے خصوصی انتظامات کئے جانے کے احکامات دے دیئے گئے ہیں۔ آپ نے اب اپنی تمام سرگرمیاں اس وقت تک محدود کر دینی ہیں جب تک پاکیشیا سیکرٹ سروس کا خاتمہ نہیں ہو جاتا یا وہ پالینڈ سے واپس نہیں چلی جاتی''...... پرائم منسٹر نے انتہائی سخت لہجے میں ہدایات دیتے ہوئے کہا۔
''لیکن سر۔ کیا ہم ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ یہ ہماری سرکاری تنظیم وان کیا ان کے مقابلے پر ٹھہر نہیں سکتی جو آپ ایسے احکامات دے رہے ہیں''...... جیمز نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔
''وان اپنا کام کرے گی۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس نے تمہیں اور ڈریک کو گھیرنا ہے اور فارمولے کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرنی ہے اور ہم نہیں چاہتے کہ انہیں معلوم ہو سکے کہ فارمولا کہاں ہے''...... پرائم منسٹر نے کہا۔
''ٹھیک ہے سر۔ آپ کے احکامات کی مکمل تعمیل ہو گی سر''۔ جیمز نے کہا تو دوسری طرف سے بغیر کچھ کہے رابطہ ختم ہو گیا تو جیمز نے بھی ہونٹ بھینچتے ہوئے رسیور کریڈل پر پٹخ دیا۔
''اس ڈریک نے پرائم منسٹر سے میری شکایت کی ہو گی۔ اب میں جلد ہی اس سے بھی نمٹ لوں گا۔ نانسنس''...... جیمز نے کہا اور خالی ہونے والا جام اٹھا کر منہ سے لگا لیا۔ اس جام میں موجود چند آخری قطرے بھی اس نے حلق میں انڈیلے اور پھر جام رکھ کر میز پر موجود ٹشوز کے ڈبے سے ایک ٹشو کھینچ کر اس نے منہ صاف کیا اور پھر ٹشو کو اس نے میز کی سائیڈ میں موجود باسکٹ میں پھینک دیا۔ پھر تقریباً آدھے گھنٹے بعد انٹرکام کی گھنٹی بج اٹھی تو اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"یس"...... جیمز نے اپنے مخصوص انداز میں کہا۔

"ملٹری کمانڈوز چیف کرنل براؤن آپ سے ملاقات چاہتے ہیں"۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

"ملٹری کمانڈوز چیف۔ کیا مطلب۔ ان کا مجھ سے کیا تعلق"۔ جیمز نے حیران ہو کر کہا۔

"پرائم منسٹر سیکرٹریٹ سے انہیں بھجوایا گیا ہے سر"...... دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔

"اوہ اچھا۔ بھجواؤ انہیں"...... جیمز نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔ تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا اور ایک سوٹ پہنے ہوئے ورزشی جسم کا آدمی اندر داخل ہوا۔

"کرنل براؤن چیف آف ملٹری کمانڈوز سر"...... آنے والے نے باقاعدہ فوجی انداز میں سیلوٹ کرتے ہوئے کہا۔

"خوش آمدید کرنل۔ بیٹھیں"...... جیمز نے مسکراتے ہوئے کہا اور اسے میز کی دوسری طرف کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کر دیا۔

"تھینک یو سر"...... کرنل براؤن نے کہا اور پھر وہ مؤدبانہ انداز میں سامنے کرسی پر بیٹھ گیا۔

"سر۔ مجھے پرائم منسٹر صاحب نے حکم دیا ہے کہ پاکیشیائی ایجنٹوں سے آپ کے تحفظ کے لئے آپ کی سیکورٹی کے انتظامات کئے جائیں۔ میں اس لئے حاضر ہوا ہوں کہ آپ مجھے اپنی روزانہ کی مصروفیات کے بارے میں تفصیل سے بتا دیں تاکہ میں ان مصروفیات

کو مدنظر رکھتے ہوئے آپ کی سیکورٹی کے انتظامات کر سکوں"۔ کرنل براؤن نے کہا۔

"میری کوئی خاص مصروفیات نہیں ہیں۔ آفس میں کام کے بعد میں اپنی رہائش گاہ پر چلا جاتا ہوں۔ وہاں سے شام کو سپر آفیسرز کلب اور پھر رات گئے کلب سے واپس اپنی رہائش گاہ اور صبح آفس"...... جیمز نے کہا۔

"ٹھیک ہے سر۔ ہم ہر جگہ آپ کے ساتھ رہیں گے۔ آپ بے فکر رہیں۔ آپ کا بال تک بیکا نہ ہو سکے گا"...... کرنل براؤن نے بڑے اعتماد بھرے لہجے میں کہا۔

"آپ جو چاہے کرتے رہیں لیکن مجھے ڈسٹرب نہ کیا جائے"۔ جیمز نے کہا۔

"ایسا ہی ہو گا سر"...... کرنل براؤن نے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر سیلوٹ کر کے وہ بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

"نجانے ہماری حکومت اس پسماندہ ملک کی سروس سے اس قدر کیوں خوفزدہ ہے۔ پرائم منسٹر صاحب ایسے اقدامات کر رہے ہیں جیسے قیامت ٹوٹنے والی ہو"...... جیمز نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور ایک بار پھر انٹرکام کا رسیور اٹھا کر اس نے ایک نمبر پریس کر دیا۔ دوسری طرف سے بولنے والے کی آواز سن کر اس نے اسے شراب لانے کا کہا اور رسیور رکھ دیا۔ ظاہر ہے اب اس کے علاوہ وہ مزید کر بھی کیا سکتا تھا۔

پالینڈ کے دارالحکومت کی ایک رہائشی کالونی کی ایک کوٹھی میں اس وقت عمران، ٹائیگر اور جوانا کے ساتھ موجود تھا۔ انہیں یہاں پہنچے ہوئے ابھی دو گھنٹے ہوئے تھے۔ پالینڈ میں پاکیشیا سیکرٹ سروس کے فارن ایجنٹ کارس نے ان کے لئے اس کوٹھی کا بندوبست کیا تھا اور پھر کارس کا اسسٹنٹ انہیں ایئر پورٹ سے پک کر کے یہاں چھوڑ گیا تھا اور اب عمران اس کارس کے انتظار میں بیٹھا ہوا تھا کیونکہ کارس کا اسسٹنٹ پیغام دے گیا تھا کہ کارس تھوڑی دیر بعد یہاں پہنچ رہا ہے۔ عمران پالینڈ کے اس مشن پر پاکیشیا سیکرٹ سروس کی ٹیم کی بجائے اپنے ساتھ ٹائیگر اور جوانا کو لے آیا تھا حالانکہ بلیک زیرو نے اصرار بھی کیا تھا کہ وہ ٹیم کو ساتھ لے جائے لیکن عمران نے اصول کی بنیاد پر انکار کر دیا تھا کیونکہ اس کے نقطہ نظر سے جس فارمولے کے پیچھے وہ پالینڈ آئے تھے وہ فارمولا قومی سلامتی سے متعلق نہ تھا اور قومی سلامتی کے خطرے کے خلاف ہی پاکیشیا سیکرٹ سروس کو حرکت میں لایا جا سکتا تھا اس لئے عمران اپنے شاگرد ٹائیگر اور ساتھی جوانا کو لے کر پالینڈ پہنچ گیا تھا۔

''باس۔ ہمارا ٹارگٹ کیا ہے''...... ٹائیگر نے عمران سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

''تم نے خاص طور پر یہ بات کیوں پوچھی ہے''...... عمران نے چونک کر کہا۔

''باس۔ اگر ہمارا ٹارگٹ فارمولا ہے تو لامحالہ یہ فارمولا یا تو کسی لیبارٹری میں ہو گا یا کسی سپیشل سٹور میں اور آپ نے یقیناً یہاں آنے سے پہلے اس بارے میں حتمی معلومات حاصل کر لی ہوں گی اور اگر ٹارگٹ اس فارمولے سے ہٹ کر ہے تو پھر کارس آپ کو اس بارے میں معلومات مہیا کر سکتا ہے''...... ٹائیگر نے کہا اور اسی لمحے دور سے کار کے ہارن کی مخصوص آواز سنائی دی۔

''جوانا۔ کارس آیا ہو گا۔ اسے یہاں لے آؤ''...... عمران نے جوانا سے مخاطب ہو کر کہا۔

''میں نے تو پہلے کبھی کارس کو نہیں دیکھا ماسٹر''...... جوانا نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

''کوئی بات نہیں۔ وہ تمہیں جانتا ہے''...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور اسی لمحے ہارن کی آواز ایک بار پھر سنائی دی تو جوانا سر ہلاتا ہوا تیزی سے پھاٹک کی طرف بڑھ گیا۔

”دیکھو ٹائیگر۔ ہم نے وہ فارمولا بھی حاصل کرنا ہے۔ وہ ہماری ملکیت ہے اور ہمارے ملک کو اس کی ضرورت ہے لیکن پالینڈ کے چیف سیکرٹری کو بھی ہم نے سزا دینی ہے۔ اس نے پاکیشیا کے سیکرٹری خارجہ کے ساتھ بدتمیزی کی ہے اور یہ توہین سر سلطان کی ذاتی نہیں ہے بلکہ پاکیشیا کے نمائندے کی حیثیت سے کی گئی ہے“...... عمران نے جوانا کے جاتے ہی ٹائیگر سے مخاطب ہو کر کہا۔

”یہ کام آپ میرے ذمے لگا دیں۔ میں اس چیف سیکرٹری کو اس کے آفس میں گھس کر گولیوں سے اڑا دوں گا“...... ٹائیگر نے کہا۔

”پہلے کارس سے بات ہو جائے۔ پھر کوئی لائحہ عمل سوچیں گے“...... عمران نے کہا اور اسی لمحے ایک لمبے قد اور درمیانے جسم کا آدمی اندر داخل ہوا۔ وہ ایکریمین نژاد تھا۔ اس کے پیچھے جوانا تھا۔

”آؤ کارس۔ بیٹھو۔ کیسے ہو“...... عمران نے ہاتھ سے خالی کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہوں عمران صاحب۔ آپ سے بڑے عرصے بعد ملاقات ہو رہی ہے۔ ایکریمیا میں تو اکثر ملاقات ہو جاتی تھی لیکن یہاں پالینڈ میں آپ نے بڑے عرصے بعد چکر لگایا ہے“...... کارس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”جوانا کہہ رہا تھا کہ وہ تمہیں نہیں پہچانتا تو میں نے اسے کہا کہ کارس تمہیں پہچانتا اور اچھی طرح جانتا ہے۔ پھر کوئی جان پہچان

پیدا ہوئی ہے یا نہیں“...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اس دوران جوانا بھی ایک خالی کرسی پر بیٹھ چکا تھا۔

”میں نے ایکریمیا میں ماسٹر کلرز اور خصوصاً جوانا کا عروج دیکھا ہوا ہے۔ اس وقت میں نوجوان تھا اور گراہم صاحب کا اسسٹنٹ تھا“...... کارس نے جوانا کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرا کر کہا تو جوانا بھی بے اختیار مسکرا دیا۔

”کارس۔ تمہیں ہمارے یہاں آنے کا پس منظر تو معلوم ہو گا“...... عمران نے کارس سے مخاطب ہو کر کہا۔

”مجھے چیف نے صرف اتنا بتایا ہے کہ آپ اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ آ رہے ہیں اور میں نے آپ سے مکمل تعاون کرنا ہے۔ اس کے بعد آپ کا فون آیا اور آپ کے حکم پر میں نے اس رہائش گاہ کا بندوبست کیا اور آپ کو ایئر پورٹ سے پک کرنے کے لئے اپنے اسسٹنٹ کو بھیجا“...... کارس نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”یہاں کی ایک سرکاری ایجنسی وان کے سپر ایجنٹوں جن کے نام سوبرز اور کرسیا ہیں، نے پاکیشیا میں واردات کی ہے۔ ایک سائنس دان کو ہلاک کر کے اس کی لیبارٹری تباہ کر دی ہے اور ایک اہم پاکیشیائی فارمولا بھی اڑا لائے ہیں۔ اس وقت وہ فارمولا کہاں ہو گا۔ ہم نے یہ بات معلوم کرنی ہے۔ لامحالہ ان ایجنٹوں نے یہ فارمولا اپنے چیف کے حوالے کیا ہو گا اس لئے ہم نے آغاز اس چیف سے کرنا ہے۔ تم معلوم کر کے ہمیں بتاؤ کہ چیف کہاں مل سکتا

ہے۔ اس کے بارے میں کیا تفصیل ہے''...... عمران نے کہا تو کارس چونک پڑا۔

''اوہ۔ تو آپ کی وجہ سے چیف انڈر گراؤنڈ ہوا ہے۔ مجھے یہ معلوم نہ ہو رہا تھا کہ وہ اچانک کیوں انڈر گراؤنڈ ہوا ہے''۔ کارس نے چونک کر کہا۔

''انڈر گراؤنڈ ہو گیا ہے۔ کیا مطلب''...... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''عمران صاحب۔ وان کے بارے میں ہم آگاہ رہتے ہیں کیونکہ وان کے ذریعے ہی ہمیں یہاں کی ایسی باتوں کی اطلاع ملتی رہتی ہے جو ہمارے کام کی ہو سکتی ہیں۔ وان میں ہمارے آدمی موجود ہیں۔ ہمیں اطلاع ملی کہ وان کا چیف ڈریک فریڈ اچانک انڈر گراؤنڈ ہو گیا ہے جبکہ بظاہر یہاں ایسے کوئی حالات نہیں تھے لیکن باوجود کوشش کے ہمیں یہ معلوم نہ ہو رہا تھا کہ ایسا کیوں ہوا ہے۔ اب آپ کی بات سن کر یہ معلوم ہوا ہے کہ وہ آپ کی وجہ سے انڈر گراؤنڈ ہوا ہے۔ اسے یقیناً آپ کے بارے میں اطلاع مل گئی ہو گی''...... کارس نے تفصیل سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''تو اب یہ معلوم کرنا ہو گا کہ وہ انڈر گراؤنڈ ہو کر کہاں موجود ہے''...... عمران نے کہا۔

''میں نے پہلے ہی اپنے طور پر معلوم کر لیا ہے۔ وہ آپ سے خوفزدہ ہو کر ایکریمیا چلا گیا ہے اور اب وہاں سے وہ یہاں موجود

اپنے آدمیوں کو کنٹرول کر رہا ہے''...... کارس نے جواب دیا۔

''تو اب کیسے معلوم ہو گا کہ فارمولا کہاں ہے''...... عمران نے کہا۔

''یہ پالینڈ کے چیف سیکرٹری کو لازماً معلوم ہو گا۔ اوہ۔ اوہ۔ تو یہ بات ہے''...... کارس نے بات کرتے کرتے چونک کر کہا تو عمران بھی چونک پڑا۔

''کیا بات ہے''...... عمران نے پوچھا۔

''ہمیں اطلاع ملی تھی کہ ملٹری کے سپیشل کمانڈوز چیف سیکرٹری کی خصوصی سیکورٹی پر مامور ہیں حالانکہ پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا تھا لیکن یہ معلوم نہ ہو رہا تھا کہ ایسا کیوں ہوا ہے لیکن اب مجھے خیال آیا ہے کہ یہ بھی آپ کی وجہ سے ہو رہا ہے۔ یقیناً وان کے چیف کے بعد چیف سیکرٹری کو اس کا علم ہو گا اس لئے وان کے چیف کے انڈر گراؤنڈ ہونے کے بعد انہوں نے خصوصی طور پر چیف سیکرٹری کی خصوصی سیکورٹی شروع کر دی''...... کارس نے کہا تو عمران نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا۔

''اس چیف سیکرٹری سے تو ہم نے بہت سے ادھار چکانے ہیں لیکن پہلے ہمیں فارمولے کے بارے میں معلوم ہونا چاہئے''۔ عمران نے کہا۔

''اس چیف سیکرٹری پر ہاتھ ڈال دیتے ہیں۔ وہ خود ہی بتائے گا''...... کارس نے کہا۔

"نہیں۔ وہ ایک اعلیٰ انتظامی آفیسر ہے۔ اس پر فارمولے کے لئے ہاتھ ڈالنا ہمارے ضابطوں کے خلاف ہے اور یہ فارمولا اگر چیف سیکرٹری نے کہیں بھجوایا ہو گا تو لامحالہ خود جا کر تو نہیں پہنچا آیا ہو گا یا تو یہاں سے کسی کو بھیجا ہو گا یا کسی کو یہاں بلوا کر اسے دیا گیا ہو گا۔ اس ذریعے سے پتہ چلایا جا سکتا ہے"...... عمران نے کہا۔

"آپ کی بات درست ہے۔ کام ہو جائے گا"...... کارس نے کہا۔

"کیسے۔ کیا خیال آیا ہے تمہیں کہ تم نے اس قدر اعتماد سے بات کی ہے"...... عمران نے کہا۔

"چیف سیکرٹری کی پرسنل سیکرٹری ڈروتھی کو بھاری رقم دے کر آسانی سے معلوم کیا جا سکتا ہے۔ پہلے بھی یہ کام ہوتا رہا ہے"۔ کارس نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ معلوم کر کے مجھے بتاؤ۔ دوسری بات یہ کہ سوبرز اور کرسیا کے بارے میں بھی معلوم کرو کہ وہ ان دنوں کہاں ہیں اور کس پوزیشن میں ہیں"...... عمران نے کہا۔

"ٹھیک ہے سر۔ میں تین چار گھنٹوں بعد آپ کو فون کروں گا"...... کارس نے اٹھتے ہوئے کہا اور اس کے اٹھتے ہی جوانا بھی اٹھ کھڑا ہوا۔

"او کے۔ میں تمہاری کال کا انتظار کروں گا"...... عمران نے کہا

تو کارس سلام کر کے بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا اور اس کے پیچھے جوانا بھی باہر چلا گیا۔

"باس۔ میں یہاں کی انڈر ورلڈ سے معلومات حاصل کروں۔ میں نے دو تین ٹپس حاصل کی ہوئی ہیں"...... ٹائیگر نے کہا۔

"کارس کی طرف سے جواب آنے کے بعد سوچیں گے۔ ہو سکتا ہے کہ یہاں وان یا کسی اور ایجنسی کو ہمارے پیچھے لگایا گیا ہو اس لئے میں نہیں چاہتا کہ ہم ٹارگٹ کے تعین ہونے سے پہلے کسی کی نگاہوں میں آ جائیں"...... عمران نے کہا تو ٹائیگر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ جوانا بھی پھاٹک بند کر کے واپس آ گیا تھا اور پھر وہ ادھر ادھر کی باتوں میں مصروف ہو گئے۔ پھر تقریباً تین گھنٹوں کے بعد فون کی گھنٹی بج اٹھی تو عمران نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"یس۔ مائیکل بول رہا ہوں"...... عمران نے کہا۔

"کارس بول رہا ہوں جناب"...... دوسری طرف سے کارس کی آواز سنائی دی۔

"یس۔ کیا رپورٹ ہے"...... عمران نے چونک کر پوچھا۔

"سر۔ اس پرسنل سیکرٹری کو معلوم نہیں ہے اور نہ ہی آفس میں اس پر کوئی بات ہوئی ہے۔ یقیناً یہ کام سپر آفیسرز کلب میں ہوا ہو گا کیونکہ چیف سیکرٹری روزانہ رات کو سپر آفیسرز کلب لازماً جاتا ہے اور شام سے لے کر رات گئے تک وہیں موجود رہتا ہے اور

بقول پرسنل سیکرٹری انتہائی اہم ملاقاتیں وہیں ہوتی ہیں''...... کارس نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''سوبرز اور کرسیا کے بارے میں کیا معلوم ہوا ہے''...... عمران نے پوچھا۔

''وہ بھی دارالحکومت میں موجود نہیں ہیں اور کسی کو معلوم نہیں ہے کہ وہ کہاں ہیں کیونکہ ان کا رابطہ براہ راست چیف آف وان سے ہے''...... کارس نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ان سپر ایجنٹس کا ہیڈکوارٹر کہاں ہے''...... عمران نے پوچھا۔

''وہی وان کا ہیڈکوارٹر جہاں ڈریک فریڈ بیٹھتا ہے لیکن اب ڈریک فریڈ کے انڈر گراؤنڈ ہونے پر اسے کلوز کر دیا گیا ہے۔ اب ڈریک فریڈ براہ راست ایکریمیا سے فون پر ان سے رابطے میں رہتا ہوگا''...... کارس نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''تو پھر یہاں کی وزارت سائنس سے معلومات حاصل کرو کہ پالینڈ میں ریز پر ایڈوانس کام کرنے والی لیبارٹریاں کتنی ہیں اور کہاں کہاں ہیں''...... عمران نے کہا۔

''یس سر۔ یہ تو فوراً معلوم ہو جائے گا۔ میرا ایک آدمی وزارت دفاع میں ہے اور تمام لیبارٹریاں وزارت دفاع کے تحت ہیں''۔ کارس نے جواب دیا۔

''اوکے۔ معلوم کر کے مجھے کال کرو''...... عمران نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

''لگتا ہے اس چیف سیکرٹری پر ہاتھ ڈالنا ہی پڑے گا''۔ عمران نے کہا۔

''باس۔ یہ کارس ڈھیلا نہیں جا رہا''...... ٹائیگر نے کہا۔

''نہیں۔ ہمارے مخالفوں نے ہم سے بچنے کے لئے سیٹ اپ ایسا کیا ہوا ہے۔ وان کے چیف کا ملک چھوڑ کر ایکریمیا جا بیٹھنا اور چیف سیکرٹری کا اپنے آفس کی بجائے سپر آفیسرز کلب میں اہم ملاقاتیں کرنا یہ سب عام حالات سے ہٹ کر ہے''...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''باس۔ چیف سیکرٹری آفس پر ریڈ کرنا تو ضابطوں کے خلاف ہے لیکن کلب پر تو ریڈ کیا جا سکتا ہے''...... ٹائیگر نے کہا۔

''آخری چارے کے طور پر۔ ویسے نہیں۔ ہم پہلے فارمولا حاصل کر لیں پھر اس پر بھی غور کر لیں گے''...... عمران نے کہا تو ٹائیگر نے ایک بار پھر اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر تقریباً ڈیڑھ گھنٹے بعد فون کی گھنٹی بج اٹھی تو عمران نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

''یس۔ مائیکل بول رہا ہوں''...... عمران نے بدلے ہوئے لہجے میں کہا۔

''کارس بول رہا ہوں جناب۔ پالینڈ میں ریز پر کام کرنے والی دو لیبارٹریاں ہیں۔ ایک یہاں سے تقریباً دو سو کلومیٹر دور ڈانا پہاڑی علاقے میں ہے اور دوسری پالینڈ کے شمال مشرقی علاقے جو یہاں سے قطعی مخالف سمت میں کارل میں ہے''...... کارس نے

تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”کیا تم وان کے کسی سپر ایجنٹ کے بارے میں جانتے ہو۔ اس کا حلیہ، اس کی رہائش گاہ“...... عمران نے پوچھا۔

”یس سر۔ گراہم پلازہ کے فلیٹ نمبر ون زیرو ون میں وان کا ایک سپر ایجنٹ ہومز رہتا ہے۔ وہ میرا دوست ہے لیکن بظاہر وہ ایک بزنس کمپنی میں ملازم ہے“...... کارس نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”او کے۔ ٹھیک ہے۔ تم کوشش جاری رکھو کہ یہ معلوم کر سکو کہ فارمولا کس لیبارٹری میں موجود ہے“...... عمران نے کہا۔

”یس سر“...... دوسری طرف سے کہا گیا تو عمران نے مزید کچھ کہے بغیر رسیور رکھ دیا۔

”چلو۔ اب یہ ہومز بتائے گا کہ ہم نے آگے کیسے بڑھنا ہے۔ جوانا۔ تم یہیں رہو گے۔ میرے ساتھ ٹائیگر جائے گا۔ زیادہ افراد رہائشی پلازہ میں مارک ہو جائیں گے۔ لازماً وہاں بھی حفاظتی انتظامات کئے گئے ہوں گے“...... عمران نے کہا تو جوانا نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

ڈانا شہر کی ایک کالونی کی ایک کوٹھی میں سوبرز اور کرسیا نے اپنا
کوارٹر بنایا ہوا تھا۔ ان کے سیکشن کے دس آدمی ان کے ساتھ
اں ڈانا میں موجود تھے اور وہ اس چھوٹے سے شہر میں داخل
نے کے تمام ممکنہ راستوں کی باقاعدہ نگرانی کر رہے تھے۔ گو
برز کو معلوم تھا کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کے افراد انتہائی تجربہ کار
ا اور وہ میک اپ میں ہوں گے اس لئے انہوں نے تمام داخلی
ستوں پر اور اہم اور بڑے چوکوں پر میک اپ چیک کرنے والے
رے نصب کئے ہوئے تھے۔ کرسیا کار میں سارے شہر میں
ومتی رہتی تھی اور نہ صرف اپنے آدمیوں کی کارکردگی چیک کرتی
ی تھی بلکہ وہ مشکوک افراد کو بھی ساتھ ساتھ چیک کرتی رہتی تھی
کہ سوبرز اس کوٹھی میں بنائے گئے آفس میں بیٹھا اپنے آدمیوں
ے رابطے میں رہتا تھا۔ اس وقت بھی سوبرز آفس میں بیٹھا ہوا تھا

کہ دروازہ کھلا اور کرسیا اندر داخل ہوئی تو سوبرز اسے دیکھ کر چونک پڑا۔

"تم کب آئی ہو"...... سوبرز نے حیران ہو کر پوچھا۔

"ابھی آئی ہوں۔ ویسے سوبرز۔ میرا خیال ہے کہ ہم اپنا وقت ضائع کر رہے ہیں"...... کرسیا نے میز کی دوسری طرف رکھی ہوئی کرسی پر بیٹھتے ہوئے منہ بنا کر کہا۔

"وہ کیسے"...... سوبرز نے چونک کر پوچھا۔

"چیف ڈریک ایکریمیا میں ہے۔ چیف سیکرٹری کی ملٹری کمانڈوز حفاظت کر رہے ہیں اس لئے پاکیشیائی ایجنٹوں کو آخر کیسے معلوم ہو گا کہ فارمولا ڈانا کی ہائیڈ لیبارٹری میں ہے"...... کرسیا نے کہا۔

"تو پھر تمہارا کیا خیال ہے۔ ہمیں کیا کرنا چاہئے"...... سوبرز نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہمیں ڈانا شہر کی بجائے ہائیڈ لیبارٹری کی سیکورٹی سنبھال لینی چاہئے۔ اگر کسی بھی طرح انہیں معلوم بھی ہو گیا تو وہ وہیں آئیں گے اور اگر نہ پتہ لگا تو بھی ہم مطمئن رہیں گے"...... کرسیا نے کہا۔

"لیبارٹری کی سیکورٹی کی ضرورت ہی نہیں ہے کرسیا۔ وہاں کوئی غیر متعلقہ آدمی داخل ہی نہیں ہو سکتا کیونکہ لیبارٹری میں داخل ہونے والے اور باہر جانے والے ہر آدمی کے پاس کمپیوٹرائزڈ کارڈ ہوتا ہے۔ اس کارڈ کے بغیر نہ کوئی اندر جا سکتا ہے اور نہ ہی کوئی باہر آ سکتا ہے اور ویسے بھی دو ماہ تک لیبارٹری کو مکمل طور پر سیلڈ

کر دیا گیا ہے۔ اب دو ماہ تک نہ وہ اوپن ہو سکتی ہے اور نہ ہی کوئی اندر جا سکتا ہے اور نہ باہر آ سکتا ہے"...... سوبرز نے جواب دیا۔

"پھر تو ہمیں آوارہ گردی کرنا ہی پڑے گی"...... کرسیا نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

"پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ بہرحال پاکیشیا سیکرٹ سروس یہاں پہنچے گی اور یہ ایک چھوٹا شہر ہے۔ وہ چاہے جس میک اپ میں بھی ہوں فوری مارک ہو جائیں گے اور پھر کیمرے بھی ان کی قلعی کھول دیں گے"...... سوبرز نے کہا تو کرسیا نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر اس سے پہلے کہ مزید کوئی بات ہوتی میز پر پڑے ہوئے فون کی گھنٹی بج اٹھی تو سوبرز نے ہاتھ بڑھا کر نہ صرف رسیور اٹھا لیا بلکہ ساتھ ہی اس نے لاؤڈر کا بٹن بھی پریس کر دیا تاکہ کرسیا بھی کال سے آگاہ ہو سکے۔

"یس۔ سوبرز بول رہا ہوں"...... سوبرز نے کہا۔

"دارالحکومت سے رافٹ بول رہا ہوں جناب"...... دوسری طرف سے ایک مردانہ آواز سنائی دی اور یہ آواز سن کر سوبرز اور کرسیا دونوں بے اختیار چونک پڑے۔ دونوں کے ہی چہروں پر حیرت کے تاثرات ابھر آئے تھے کیونکہ دونوں جانتے تھے کہ رافٹ سپر سیکشن سے متعلق ضرور ہے لیکن وہ ان کے سیکشن میں نہیں ہے۔

"رافٹ۔ تم نے یہاں فون کیا ہے۔ کوئی خاص بات"۔ سوبرز نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''آپ کے بارے میں یہاں معلومات حاصل کی جا رہی ہیں اور یہ معلومات حاصل کرنے والا گرین کلب کا کارس ہے۔ جب مجھے اطلاع ملی تو میں نے کارس کے خاص آدمیوں سے معلومات حاصل کیں تو پتہ چلا کہ دو یورپی نژاد افراد اور ایک دیوہیکل ایکریمین نژاد حبشی دارالحکومت پہنچے ہیں اور کارس نے انہیں ڈیوائن کالونی کی ایک کوٹھی دی ہے۔ کارس کا اسسٹنٹ انہیں ایئر پورٹ سے پک کر کے وہاں چھوڑ گیا ہے اور وہ تینوں اس کوٹھی میں موجود ہیں۔ میں نے سوچا کہ آپ کو اطلاع کر دوں''...... رافٹ نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

''کیا ان لوگوں کے لئے کارس ہمارے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہے''...... سوبرز نے کہا۔

''ہاں۔ لگتا تو ایسے ہی ہے۔ بہرحال اسے معلومات حاصل نہیں ہوسکیں کیونکہ آپ کا پورا سیکشن آپ کے ساتھ ہے۔ میرا بھائی ڈیوڈ بھی آپ کے ساتھ ہے۔ اس نے جانے سے پہلے مجھے بتایا تھا اس لئے مجھے معلوم ہے کہ آپ کہاں موجود ہیں اور آپ کا فون نمبر کیا ہے''...... رافٹ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اگر میں ڈیوڈ کو تمہارے پاس بھیج دوں تو کیا تم اس کی مدد کرو گے''...... سوبرز نے کہا۔

''یس سر۔ کیوں نہیں جناب''...... رافٹ نے جواب دیا۔

''تم نے ہماری مدد کی ہے اور مزید بھی کرو گے اس لئے میں

چیف سے تمہاری تعریف کروں گا۔ تمہیں انعام بھی ملے گا اور ترقی بھی''...... سوبرز نے کہا۔

''آپ کی مہربانی ہے جناب''...... رافٹ نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

''میں بھیج رہا ہوں ڈیوڈ کو''...... سوبرز نے کہا اور ہاتھ بڑھا کر اس نے کریڈل دبایا اور پھر ٹون آنے پر اس نے تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔ اس کے تمام آدمیوں کے پاس خصوصی سیل فون تھے اس لئے وہ کہیں بھی ہوتے ان کو کال کیا جا سکتا تھا۔

''یس سر۔ میں ڈیوڈ بول رہا ہوں''...... چند لمحوں بعد دوسری طرف سے ایک مردانہ آواز سنائی دی۔ چونکہ لاؤڈر کا بٹن پہلے ہی پریسڈ تھا اس لئے دوسری طرف سے آنے والی آواز میز کی دوسری طرف بیٹھی کریسیا کو بھی سنائی دے رہی تھی۔

''سوبرز بول رہا ہوں ڈیوڈ''...... سوبرز نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے اس کے بھائی رافٹ کی کال کی تفصیل بتا دی۔

''یس سر۔ میرے لئے کیا حکم ہے''...... ڈیوڈ نے پوچھا۔

''تم کار لے کر اور اپنے ساتھ جونز کو لے کر دارالحکومت چلے جاؤ اور ان لوگوں کی نگرانی کرو۔ اگر یہ لوگ ڈانا آنے لگیں تو مجھے فوری طور پر اطلاع دینی ہے اور اگر نہ آئیں تب بھی تم نے ان کی نگرانی کرتے رہنا ہے لیکن خیال رکھنا کہ تم ان کی نظروں میں نہ

آؤ اور نہ ہی کسی قسم کی مداخلت کرنی ہے''...... سوبرز نے کہا۔

''یس سر''...... دوسری طرف سے کہا گیا تو سوبرز نے رسیور رکھ دیا۔

''کیا پاکیشیا سیکرٹ سروس تین افراد پر مشتمل ہے اور ان میں بھی ایک ایکریمین نژاد حبشی ہے''...... کرسیا نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

''ضروری نہیں کہ پوری سروس اکٹھی کسی مشن پر جائے اور جہاں تک حبشی کا تعلق ہے تو ہو سکتا ہے کہ وہ ایکریمیا میں ان کا ایجنٹ ہو۔ بہرحال جو صورت حال بھی ہو گی سامنے آ جائے گی''...... سوبرز نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''میں آرام کرنے جا رہی ہوں۔ اگر کوئی خاص بات ہو تو مجھے اٹھا لینا''...... کرسیا نے اٹھتے ہوئے کہا۔

''تم واقعی بے حد بور ہو رہی ہو اس لئے بہتر ہے کہ سو جاؤ۔ جب اٹھو گی تو اپنے آپ کو یقیناً فریش محسوس کرو گی''...... سوبرز نے کہا تو کرسیا سر ہلاتی ہوئی آفس سے باہر چلی گئی۔ سوبرز کو معلوم تھا کہ ڈانا سے دارالحکومت دو سو کلومیٹر ہے اس لئے چار پانچ گھنٹے تو ڈیوڈ کو وہاں پہنچنے میں لگ جائیں گے اس کے بعد وہاں کی صورت حال کو چیک کرنے میں بھی مزید وقت لگ سکتا ہے اس لئے اسے بھی کوئی بے چینی نہیں تھی۔ وہ اطمینان سے کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔

عمران اور ٹائیگر کار میں سوار تیزی سے ایک سڑک پر آگے بڑھے چلے جا رہے تھے۔ ڈرائیونگ سیٹ پر ٹائیگر تھا جبکہ سائیڈ سیٹ پر عمران بیٹھا ہوا تھا۔ ان کی منزل گراہم پلازہ تھی اور چونکہ انہوں نے دارالحکومت کے تفصیلی نقشے کو اچھی طرح چیک کر لیا تھا اس لئے وہ اطمینان بھرے انداز میں کار چلاتے ہوئے اس سڑک کی طرف بڑھے چلے جا رہے تھے جس پر گراہم پلازہ کی نشاندہی اس نقشے میں کی گئی تھی اور پھر تقریباً ایک گھنٹے کی ڈرائیونگ کے بعد وہ دس منزلہ رہائشی پلازہ کی پارکنگ میں داخل ہو گئے۔ عمران کی جیب میں بے ہوش کر دینے والی گیس کا پسٹل بھی موجود تھا اس لئے وہ پوری طرح مطمئن تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ فلیٹ نمبر ون زیرو ون کے بند دروازے کے سامنے موجود تھے۔ دروازے کی سائیڈ میں ہومز نام کی پلیٹ بھی موجود تھی۔ عمران نے ادھر ادھر دیکھا اور

پھر جیب سے گیس پسٹل نکال کر اس نے پسٹل کی نال لاک کے کی ہول پر رکھ کر ٹریگر دبا دیا جبکہ اس دوران ٹائیگر اس انداز میں اس پر جھکا ہوا تھا جیسے عمران کے کان میں کوئی بات کر رہا ہو لیکن اس کا مقصد گیلری میں آتے جاتے لوگوں کی نظروں سے گیس پسٹل کو چھپانا تھا اور وہ اپنے مقصد میں کامیاب رہا۔

وہاں سے گزرنے والے کسی آدمی کو شاید احساس ہی نہ ہوا تھا کہ کوئی خلاف معمول بات ہوئی ہے۔ عمران نے گیس پسٹل کو جیب میں ڈالا اور پھر کال بیل کا بٹن پریس کر دیا۔ اب وہ اس انداز میں کھڑے تھے جیسے دروازہ کھلنے کے انتظار میں ہوں جبکہ وہ گیس کے اثرات ختم ہو جانے کے انتظار میں تھے۔ کچھ دیر بعد عمران نے جیب سے ایک مڑی ہوئی تار نکالی اور اسے کی ہول میں ڈال کر اس نے مخصوص انداز میں دائیں بائیں گھمانا شروع کر دیا۔ چند لمحوں بعد کٹاک کی آواز کے ساتھ ہی لاک کھل گیا۔ عمران نے تار نکال کر واپس جیب میں ڈالی اور دروازے کو دبا کر کھولا اور پھر سانس روک کر وہ اندر داخل ہو گیا۔ اس کے پیچھے ٹائیگر بھی اندر داخل ہو گیا۔ ظاہر ہے اس نے بھی سانس روکا ہوا تھا۔ عمران نے دروازے کو بند کر دیا اور پھر انہوں نے پورے فلیٹ کو چیک کر لیا۔ فلیٹ میں ہومز موجود ہی نہ تھا۔ جب عمران کے لئے مزید سانس روکنا مشکل ہو گیا تو اس نے آہستہ سے سانس لیا اور جب کوئی نامانوس بو اسے محسوس نہ ہوئی تو اس نے لمبا سانس لیا۔ اس کے

سانس لیتے ہی ٹائیگر جس کا چہرہ سانس کو اتنی دیر تک روکے رکھنے کی وجہ سے ٹماٹر کی طرح سرخ پڑ گیا تھا اس نے بھی بے اختیار لمبے لمبے سانس لینے شروع کر دیئے۔

''باس۔ فلیٹ تو خالی ہے''...... ٹائیگر نے کہا۔

''ہاں۔ ہم سے حماقت ہوئی ہے۔ ہم نے خواہ مخواہ یقین کر لیا کہ جب ہم یہاں آئیں گے تو ہومز لازماً اندر موجود ہو گا''۔ عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''تو اب اس کا انتظار کرنا ہو گا یہاں''...... ٹائیگر نے کہا۔

''ہاں۔ اور کیا کیا جا سکتا ہے۔ میں فلیٹ کی تلاشی لے لوں۔ شاید کوئی کام کی چیز ہاتھ لگ جائے''...... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ آگے بڑھ گیا لیکن آدھے گھنٹے کی محنت کے بعد اس نے ناکامی کا اعلان کر دیا۔ وہاں ایسی کوئی چیز موجود نہ تھی جو عمران کو کسی طرح کی مدد دے سکتی۔

''اگر وہ دارالحکومت سے باہر گیا ہوا ہے تو پھر ہم کب تک یہاں انتظار کریں گے اس لئے اب ہمیں واپس چلنا ہے۔ میں نے فون نمبر نوٹ کر لیا ہے۔ پہلے فون کر کے تسلی کریں گے پھر یہاں ریڈ کریں گے''...... عمران نے کہا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ دونوں کار میں سوار واپس اپنی رہائش گاہ کی طرف بڑھے چلے جا رہے تھے۔ پھر تقریباً ایک گھنٹے کی ڈرائیونگ کے بعد وہ اپنی رہائش گاہ پہنچ گئے۔ ٹائیگر جو کار ڈرائیونگ کر رہا تھا اس نے

مخصوص انداز میں تین بار ہارن بجایا تو چھوٹا پھاٹک کھلا اور جوانا باہر آ گیا۔ ٹائیگر نے ہاتھ کھڑکی سے باہر نکال کر اسے پھاٹک کھولنے کا اشارہ کیا تو وہ سر ہلاتا ہوا واپس مڑ گیا۔ چند لمحوں بعد بڑا پھاٹک کھل گیا اور ٹائیگر کار آگے بڑھا کر اندر لے گیا۔ اس نے پورچ میں لے جا کر کار روک دی۔ عمران نیچے اتر آیا۔ ٹائیگر بھی نیچے اتر آیا تھا۔ پھر وہ دونوں ہی قدم بڑھاتے ہوئے اندرونی طرف کو بڑھتے چلے گئے۔

''ماسٹر۔ لگتا ہے کہ آپ ناکام واپس آئے ہیں''...... عقب سے جوانا کی آواز سنائی دی تو عمران رک کر مڑ گیا۔ ٹائیگر بھی رک گیا تھا۔

''تمہیں کیسے معلوم ہوا''...... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''آپ کی چال دیکھ کر۔ مجھے بھی جوزف کے ساتھ رہتے رہتے اب ایسی باتوں کا ازخود علم ہونے لگ گیا ہے''...... جوانا نے قریب آتے ہوئے کہا تو عمران بے اختیار ہنس پڑا۔

''تمہارا اندازہ درست ہے۔ ہومز فلیٹ میں موجود ہی نہ تھا اس لئے فلیٹ کی تلاشی لے کر منہ لٹکائے واپس آ گئے''...... عمران نے کہا اور مڑ کر ایک بار پھر برآمدے کی سیڑھیاں چڑھتا ہوا اندرونی کمرے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

''باس۔ اس طرح کام نہیں چلے گا۔ ہمیں اندھیرے میں ٹامک

ٹوئیاں مارنے کی بجائے ٹھوس اقدام کرنے پڑیں گے''...... ٹائیگر نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

''کیسے ٹھوس اقدام۔ کوئی مثال دے کر سمجھاؤ''...... عمران نے باقاعدہ سکول استاد کی طرح کہا۔

''ہمیں اس لیبارٹری کا ہر قیمت پر سراغ لگانا ہے۔ چاہے ہمیں اس چیف سیکرٹری کی گردن ہی کیوں نہ ناپنی پڑے''...... ٹائیگر نے کہا۔

''تمہاری سوئی چیف سیکرٹری پر اٹکی ہوئی ہے۔ کتنی بار کہا ہے کہ یہ ایجنٹوں کی حدود سے باہر ہے ورنہ تو پوری دنیا کے اعلیٰ سرکاری افسران، وزیراعظم اور وزراء صاحبان روز مخالف ایجنٹوں کے ہاتھوں مارے جاتے۔ تم فکر مت کرو۔ حرکت میں برکت ہوتی ہے۔ ہم حرکت میں آ گئے ہیں تو کوئی اور بھی یقیناً ردعمل میں حرکت میں آئے گا''...... عمران نے کہا۔

''آپ کا مطلب ہے کہ ہمارا تعاقب کیا جائے گا''...... ٹائیگر نے چونک کر کہا۔

''کچھ نہ کچھ بہرحال ہو گا۔ میری چھٹی حس مسلسل سائرن بجا رہی ہے''...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''سوائے کارس کے اور تو کوئی ہمارے بارے میں جانتا ہی نہیں۔ پھر کیا ہو سکتا ہے باس''...... ٹائیگر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”کارس کے کسی آدمی سے بھی لیکیج ہو سکتی ہے۔ اگر ہم دوسروں کی لیکیج سے فائدہ اٹھاتے ہیں تو ہمارے آدمیوں کی لیکیج سے دوسرے بھی فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ جو لوگ ہماری وجہ سے انڈر گراؤنڈ ہو گئے ہیں یقیناً انہوں نے ہمارے خلاف بھی کوئی نہ کوئی محاذ بنا رکھا ہو گا۔ مسئلہ صرف آمنے سامنے آنے کا ہے“۔ عمران نے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ ٹائیگر کوئی جواب دیتا باہر سے سٹک سٹک کی مخصوص آوازیں سنائی دیں اور یہ آوازیں سنتے ہی عمران اور ٹائیگر دونوں چونکے ہی تھے کہ انہیں یوں محسوس ہوا جیسے انہیں کسی نے انتہائی تیز رفتار سے چلتے ہوئے چھت کے پنکھے سے باندھ دیا ہو۔ عمران نے اپنے ذہن کو کنٹرول میں کرنے کی کوشش کی لیکن پلک جھپکنے سے بھی کم عرصے میں اس کے تمام احساسات گہری تاریکی میں مکمل طور پر ڈوبتے چلے گئے۔

رافٹ اور ڈیوڈ دونوں ڈیوائن کالونی کی اس کوٹھی سے کچھ فاصلے پر دو سڑکوں کے درمیان بنے ہوئے سبزہ زار میں رکھی ہوئی بنچوں میں سے ایک بنچ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کی کار کچھ فاصلے پر جنرل پارکنگ میں کھڑی تھی۔ چونکہ اور بھی لوگ ان بنچوں پر بیٹھے ہوئے تھے اور آرام کرتے ہوئے دکھائی دے رہے تھے اس لئے وہ دونوں بڑے اطمینان بھرے انداز میں بیٹھے اس کوٹھی کو دیکھ رہے تھے جس کے بارے میں رافٹ نے بتایا تھا کہ اس کوٹھی میں گرین کلب کے کارس نے دو یورپی نژاد افراد اور ایک ایکریمین نژاد حبشی کو رکھا ہوا ہے۔

”ہمیں صرف نگرانی کا کہا گیا ہے لیکن میرا خیال ہے کہ ایسے تربیت یافتہ افراد کی طویل نگرانی الٹا ہمارے لئے نقصان دہ ہو سکتی ہے“...... ڈیوڈ نے کہا۔

"میرا اپنا بھی یہی خیال ہے ڈیوڈ۔ لیکن مسئلہ تمہارا ہے، ہمارے سیکشن کا نہیں ہے اس لئے مزید کیا کرنا ہے اور کیا نہیں کرنا یہ فیصلہ تم نے کرنا ہے۔ میں نے نہیں"...... رافٹ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ ہم کوٹھی کے اندر بے ہوش کر دینے والی گیس فائر کر کے انہیں بے ہوش کریں اور پھر انہیں یہاں سے اٹھا کر سپیشل پوائنٹ پر لے جائیں۔ وہاں ان کے میک اپ صاف کئے جائیں گے اور انہیں راڈز میں جکڑ کر ان سے پوچھ گچھ بھی ہو جائے گی۔ اگر یہ ہمارے مطلوبہ افراد نکلتے ہیں تو ہم چیف کو کال کر لیں گے۔ پھر چیف خود ان کے بارے میں فیصلہ کرتا رہے گا اور اگر یہ ہمارے مطلوبہ افراد نہیں ہیں تو انہیں ہلاک کر کے ان کی لاشیں کسی ویران علاقے میں پھینک دیں گے۔ اس طرح کم از کم اس نگرانی جیسے بور کام سے تو جان چھوٹ جائے گی"...... ڈیوڈ نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ جیسے تم کہو لیکن اس کے لئے ہمیں خصوصی انتظامات کرنے ہوں گے"...... رافٹ نے کہا۔

"کیا انتظامات اور کیوں"...... ڈیوڈ نے چونک کر پوچھا۔

"وہ حبشی دیوہیکل آدمی ہے۔ اسے عام کار میں ڈال کر نہیں لے جایا جا سکتا جبکہ دو اور بے ہوش افراد بھی ساتھ ہیں اس لئے ہمیں بڑی اسٹیشن ویگن لانا پڑے گی۔ دوسرا ہمیں انتہائی زود اثر

بے ہوش کرنے والے گیس پسٹل کی بھی ضرورت ہے کیونکہ یہ اگر وہی لوگ ہیں جن کا خطرہ ہے تو یہ انتہائی تربیت یافتہ لوگ ہوں گے اور عام گیس سے یہ آسانی سے بے ہوش نہیں ہوں گے۔ تیسری بات یہ کہ ہمیں کراس زیرو سپیشل بھی لانا ہو گا تا کہ ہم باہر سے اندر چیک کر سکیں کہ اندر کتنے افراد موجود ہیں کیونکہ ہم نے کارروائی اس وقت کرنی ہے جب یہ تینوں افراد کوٹھی کے اندر موجود ہوں"...... رافٹ نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو رافٹ۔ تم نہ صرف میرے بڑے بھائی ہو بلکہ تم واقعی ان معاملات میں بھی مجھ سے آگے ہو"...... ڈیوڈ نے تعریف بھرے لہجے میں کہا۔

"تم یہیں رکو۔ میں کار لے جا کر یہ سب سامان بڑی اسٹیشن ویگن میں لے آتا ہوں۔ پھر آگے کارروائی کریں گے۔ میری واپسی تک تم نے ان پر اور کوٹھی پر نظر رکھنی ہے"...... رافٹ نے کہا اور اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"کتنی دیر لگے گی تمہیں"...... ڈیوڈ نے پوچھا۔

"دو گھنٹے آنے جانے میں لگ ہی جائیں گے لیکن گھبرانے اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہاں بہت سے لوگ بیٹھے ہیں اور بیٹھے رہتے ہیں۔ کوئی تم پر شک نہیں کرے گا"...... رافٹ نے کہا تو ڈیوڈ کے سر ہلانے پر وہ تیزی سے مڑ کر اس طرف کو بڑھتا چلا گیا جدھر کچھ دور پارکنگ میں ان کی کار موجود تھی۔ ڈیوڈ

بنچ سے اٹھا اور ٹہلتے ہوئے انداز میں آگے بڑھتا چلا گیا۔ اسے معلوم تھا کہ کچھ دور ایک چھوٹا سا بکسٹال ہے جسے ایک نوجوان لڑکا چلاتا ہے۔ وہ وہاں سے کوئی رسالہ خریدنا چاہتا تھا تاکہ اسے پڑھتے ہوئے دو اڑھائی گھنٹے گزار سکے لیکن جب وہ اس جگہ پہنچا جہاں بکسٹال تھا تو اس نے بے اختیار منہ بنا لیا کیونکہ آج بکسٹال بند تھا۔ وہ واپس مڑا اور پھر اس طرح ٹہلتے ہوئے انداز میں واپس اسی بنچ پر آ کر بیٹھ گیا جہاں وہ پہلے بیٹھا ہوا تھا۔ اب سوائے بنچ پر بیٹھ کر اونگھنے کے اس کے پاس وقت گزارنے کا اور کوئی ذریعہ نہ رہا تھا۔ اس نے بنچ کی پشت سے کمر لگا کر سر ٹکایا اور دونوں ٹانگیں دراز کر کے اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ اس کا انداز ایسے تھا جیسے وہ بے حد تھک گیا ہو اور بنچ پر بیٹھا آرام کر رہا ہو لیکن وہ سویا نہیں تھا بلکہ اس نے آنکھیں تین چوتھائی بند کر رکھی تھیں۔ اس کی نظریں بہرحال اس کوٹھی کے پھاٹک پر ہی لگی ہوئی تھیں جس کوٹھی میں وہ مشکوک افراد موجود تھے۔ پھر تقریباً دو گھنٹے اس نے اسی انداز میں گزار دیئے۔

''ڈیوڈ''...... اس کے کانوں میں بڑے بھائی رافٹ کی آواز پڑی تو اس نے آنکھیں کھولیں اور ایک جھٹکے سے اٹھ کر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ رافٹ اس کے پاس کھڑا تھا۔

''کوئی سرگرمی۔ کوئی باہر آیا یا اندر گیا''...... رافٹ نے اس کے ساتھ بنچ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

''نہیں۔ نہ کوئی باہر آیا اور نہ ہی کوئی اندر گیا۔ تم سامان اور ویگن لے آئے ہو''...... ڈیوڈ نے کہا۔

''ہاں۔ مشین پسٹل اور کراس زیرو میری جیبوں میں ہے اور ویگن پارکنگ میں ہے''...... رافٹ نے کہا۔

''تو پھر پہلے کراس زیرو کے ذریعے اندر موجود افراد کو چیک کریں''...... ڈیوڈ نے کہا لیکن پھر اس سے پہلے کہ رافٹ اس کی بات کا کوئی جواب دیتا دونوں کی نظریں ان کی مطلوبہ کوٹھی کے گیٹ پر جم گئیں۔ وہاں ایک کار آ کر رکی اور بار بار مخصوص انداز میں ہارن بجایا جا رہا تھا۔ کار میں دو افراد موجود تھے۔ ایک ڈرائیونگ سیٹ پر اور دوسرا سائیڈ سیٹ پر۔ پھر چھوٹا پھاٹک کھلا اور دیوہیکل ایکریمین نژاد حبشی باہر آ گیا اور پھر تیزی سے مڑ کر اندر چلا گیا۔

''یہ کب باہر گئے تھے۔ تم نے تو بتایا نہیں''...... رافٹ نے حیران ہو کر پوچھا۔

''میں نے تو انہیں جاتے ہوئے نہیں دیکھا۔ شاید اس وقت گئے ہوں جب میں بکسٹال سے رسالہ لینے گیا تھا''...... ڈیوڈ نے قدرے شرمندہ سے لہجے میں کہا۔

''بہرحال اب کراس زیرو کو استعمال کرنے کی ضرورت نہیں رہی۔ اب انہیں بے ہوش کرنا اور پھر اٹھا کر لے جانا ہے''۔ رافٹ نے کہا۔ اسی لمحے بڑا پھاٹک کھل گیا اور کار اندر چلی گئی اور پھاٹک ایک بار پھر بند ہو گیا۔

"تم عقبی طرف آ جاؤ۔ میں گیس فائر کرنے جا رہا ہوں"۔ رافٹ نے کہا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا سڑک کراس کر کے اپنی مطلوبہ کوٹھی کی سائیڈ گلی میں داخل ہوتا چلا گیا جبکہ ڈیوڈ بھی بنچ سے اٹھا اور اپنے بھائی رافٹ کے پیچھے چلتا ہوا سڑک کراس کر کے اسی گلی میں داخل ہو گیا جس میں رافٹ گیا تھا۔ گلی میں لوگ آ جا رہے تھے لیکن ان کی تعداد خاصی کم تھی۔

"یہ لوگوں کے سامنے رافٹ کیسے گیس فائر کرے گا"...... ڈیوڈ نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ ویسے رافٹ اسے نظر نہ آ رہا تھا اور پھر جیسے ہی تھوڑا سا آگے بڑھا تو وہ بے اختیار چونک پڑا کیونکہ یہاں گلی کے درمیان کٹ تھا اور تھوڑا سا کٹاؤ بھی تھا جس کی سائیڈ میں گٹر کا کافی بڑا ڈھکن نظر آ رہا تھا۔ گٹر کی بہتر صفائی کے لئے یہاں گلی میں کٹاؤ ڈال دیا گیا تھا اور گٹر کا دہانہ اس کٹاؤ کی وجہ سے کوٹھی کے اندر کی بجائے باہر گلی میں آ گیا تھا۔ یہاں سے تو ظاہر ہے گٹر کی صفائی کرنے والے محکمے کے افراد باہر سے ہی اپنا کام آسانی سے کر سکتے تھے۔ اس نے رافٹ کو دیوار کے ساتھ دیوار کی طرف منہ کئے کھڑے دیکھا تو وہ بھی وہیں رک گیا۔ رافٹ نے گردن موڑ کر ڈیوڈ کی طرف دیکھا اور اطمینان بھرے انداز میں سر ہلاتے ہوئے اس نے جیب سے چوکور نال والا پسٹل نکالا اور اپنا ہاتھ اوپر اٹھا کر اس نے پسٹل کا رخ اندر کی طرف کیا اور پھر ٹریگر کو بار بار پریس کرنا شروع کر دیا۔ پسٹل کی چوکور نال سے

نیلے رنگ کے کیپسول نکل کر کوٹھی کے اندر گرنے لگے اور اس کے ساتھ ہی سٹک سٹک کی آوازیں بھی سنائی دینے لگیں۔ چار کیپسول فائر کرنے کے بعد رافٹ نے ہاتھ نیچے کیا اور پسٹل کو جیب میں ڈال کر وہ مڑا۔ یہ قدرتی اتفاق تھا کہ اس دوران گلی میں سے کوئی آدمی اس کٹاؤ کے سامنے سے نہ گزرا تھا۔

"آؤ۔ اب عقبی طرف چلیں"...... رافٹ نے کہا اور گلی میں چلتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ ڈیوڈ بھی سر ہلاتا ہوا اس کے پیچھے چل پڑا۔ کوٹھی کے عقب میں گلی نہ تھی بلکہ وہاں بھی ایک قدرے طویل کٹاؤ تھا جس میں کوڑا کرکٹ کے تین بڑے بڑے ڈرم رکھے ہوئے تھے۔ یہ ڈرم عقبی دیوار کے ساتھ ہی موجود تھے۔

"تم گلی کے کنارے پر ٹھہرو۔ میں پہلے اندر اترتا ہوں۔ پھر تم اندر آنا"...... رافٹ نے کہا تو ڈیوڈ وہیں گلی کے کنارے پر ہی رک گیا۔ رافٹ نے بڑے پھرتیلے انداز میں جمپ لگایا اور اس کے قدم ایک لمحے کے لئے ڈرم پر رکے۔ دوسرے لمحے وہ کسی پھرتیلے بندر کی طرح دیوار پر پہنچ کر اندر کود گیا۔ ڈیوڈ نے گلی میں دیکھا تو وہاں آنے جانے والے اس کٹاؤ سے ابھی کافی فاصلے پر تھے۔ اس لئے اس نے بھی رافٹ کی پیروی کی اور چند لمحوں بعد وہ بھی عقبی طرف سے کوٹھی کے اندر کود چکا تھا جبکہ رافٹ سائیڈ گلی سے ہوتا ہوا سامنے کی طرف جا رہا تھا۔ فضا میں گیس کی معمولی سی بو بھی محسوس نہ ہو رہی تھی۔ اب ڈیوڈ سمجھ گیا کہ رافٹ اسی مقصد کے لئے سپیشل

پوائنٹ سے خصوصی ساخت کی گیس کا پسٹل لے آیا تھا۔ اس گیس کی خصوصیت تھی کہ جہاں یہ انتہائی زود اثر تھی وہاں وہ فوراً ہی ہوا میں تحلیل ہو کر اپنا مزید اثر کھو دیتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ گیس فائرنگ سے کوٹھی کے اندر پہنچنے تک گیس کا اثر فضا میں ختم ہو چکا تھا۔ وہ دونوں بھائی جب فرنٹ میں پہنچے تو باوجود اس بات کے کہ کوٹھی کے مکین ان کے خیال کے مطابق بے ہوش پڑے ہوئے ہوں گے وہ محتاط اور چوکنا تھے۔ فرنٹ پر پہنچ کر وہ چند لمحوں کے لئے رک کر جائزہ لیتے رہے۔ پورچ میں وہی کار کھڑی نظر آ رہی تھی جو ان کے سامنے اندر آئی تھی۔ رافٹ آہستہ سے آگے بڑھا۔ ڈیوڈ اس کے پیچھے تھا۔ وہ عمارت کی اندرونی طرف گئے تو ایک کمرے میں وہ تینوں افراد بے ہوشی کے عالم میں کرسیوں پر ڈھلکے ہوئے پڑے تھے۔

''ڈیوڈ۔ میں کوٹھی کو چیک کرتا ہوں۔ تم جا کر ویگن لے آؤ''۔ رافٹ نے جیب سے چابیاں نکال کر ڈیوڈ کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

''سپیشل نمبر ویگن ہے''...... ڈیوڈ نے چابیاں لیتے ہوئے کہا۔

''ہاں''...... رافٹ نے جواب دیا تو ڈیوڈ سر ہلاتا ہوا مڑا اور تیزی سے چلتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔ رافٹ نے تینوں بے ہوش افراد کی تلاشی لی تو تینوں کی جیبوں سے مشین پسٹلز اور رقم کے ساتھ ساتھ بین الاقوامی سیاحتی کارڈ بھی برآمد ہوئے۔ کارڈز کے

لحاظ سے دو آدمی یورپ کے ایک ملک جوگان کے باشندے تھے جبکہ قوی ہیکل حبشی ایکریمین تھا اور ولنگٹن کا رہنے والا تھا۔ رافٹ نے سارا سامان میز پر رکھا اور پھر وہ میز پر پڑے ہوئے فون کی طرف مڑ گیا۔ اس نے فون کو چیک کرنا شروع کر دیا لیکن فون میں میموری موجود نہیں تھی۔ وہ عام سا فون تھا۔ پھر رافٹ نے پوری کوٹھی کا راؤنڈ لگایا لیکن کوٹھی میں ان تینوں کے علاوہ اور کوئی آدمی نہیں تھا۔ اس دوران ڈیوڈ بڑی ویگن کوٹھی کے اندر لے آیا۔ اس نے خود ہی پھاٹک کھولا تھا اور پھر ویگن اندر لا کر اس نے خود ہی پھاٹک بند کر کے اس کو لاک کیا تھا۔

''کوئی خاص چیز ملی تلاشی میں''...... ڈیوڈ نے رافٹ کے قریب آتے ہوئے کہا۔

''نہیں۔ کوئی خاص چیز نہیں ملی۔ بہرحال اب یہ خود بتائیں گے سب کچھ''...... رافٹ نے جواب دیا۔

''گیس کے اثرات کتنی دیر تک رہیں گے ان پر''...... ڈیوڈ نے پوچھا۔

''خود بخود تو انہیں چھ گھنٹوں سے پہلے ہوش نہیں آ سکتا۔ آؤ۔ اب انہیں ویگن میں منتقل کریں اور یہاں سے نکل چلیں۔ کسی بھی لمحے کوئی آ سکتا ہے''...... رافٹ نے کہا تو ڈیوڈ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر ان دونوں نے مل کر دونوں یورپی نژاد افراد کو ایک ایک کر کے اندر سے اٹھا کر باہر موجود ویگن کی عقبی سیٹوں کے نیچے

ڈال دیا۔ البتہ اس قوی ہیکل کو اٹھانا ان کے بس میں نہ تھا اس لئے انہوں نے اسے گھسیٹ کر باہر نکالا اور پھر برآمدے کی سیڑھیوں پر رکھ کر انہوں نے بڑی زبردست جدوجہد کے بعد اس دیوہیکل حبشی کو ویگن کے عقبی حصے میں خالی جگہ پر ڈال دیا۔

”تم پھاٹک کھولو۔ میں ویگن باہر نکالتا ہوں“...... رافٹ نے کہا تو ڈیوڈ سر ہلاتا ہوا پھاٹک کی طرف بڑھ گیا جبکہ رافٹ ویگن کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اس نے ویگن سٹارٹ کی اور اسے آہستہ آہستہ چلاتا ہوا وہ پھاٹک کی طرف بڑھنے لگا۔ ڈیوڈ نے پھاٹک کھولا تو رافٹ نے ویگن باہر نکال کر سائیڈ پر روک دی۔ چند لمحوں بعد ڈیوڈ بڑا پھاٹک بند کر کے اور چھوٹا پھاٹک باہر سے بند کر کے ویگن کی سائیڈ سیٹ پر بیٹھ گیا تو رافٹ نے ایک جھٹکے سے ویگن آگے بڑھا دی۔ ان دونوں کے چہروں پر کامیابی اور اطمینان کی تیز چمک ابھر آئی تھی۔

عمران کا شعور جاگا تو ساتھ ہی درد کی تیز لہریں اسے اپنے جسم میں دوڑتی ہوئی محسوس ہوئیں۔ اس نے بے اختیار اٹھنے کی کوشش کی لیکن وہ کسمسا کر رہ گیا کیونکہ وہ ایک کرسی پر راڈز میں جکڑا ہوا بیٹھا تھا۔ اس کے ذہن میں بے ہوش ہونے سے پہلے کے مناظر کسی فلم کے مناظر کی طرح ایک لمحے میں گھوم گئے۔ اسے یاد تھا کہ وہ ٹائیگر کے ساتھ وان کے ایک سپر ایجنٹ کے فلیٹ پر گیا تھا لیکن وہ سپر ایجنٹ فلیٹ پر موجود نہ تھا اس لئے وہ اور ٹائیگر واپس آ گئے تھے اور وہ جوانا کے ساتھ کمرے میں کرسیوں پر بیٹھے آپس میں باتیں کر رہے تھے کہ اچانک انہیں باہر سے ٹک ٹک کی تیز آوازیں سنائی دیں اور اس کے ساتھ ہی اس کا ذہن گہری تاریکی میں ڈوبتا چلا گیا اور اب اسے ہوش آیا تھا۔

لیکن یہ وہ کمرہ نہیں تھا جہاں وہ بے ہوش ہوئے تھے۔ یہ ایک

بڑا ہال نما کمرہ تھا جسے باقاعدہ ٹارچنگ روم کے انداز میں تیار کیا گیا تھا۔ راڈز والی کرسیوں کی ایک طویل قطار موجود تھی۔ ایک سائیڈ پر ٹرالی پر جدید ساخت کا میک اپ واشر بھی موجود تھا۔ اس کمرے کے کونے میں لوہے کی دو الماریاں موجود تھیں۔ الماریوں کے ساتھ ہی دیوار پر خنجر، کوڑے اور اس انداز کی دوسری چیزوں کی باقاعدہ نمائش کی گئی تھی۔ عمران نے گردن گھمائی تو اس کے دائیں ہاتھ پر ٹائیگر اور بائیں ہاتھ پر جوانا راڈز میں جکڑے ہوئے موجود تھے جبکہ ان دونوں کے جسموں میں حرکت کے آثار نظر آ رہے تھے۔ سامنے چار کرسیاں رکھی ہوئی تھیں جن میں سے دو کرسیوں پر دو مقامی آدمی بیٹھے ہوئے تھے جبکہ ایک گنجے سر اور ورزشی جسم کا آدمی ان دونوں کے عقب میں کھڑا تھا۔ اس کی بیلٹ کے ساتھ ایک کوڑا لپٹا ہوا تھا اور اس گنجے کے چہرے پر سفاکی اور سختی کا تاثر دور سے ہی نظر آ رہا تھا جبکہ کرسیوں پر بیٹھے ہوئے دونوں افراد اپنے خدوخال کے لحاظ سے بھائی نظر آ رہے تھے۔ اسی لمحے ٹائیگر اور جوانا دونوں کے جسم ایک جھٹکے سے سیدھے ہو گئے اور ان کی آنکھیں بھی کھل گئیں۔

"تم اپنے نام بتاؤ"...... کرسی پر بیٹھے ہوئے ایک آدمی نے عمران اور اس کے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر سخت لہجے میں کہا۔

"میرا نام مائیکل ہے اور یہ میرا ساتھی ہے۔ اس کا نام جیگر ہے جبکہ اس ایکریمین کا نام جوانا ہے لیکن تم کون ہو۔ ہم کہاں ہیں اور

میں کیوں اس طرح جکڑا گیا ہے"...... عمران نے کہا۔

"تمہارا اطمینان اور تمہارا انداز بتا رہا ہے کہ تم تربیت یافتہ ہو ورنہ عام آدمی کا ردعمل اس طرح کا نہیں ہوتا لیکن تمہارے میک اپ واش نہیں ہوئے اس لئے اب تم خود اپنے بارے میں بتا دو۔ اگر تو تمہارا تعلق پاکیشیا سیکرٹ سروس سے ہے تو پھر تم ہمارے لئے معزز مہمان ہو اور اگر ایسا نہیں ہے تو پھر تم تینوں کو گولی مار کر ہلاک کر دیا جائے گا اور تمہاری لاشیں برقی بھٹی میں ڈال کر راکھ کر دی جائیں گی"...... اس آدمی نے جس نے نام پوچھے تھے، مسلسل بولتے ہوئے کہا جبکہ دوسرا آدمی خاموش بیٹھا ہوا تھا۔

"پہلے تم اپنا تعارف تو کراؤ"...... عمران نے کہا۔

"میرا نام رافٹ ہے اور یہ میرا چھوٹا بھائی ڈیوڈ ہے اور جو پیچھے کھڑا ہے اس کا نام مارکر ہے اور یہ تشدد اور بربریت میں اپنا کوئی ثانی نہیں رکھتا اس لئے اگر اس نے تم پر ہاتھ اٹھا دیا تو تمہارے جسم کی ایک ہڈی بھی سلامت نہیں رہے گی"...... اس آدمی نے جس نے اپنا نام رافٹ بتایا تھا ایک بار پھر تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

"تم نے ہمارے ساتھ یہ سب کچھ کیوں کیا ہے۔ یہ میک اپ وغیرہ کا کیا مسئلہ ہے"...... عمران نے کہا۔

"رافٹ۔ یہ لوگ صرف وقت ضائع کر رہے ہیں اور ان کا انداز بتا رہا ہے کہ یہ تربیت یافتہ لوگ ہیں اور چیف کو ابھی ان کے

بارے میں اطلاع نہیں دی گئی جبکہ ہمیں پہلے چیف کو اطلاع دینی چاہئے۔ پھر جیسے وہ حکم دیں ویسا کیا جائے“...... ساتھ بیٹھے ہوئے آدمی نے کہا جس کا نام ڈیوڈ بتایا گیا تھا۔

”کسی بات کا پتہ چلے تو تمہارے چیف کو بھی اطلاع دوں۔ اب تمہارا چیف یہاں تو موجود نہیں ہے“...... رافٹ نے جواب دیا۔

”تو پھر مارکر سے کہو کہ ان سے سچ اگلوائے“...... ڈیوڈ نے کہا۔

”ہاں۔ اب ایسا ہی کرنا پڑے گا“...... رافٹ نے کہا۔

”سنو۔ میری بات سنو۔ ہمارا کوئی تعلق کسی پاکیشیا وغیرہ سے نہیں ہے۔ تم کو کسی نے ہمارے بارے میں غلط بتایا ہے۔ ہم دونوں یورپی ملک جوگان کے رہنے والے ہیں البتہ جوانا ایکریمین ہے۔ تم ہمیں چھوڑ دو۔ ہمیں ناحق ہلاک نہ کرو۔ ہم تمہیں دولت دینے کے لئے تیار ہیں“...... عمران نے ان سے مخاطب ہو کر کہا۔

”کتنی دولت دو گے اور کہاں سے دو گے“...... رافٹ نے کہا تو ڈیوڈ چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

”ہم تمہیں بیس لاکھ ڈالرز دے سکتے ہیں۔ جس کوٹھی میں ہم رہائش پذیر تھے اس کے ایک خفیہ سیف میں گارینٹڈ چیک بک موجود ہے۔ وہ ہمیں لا دو ہم تمہیں بیس لاکھ ڈالرز کا گارینٹڈ چیک دے دیں گے“...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تم نے شاید یہ سمجھا کہ ہم عام سے مجرم ہیں جبکہ ہمارا تعلق سرکاری ایجنسی سے ہے۔ ہمیں دولت نہیں چاہئے۔ صرف سچ بول دو اور بس ورنہ سچ اگلوانا بھی ہمیں آتا ہے“...... رافٹ نے اس بار سخت لہجے میں کہا۔

”جو کچھ میں کہہ رہا ہوں یہی سچ ہے“...... عمران نے جواب دیا۔ وہ باتوں کے دوران راڈز اور کرسیوں کو چیک کرتا رہا تھا۔ راڈز کے بٹن کرسیوں کے عقب میں تھے لیکن عمران کی بدقسمتی کہ اسے کرسیوں کی قطار کے درمیان والی کرسی پر بٹھایا گیا تھا اس لئے وہ ٹانگ موڑ کر عقبی طرف موجود بٹن کو پریس نہ کر سکتا تھا اور اس کے علاوہ راڈز کے ہٹانے کا اور کوئی ذریعہ نظر نہ آ رہا تھا۔ اس لئے عمران کی کوشش تھی کہ کسی طرح دولت کا لالچ دے کر وہ کچھ سہولت حاصل کر لے تو پھر ان سے نمٹنا آسان ہو جائے گا۔ ویسے اتنا اسے معلوم ہو گیا تھا کہ ان دونوں کا تعلق وان سے ہے کیونکہ اسے معلوم ہو چکا تھا کہ وان کا چیف انڈر گراؤنڈ ہو گیا ہے اور یہاں پالینڈ کی بجائے ایکریمیا شفٹ ہو گیا ہے اور اسی کا حوالہ یہ دونوں آپس میں ہونے والی بات چیت میں دے رہے تھے جس سپر ایجنٹ کو وہ تلاش کرنے گئے تھے۔ وہ نہیں ملا تھا البتہ یہ دونوں خود ہی ان تک پہنچ گئے تھے لیکن مسئلہ ان راڈز والی کرسیوں کا تھا۔

”مارکر“...... رافٹ نے عقب پر موجود گنجے سے مخاطب ہو کر کہا۔

"یس"...... مارکر نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

"اس آدمی سے جو بول رہا ہے سچ اگلواؤ۔ تمہارا ہاتھ اس وقت تک نہیں رکنا چاہئے جب تک سچ سامنے نہ آ جائے"...... رافٹ نے کہا۔

"آپ نے اب حکم دیا ہے۔ اب دیکھیں مارکر کیا کرتا ہے"۔ مارکر نے بڑے فاتحانہ انداز میں بات کرتے ہوئے کہا اور پھر وہ قدم بڑھاتا ہوا عمران کے سامنے آ کر رک گیا۔ اس نے بیلٹ کے ہک سے منسلک کوڑا علیحدہ کرنا شروع کر دیا۔

"سنو۔ میری بات سنو۔ ہم تمہیں تو یہ دولت دے سکتے ہیں"...... عمران نے کہا لیکن دوسرے لمحے مارکر نے فضا میں کوڑا چٹخا تو شائیں کی آواز سے کمرہ گونج اٹھا اور پھر اس سے پہلے کہ عمران دوبارہ بولتا مارکر کا بازو گھوما اور کوڑا پوری قوت سے عمران کے جسم پر پڑا اور اس کا لباس بھی پھٹتا چلا گیا اور گردن پر بھی لمبا سا زخم کا نشان پڑ گیا۔ عمران کو یوں محسوس ہوا جیسے کسی نے اسے دہکتے ہوئے تنور میں ڈال دیا ہو لیکن عمران کے منہ سے چیخ تو ایک طرف ہلکی سی سسکی بھی نہ نکلی تھی۔

"رک جاؤ۔ مت مارو مارکر"...... یکلخت جوانا کی دھاڑتی ہوئی آواز سنائی دی لیکن اسی لمحے شائیں کی تیز اور پھنکارتی ہوئی آواز سے مارکر نے پوری قوت سے دوسری بار کوڑا عمران کے جسم پر رسید کر دیا۔ اس بار عمران کے منہ سے بے اختیار سسکی سی نکل گئی۔ اس

کے نہ صرف مزید کپڑے پھٹ گئے تھے بلکہ گردن کی دوسری طرف بھی زخم کا نشان پڑ گیا تھا اور عمران کا پورا جسم یکلخت جیسے پسینے میں ڈوب گیا تھا۔ مارکر کا بازو ایک بار پھر اونچا ہوا لیکن اسی لمحے کڑکڑاہٹ کی تیز آوازوں سے کمرہ یکلخت گونجا اور پلک جھپکنے میں مارکر فضا میں اڑتا ہوا ایک خوفناک دھماکے سے کرسیوں پر بیٹھے ہوئے رافٹ اور ڈیوڈ سے ٹکرایا اور وہ دونوں بھی چیختے ہوئے کرسیوں سمیت پشت کے بل فرش پر جا گرے۔ یہ کام جوانا نے سرانجام دیا تھا۔ عمران پر پڑنے والے کوڑوں اور پھر عمران کے منہ سے نکلنے والی سسکی سن کر یقیناً جوانا بپھر گیا تھا اور پھر اس کے بپھرنے کے نتیجے میں کرسی کے راڈز تنکوں کی طرح ٹوٹتے چلے گئے اور پھر اس سے پہلے کہ کوئی سنبھلتا جوانا نے مارکر کو اٹھا کر رافٹ اور ڈیوڈ پر پھینک دیا تھا۔ مارکر کے ہاتھ سے کوڑا نکل کر ایک طرف جا گرا تھا۔ جوانا نے مارکر کو اچھالتے ہی جمپ لگایا اور دوسرے لمحے کوڑا اس کے ہاتھ میں تھا اور پھر کمرہ شائیں شائیں اور رافٹ، ڈیوڈ اور مارکر تینوں کی چیخوں سے گونج اٹھا۔

"ان دونوں میں سے ایک کو زندہ رکھنا ہے جوانا"...... جوانا کے چہرے پر ابھر آنے والے غیض و غضب کو دیکھتے ہوئے عمران نے چیخ کر کہا۔

"یس ماسٹر"...... جوانا نے کہا اور کوڑا ایک طرف پھینک کر وہ بجلی کی سی تیزی سے آگے بڑھا اور کوڑے کھا کر مار کھائے ہوئے

کتوں کی طرح فرش پر لوٹ پوٹ ہونے والوں کی طرف بڑھا اور پھر پلک جھپکنے میں اس نے مارکر کو جھک کر گردن سے پکڑا اور اٹھا کر پوری قوت سے عقبی دیوار پر دے مارا۔ مارکر کے حلق سے بھیانک چیخ نکلی اور وہ دیوار سے ٹکرا کر جب نیچے گرا تو اس کا گنجا سر نجانے کتنے ٹکڑوں میں تقسیم ہو چکا تھا۔ ڈیوڈ نے اٹھنے کی کوشش کی تو جوانا نے اس کی پسلیوں میں اس طرح کک لگائی جیسے کسی فٹ بال کو پوری قوت سے ٹھوکر لگائی جاتی ہے اور ڈیوڈ کا جسم واقعی فٹ بال کی طرح اڑتا ہوا سائیڈ دیوار سے ایک خوفناک دھماکے سے ٹکرایا اور پھر نیچے گر کر بے حس و حرکت ہو گیا جبکہ اس دوران رافٹ چیختا ہوا اٹھ کر کھڑا ہونے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا۔ شاید وہ مشین پسٹل نکالنا چاہتا تھا کہ جوانا کا بازو اور بھی زیادہ تیزی سے گھوما اور چٹاخ کی آواز کے ساتھ ہی رافٹ چیختا ہوا اچھل کر عمران اور ٹائیگر کے قدموں میں جا گرا۔ اس نے ایک بار پھر اٹھنے کی کوشش کی لیکن اس کے منہ سے خون نکلنے لگا۔ شاید زوردار تھپڑ کی وجہ سے نہ صرف اس کے منہ سے دانت باہر نکل گئے تھے بلکہ زخم بھی ہو گیا تھا جس کی وجہ سے اس کے منہ سے خون نکلنے لگا تھا اور پھر وہ اٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے نیچے گرا اور ساکت ہو گیا۔ جوانا ابھی تک غصے کی شدت سے بگڑا ہوا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے جوانا اب خود کسی دیوار میں ٹکر مار دے گا۔

''ہوش میں رہو جوانا۔ دروازہ اندر سے لاک کر دو اور ہمارے

عقب میں آ کر راڈز کھولو''...... عمران نے سخت لہجے میں کہا تو جوانا نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے اور اس کے جسم نے اس طرح جھرجھری لی جیسے طاقتور الیکٹرک کرنٹ اس کے جسم میں دوڑتا چلا جا رہا ہو۔ اس نے بے اختیار لمبے لمبے سانس لینے شروع کر دیئے اور پھر اس کا چہرہ نارمل ہوتا چلا گیا۔ وہ تیزی سے مڑا اور اس نے کمرے کا اکلوتا دروازہ اندر سے لاک کر دیا اور اس کے بعد وہ مڑ کر جب عمران اور ٹائیگر کی طرف آیا تو اس کا چہرہ خاصی حد تک نارمل ہو چکا تھا۔ اس نے ان دونوں کے عقب میں آ کر کرسیوں کے عقب میں موجود بٹنوں پر ٹھوکریں ماریں تو ان دونوں کے راڈز غائب ہو گئے۔

''ویل ڈن جوانا۔ ویل ڈن''...... عمران نے بڑے خلوص بھرے لہجے میں کہا۔

''ماسٹر۔ مجھ سے آپ کے منہ سے نکلنے والی سسکی برداشت نہیں ہو سکی۔ نجانے پھر کیا ہوا۔ ویسے اگر آپ کی آواز میرے کانوں تک نہ پہنچتی تو میں ان تینوں کے ہزاروں ٹکڑے کر دیتا''...... جوانا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''جوانا نے حیرت انگیز طاقت کا مظاہرہ کیا ہے باس۔ سٹیل کے مضبوط ترین راڈز کو اس نے کچے دھاگوں کی مانند توڑ کر رکھ دیا ہے''...... ٹائیگر نے تحسین آمیز لہجے میں کہا۔

''ہاں۔ ورنہ اس بار ہم تو کوڑوں کی زد میں آ ہی گئے تھے۔

بہرحال پہلے اس رافٹ کو اٹھا کر کرسی پر ڈالو اور راڈز میں جکڑ دو۔ پھر باہر چیکنگ کرو۔ اگر باہر لوگ موجود ہیں تو انہیں آف کر کے میڈیکل باکس تلاش کر کے لے آؤ۔ میرے جسم میں ابھی تک آگ کی لہریں دوڑ رہی ہیں''...... عمران نے ایک کرسی کو سیدھا کر کے اس پر بیٹھتے ہوئے کہا تو جوانا تو رافٹ کی طرف بڑھ گیا جبکہ ٹائیگر اس کے ساتھی ڈیوڈ پر جھک گیا۔ چند لمحوں بعد جب وہ سیدھا ہوا تو اس کے ہاتھ میں مشین پسٹل موجود تھا۔ اسے واقعی اس کی ضرورت تھی کیونکہ اس کی اپنی جیبیں خالی تھیں۔ مشین پسٹل ہاتھ میں پکڑے وہ بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا جبکہ رافٹ کو کرسی پر راڈز میں جکڑ کر جوانا بھی بیرونی دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔

''ٹائیگر اکیلا کافی ہے۔ تم ان الماریوں سے پانی کی بوتل تلاش کرو۔ مجھے شدید پیاس محسوس ہو رہی ہے''...... عمران نے کہا تو جوانا سر ہلاتا ہوا کمرے کے اس کونے کی طرف بڑھ گیا جہاں الماریاں موجود تھیں۔ اس نے ان دونوں الماریوں کے پٹ کھولے اور یہ دیکھ کر اس کی آنکھوں میں چمک پیدا ہوگئی کہ ایک الماری کا نچلا خانہ پانی کی بوتلوں سے بھرا ہوا تھا۔ اس نے دو بوتلیں اٹھائیں اور واپس آ کر اس نے ایک بوتل کھولی اور عمران کی طرف بڑھا دی۔ عمران نے بوتل منہ سے لگا لی اور پھر تھوڑا سا پانی پی کر اس نے بوتل کو منہ سے ہٹایا اور ایک دو سانس لے کر اس نے دوبارہ بوتل کو منہ سے لگا لیا۔ اس طرح کئی سانسوں میں پانی پیتے

ہوئے اس نے بوتل ختم کر کے ایک طرف اچھال دی۔

''دوسری بوتل دوں ماسٹر''...... جوانا نے کہا۔

''نہیں۔ بس کافی ہے''...... عمران نے جواب دیا۔

''ماسٹر۔ آپ کے زخموں پر پانی انڈیل دوں''...... جوانا نے کہا۔

''ابھی نہیں۔ اگر میڈیکل باکس مل جاتا ہے تو پھر اس کی ضرورت نہیں رہے گی ورنہ پانی ہی ڈالنا پڑے گا''...... عمران نے کہا تو جوانا نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ اسی لمحے بیرونی دروازہ کھلا اور ٹائیگر میڈیکل باکس اٹھائے اندر داخل ہوا۔

''باس۔ یہ کوٹھی ہے۔ اس میں ان تینوں کے علاوہ اور کوئی آدمی موجود نہیں ہے۔ البتہ ایک بڑی ویگن پورچ میں موجود ہے''...... ٹائیگر نے میڈیکل باکس عمران کی کرسی کے قریب موجود تپائی پر رکھتے ہوئے کہا۔

''جا کر چیک کرو۔ میرے سائز کا کوئی لباس یہاں مل جائے ورنہ بازار سے منگوانا پڑے گا''...... عمران نے میڈیکل باکس کھولتے ہوئے کہا۔

''لباس یہاں موجود ہیں باس۔ میں لے آتا ہوں''...... ٹائیگر نے کہا اور واپس مڑ گیا تو عمران نے کوٹ اور شرٹ اتاری اور پھر میڈیکل باکس میں سے مخصوص مرہم نکال کر اس نے زخموں پر ملنا شروع کر دی۔ جب عمران میڈیکل ایڈ سے فارغ ہوا تو اسی لمحے

ٹائیگر ہینگر پر لٹکا ہوا لباس اٹھائے اندر داخل ہوا۔

"تم اسے ہوش میں لے آؤ۔ میں لباس تبدیل کر کے آتا ہوں لیکن خیال رکھنا اس سے بہت کچھ پوچھنا ہے"...... عمران نے کہا اور لباس کا ہینگر ٹائیگر سے لے کر وہ بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ ایک کمرے میں جا کر اس نے اپنا لباس اتار کر ٹائیگر کا لایا ہوا لباس پہنا۔ وہ لباس تقریباً اس کے سائز کا ہی تھا اس لئے عمران اس پر ایک نظر ڈال کر مطمئن ہو گیا۔ پھر وہ واپس اس ٹارچنگ روم کی طرف بڑھا۔ جب وہ اندر داخل ہوا تو اسی لمحے رافٹ کراہتا ہوا ہوش میں آ رہا تھا۔ ٹائیگر نے دوسری کرسی بھی سیدھی کر کے رکھی ہوئی تھی۔ عمران آ کر اس کرسی پر بیٹھ گیا جسے وہ پہلے ہی سیدھی کر کے اس پر بیٹھا رہا تھا۔

"یہ۔یہ۔ یہ تم نے راڈز توڑ دیئے۔ سٹیل راڈز۔ یہ کیسے ممکن ہے"...... رافٹ نے ہوش میں آتے ہی اس کرسی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا جس کی سائیڈوں میں راڈز بکھرے پڑے تھے۔

"جوانا کو تم نے غصہ دلا دیا تھا اور اگر میں اسے نہ روکتا تو تمہاری ہڈیاں بھی راڈز کی طرح توڑ دی جاتیں اور اب بھی توڑی جا سکتی ہیں"...... عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"آئی ایم سوری۔ مجھ سے واقعی غلطی ہوئی ہے۔ میں نے غلط آدمیوں پر ہاتھ ڈال دیا تھا اور میں تلافی کرنے کے لئے تیار ہوں"۔ رافٹ نے کہا۔

"پہلے تم مجھے بتاؤ کہ تمہارا تعلق کس سے ہے۔ وان سے یا کسی اور ایجنسی سے"...... عمران نے کہا تو راڈز میں جکڑا ہوا رافٹ بے اختیار چونک پڑا۔

"تم۔تم۔ کیا تم واقعی پاکیشیائی ایجنٹ ہو۔ کیا واقعی"...... رافٹ کے لہجے میں ایسی حیرت تھی جیسے اسے اس بات پر یقین نہ آ رہا ہو۔

"ہاں۔ ہمارا تعلق پاکیشیا سے ہے"...... عمران نے کہا۔

"مگر تمہارا میک اپ تو واش نہیں ہوا حالانکہ یہاں جدید ترین میک اپ واشر موجود ہے"...... رافٹ نے اسی طرح حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"جسے تم جدید ترین کہہ رہے ہو یہ اب کافی پسماندہ ہو چکا ہے۔ بہرحال اب تم سب کچھ بتا دو تو بچ جاؤ گے ورنہ جوانا کا غصہ ابھی تک باقی ہے"...... عمران نے کہا۔

"کیا تم وعدہ کرتے ہو کہ مجھے زندہ چھوڑ دو گے"...... رافٹ نے چند لمحے سوچنے کے بعد کہا۔

"ہاں وعدہ۔ میں تمہیں ہلاک نہیں کروں گا"...... عمران نے کہا۔

"جیسا کہ میں نے تمہیں پہلے بتایا تھا کہ ہمارا تعلق سرکاری ایجنسی وان سے ہے میرا چھوٹا بھائی ڈیوڈ۔ اوہ۔ ڈیوڈ بے ہوش پڑا ہے۔ اسے ہوش میں لاؤ"...... رافٹ نے اس طرح چونک کر کہا

جیسے اچانک اسے ڈیوڈ کا خیال آیا ہو۔ ویسے ڈیوڈ دیوار کے ساتھ فرش پر اس انداز میں پڑا تھا جیسے بے ہوش پڑا ہو حالانکہ وہ ہلاک ہو چکا تھا۔

"تم بتاؤ گے تو پھر اسے ہوش میں لا کر اس سے تصدیق کریں گے۔ جب تک تم نہیں بتاؤ گے اسے ہوش میں نہیں لایا جائے گا"...... عمران نے اسے دانستہ ایسا جواب دیا کہ جس سے وہ یہی سمجھے کہ ڈیوڈ واقعی بے ہوش پڑا ہے۔ چونکہ ڈیوڈ، رافٹ کا چھوٹا بھائی تھا اس لئے عمران نے وضاحت کی تھی۔

"تم واقعی بے حد ذہین آدمی ہو۔ تصدیق کرنے کا یہ طریقہ واقعی ذہانت سے پُر ہے۔ بہرحال میں تمہیں سب کچھ بتا دیتا ہوں۔ ہمارا تعلق وان سے ہے۔ ڈیوڈ کا تعلق سپر سیکشن کے اس گروپ سے ہے جس کا چیف سوبرز ہے جبکہ میرا تعلق دوسرے گروپ سے ہے۔ سوبرز اور اس کی بیوی کرسیا دونوں ڈانا شہر میں ہیں۔ وہاں کوئی لیبارٹری ہے جس کی حفاظت کے لئے وہ وہاں گئے ہیں۔ میں یہاں دارالحکومت میں تھا کہ مجھے اطلاع ملی کہ گرین کلب کا کارس سوبر اور کرسیا دونوں کے بارے میں معلومات حاصل کرتا پھر رہا ہے اور کارس کے تین آدمی بھی غیر ملک سے یہاں پہنچے ہیں جنہیں اس کا اسسٹنٹ ایئر پورٹ سے پک کر کے ڈیوائن کالونی کی کوٹھی میں پہنچا گیا ہے۔ میں نے فون کر کے سوبرز کو اطلاع دی تو اس نے میرے چھوٹے بھائی ڈیوڈ کو فوری دارالحکومت

بھجوا دیا اور مجھ سے وعدہ کیا کہ اگر میں نے اس کے لئے کام کیا تو وہ مجھے ترقی دلا دے گا۔ اس نے ہمیں نگرانی کا حکم دیا لیکن ہم نگرانی کرنے سے بور ہوتے ہیں۔ چنانچہ ہم نے تم تینوں پر ہاتھ ڈالنے کا فیصلہ کیا"...... رافٹ نے مسلسل بولتے ہوئے کہا اور پھر اس نے انہیں بے ہوش کر کے اندر داخل ہونے سے لے کر اس سپیشل پوائنٹ پر لے آنے تک کی پوری تفصیل بتا دی۔

"کارس جو کچھ کر رہا تھا اس کی اطلاع تمہیں کس نے دی۔ کیا اس کے اسسٹنٹ نے"...... عمران نے کہا۔

"ہاں۔ اس کا اسسٹنٹ مارک میرا گہرا دوست ہے۔ اس نے باتوں باتوں میں بتایا کہ وہ ایئر پورٹ سے کارس کے تین مہمانوں کو ڈیوائن کالونی کی کوٹھی میں پہنچا کر آیا ہے اور یہ بھی اس نے بتایا کہ کارس سوبرز اور کرسیا کے بارے میں معلومات حاصل کرنے میں مصروف ہے"...... رافٹ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ڈانا میں سوبرز کا فون نمبر کیا ہے"...... عمران نے پوچھا تو رافٹ بے اختیار چونک پڑا۔

"تم کیوں پوچھ رہے ہو"...... رافٹ نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"تاکہ تم نے جو کچھ بتایا ہے اسے کنفرم بھی کراؤ۔ ہو سکتا ہے کہ تم نے طوطا مینا کی کہانی سنا دی ہو"...... عمران نے خشک لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

''نہیں۔ میں نے درست بتایا ہے''...... رافٹ نے کہا۔
''تو پھر فون نمبر بتانے میں کیا حرج ہے''...... عمران نے کہا۔
''میں اس نمبر پر بات نہیں کروں گا۔ نمبر بتا دیتا ہوں''۔ رافٹ نے کہا۔
''ٹھیک ہے۔ تم بے شک بات نہ کرنا''...... عمران نے کہا تو رافٹ نے نہ صرف نمبر بتا دیا بلکہ دارالحکومت سے ڈانا کا رابطہ نمبر بھی بتا دیا۔
''جوانا اس کا منہ بند کر دو''...... عمران نے کہا تو جوانا تیزی سے آگے بڑھا اور اس نے ایک ہاتھ سے اس کا منہ بند کر دیا۔ رافٹ نے منہ چھڑوانے کی کوشش کی تو جوانا نے غراتے ہوئے لہجے میں اسے بے حس و حرکت بیٹھے ورنہ گردن توڑنے کی دھمکی دے دی تو رافٹ یکلخت ساکت ہوگیا۔ عمران نے پاس پڑے ہوئے فون کا رسیور اٹھایا اور تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔
''لیں''...... رابطہ ہوتے ہی ایک مردانہ آواز سنائی دی۔
''رافٹ بول رہا ہوں۔ دارالحکومت سے''...... عمران نے رافٹ کی آواز اور لہجے میں کہا تو رافٹ کی آنکھیں پھیلتی چلی گئیں۔
''اوہ تم۔ کیا رپورٹ ہے۔ تم نے تو کوئی رپورٹ ہی نہیں دی''...... دوسری طرف سے کہا گیا۔
''وہ تینوں اس کوٹھی میں ہی بند ہیں۔ ان میں سے دو آدمی کار میں گئے تو ڈیوڈ نے ان کی کار کا تعاقب کیا۔ وہ خصوصی مارکیٹ

گئے اور وہاں سے انہوں نے اسلحہ خریدا اور پھر واپس کوٹھی پر آ گئے''...... عمران نے رافٹ کے لہجے اور آواز میں کہا۔
''کارس کے بارے میں کوئی خبر''...... دوسری طرف سے کہا گیا۔
''نہیں۔ ہم تو ان کی نگرانی پر مامور ہیں باس۔ ویسے کارس اس دوران یہاں نہیں آیا''...... عمران نے رافٹ کی آواز میں کہا۔
''تم ایسا کرو کہ اندر بے ہوش کر دینے والی گیس فائر کر کے اندر جاؤ اور انہیں گولیاں مار کر ہلاک کر دو۔ اگر وہ ہمارے مطلوبہ افراد ہیں تو بھی ہلاک ہو جائیں گے اور اگر نہیں ہوئے تب بھی ان سے چھٹکارہ مل جائے گا۔ اب مزید رسک نہیں لیا جا سکتا''۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔
''ٹھیک ہے باس۔ جیسے آپ کا حکم''...... عمران نے کہا۔
''مجھے رپورٹ دے دینا''...... دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو عمران نے رسیور رکھا اور پھر اشارے سے جوانا کو ہاتھ ہٹانے کا کہا تو جوانا نے ہاتھ ہٹایا اور دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔
''تم۔ تم جادوگر ہو۔ تم۔ تم۔ کیا مطلب۔ باس سوبرز نے پہچانا ہی نہیں''...... ہاتھ ہٹتے ہی رافٹ نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں رک رک کر کہا۔
''یہ دوسری طرف سے بولنے والا سوبرز تھا یا کوئی اور تھا''۔

عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”باس سوبرز تھے“...... رافٹ نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”سوبرز کا حلیہ اور قدوقامت کی تفصیل بتاؤ“...... عمران نے کہا۔

”کیوں۔ تم کیوں پوچھ رہے ہو“...... رافٹ نے ایک بار پھر چونک کر کہا۔

”جوانا“...... عمران نے اس کے قریب کھڑے جوانا سے مخاطب ہو کر کہا۔

”یس ماسٹر“...... جوانا نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اس کی ایک آنکھ نکال دو“...... عمران نے سرد لہجے میں کہا تو جوانا تیزی سے آگے بڑھا اور پھر اس سے پہلے کہ رافٹ سنبھلتا یا کچھ کہتا جوانا نے بجلی کی سی تیزی سے اپنی نیزے کی طرح اکڑی ہوئی انگلی اس کی آنکھ میں مار دی اور اس کے ساتھ ہی کمرہ رافٹ کے حلق سے نکلنے والی چیخوں سے گونج اٹھا۔ جوانا نے انگلی نکال کر اسے رافٹ کے کپڑوں سے صاف کیا اور پھر دو قدم پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے اس نے کسی آدمی کی آنکھ میں انگلی مارنے کی بجائے کسی دیوار کے سوراخ میں انگلی مار دی ہو۔ عمران بھی سپاٹ چہرہ لئے بیٹھا ہوا تھا جبکہ ٹائیگر، رافٹ کے ہوش میں آنے کے بعد خود ہی باہر چلا گیا تھا تاکہ باہر کی صورت

ل کو چیک کرتا رہے۔ رافٹ کچھ دیر تک چیخیں مارتا رہا۔ وہ اپنا ر دائیں بائیں اس طرح جھٹک رہا تھا جیسے اس کی گردن میں کوئی ٹین فٹ ہو گئی ہو لیکن پھر یہ کیفیت آہستہ آہستہ کم ہوتی چلی گئی۔

”اب اگر تم نے انکار کیا تو دوسری آنکھ بھی نکال دی جائے ل“...... عمران نے انتہائی سرد لہجے میں کہا۔

”تم۔ تم ظالم ہو۔ تم سفاک ہو“...... رافٹ نے رو دینے والے لہجے میں بولتے ہوئے کہا۔

”جوانا“...... عمران نے کہا۔

”یس ماسٹر“...... جوانا نے اپنے مخصوص انداز میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”رک جاؤ۔ میں بتاتا ہوں۔ رک جاؤ۔ مت کرو مجھے اندھا۔ رک جاؤ۔ میں بتاتا ہوں“...... رافٹ نے یکلخت ہذیانی انداز میں چیختے ہوئے کہا۔

”بولتے جاؤ۔ سوبرز اور کرسیا دونوں کے حلیئے اور قدوقامت بتاؤ اور یہ سن لو کہ میں اسے کنفرم بھی کروں گا۔ بولو“...... عمران نے تیز لہجے میں کہا تو اس بار رافٹ کسی ٹیپ ریکارڈر کی طرح آن ہو گیا اور اس نے تفصیل سے دونوں کے حلیئے اور قدوقامت کی تفصیل بتا دی۔

”ڈانا میں ان کا آفس کہاں ہے جہاں یہ فون اٹنڈ کیا جاتا ہے“۔ عمران نے کہا۔

"مجھے نہیں معلوم۔ میں وہاں نہیں گیا۔ ڈیوڈ کو معلوم ہو گا۔ اور ہاں۔ ڈیوڈ کو ہوش نہیں آیا۔ اسے ہوش دلاؤ۔ وہ میرا چھوٹا بھائی ہے"...... رافٹ نے یکلخت چیختے ہوئے کہا۔

"اسے آف کر دو"...... عمران نے جوانا سے کہا تو جوانا ایک بار پھر بجلی کی سی تیزی سے آگے بڑھا اور اس سے پہلے کہ رافٹ کچھ سمجھتا جوانا کی کھڑی ہتھیلی پوری قوت سے اس کی گردن پر پڑی اور کڑاک کی آواز کے ساتھ ہی رافٹ کا سر ایک طرف کو گھوم گیا اور اس کا پورا جسم چند لمحوں تک اس طرح کانپتا رہا جیسے اس پر تشنج کا دورہ پڑا ہو اور پھر وہ ڈھیلا پڑ کر ساکت ہو گیا تو عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے رسیور اٹھایا اور ایک بار پھر نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

"یس"...... سوبرز کی آواز سنائی دی۔

"رافٹ بول رہا ہوں باس۔ دارالحکومت سے"...... عمران نے کہا۔

"یس۔ کیا رپورٹ ہے"...... سوبرز نے چونک کر پوچھا۔

"آپ کے حکم کی تعمیل کر دی گئی ہے باس"...... عمران نے کہا۔

"کیا وہ تینوں ہلاک ہو گئے ہیں"...... سوبرز نے کہا۔

"یس باس۔ تینوں کو میں نے اور ڈیوڈ نے خود گولیاں مار کر بے ہوشی کے عالم میں ہلاک کر دیا ہے"...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اب تم نے اس کام کے رد عمل کی رپورٹ دینی ہے"۔ سوبرز نے قدرے اطمینان بھرے لہجے میں کہا۔

"یس باس۔ کیا ڈیوڈ کو واپس بھیج دوں"...... عمران نے کہا۔

"ہاں۔ اب اس کا وہاں کام ختم ہو گیا ہے۔ اسے یہاں ڈانا بھجوا دو"...... سوبرز نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو عمران نے رسیور رکھ دیا لیکن فوراً ہی رسیور اٹھا کر اس نے ایک بار پھر نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

"گرین کلب"...... رابطہ ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

"مائیکل بول رہا ہوں۔ کارس سے بات کراؤ"...... عمران نے ایکریمین لہجے میں کہا۔

"اوہ یس سر۔ ہولڈ کریں"...... دوسری طرف سے جس انداز میں کہا گیا اس سے محسوس ہوتا تھا کہ اسے خاص طور پر اس نام کے بارے میں ہدایات دی گئی ہیں۔

"ہیلو۔ کارس بول رہا ہوں"...... چند لمحوں بعد کارس کی آواز سنائی دی۔

"مائیکل بول رہا ہوں۔ کیا یہ فون محفوظ ہے"...... عمران نے پوچھا۔

"ہولڈ رکھیں"...... دوسری طرف سے چونک کر کہا گیا تو عمران نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے۔

"یس سر۔ اب آپ کھل کر بات کر سکتے ہیں"...... چند لمحوں کی

خاموشی کے بعد کارس کی آواز سنائی دی۔

"مجھے اندازہ نہیں تھا کہ تم نے ایسے اسسٹنٹ رکھے ہوئے ہیں جنہوں نے ہمیں ہلاک کرانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے۔ یہ تو ہماری قسمت تھی کہ ہم بچ گئے"...... عمران نے سرد اور قدرے غصیلے لہجے میں کہا۔

"اوہ۔ اوہ۔ کیا ہوا ہے سر۔ مجھے بتائیں پلیز"...... کارس نے انتہائی پریشان ہوتے ہوئے کہا تو عمران نے اسے رافٹ اور ڈیوڈ کے کوٹھی پر بے ہوش کر دینے والی گیس فائرنگ کے بعد اور اپنے ہوش میں آنے اور پھر رافٹ اور ڈیوڈ اور مارکر کی ہلاکت تک کی تفصیل بتا دی۔

"یہ۔ یہ آپ نے معلوم کیا ہے کہ کس نے انہیں یہ سب کچھ بتایا ہے"...... کارس نے کہا۔

"ہاں۔ تمہارے اسسٹنٹ مارک نے جو ہمیں ایئرپورٹ سے پک کر کے کوٹھی پر ڈراپ کر گیا تھا وہ رافٹ کا گہرا دوست ہے"۔ عمران نے کہا۔

"اوہ۔ آئی ایم سوری۔ وہ گزشتہ دس سالوں سے میرے ساتھ ہے۔ آج سے پہلے کبھی اس کی معمولی سی شکایت بھی نہیں آئی لیکن اب اس نے جو کچھ کیا اس کا اسے پورا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ آئی ایم سوری سر"...... کارس نے بڑے ملتجیانہ لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے۔ ہر طرف سے ہوشیار رہا کرو۔ میں چیف کو

رپورٹ نہیں کروں گا لیکن آئندہ ایسی کوتاہی نہیں ہونی چاہئے۔ اگر جوانا مجھ پر کوڑے برستے دیکھ کر غیض و غضب میں راڈز نہ توڑتا یا پھر رافٹ اور ڈیوڈ ہمیں بے ہوش کر دینے کے بعد گولیوں سے اڑا دیتے تو تم خود سوچ سکتے ہو کہ تمہاری معمولی سی کوتاہی کا کیا نتیجہ نکلتا۔ بہرحال اب تم مجھے فون پر اپنا کوئی ایسا ٹھکانہ بتاؤ کہ جہاں کار موجود ہو۔ میک اپ کا سامان اور لباس وغیرہ بھی موجود ہوں۔ ہم نئے میک اپ کر کے اب ڈانا جائیں گے اور ہاں۔ ڈانا میں کوئی ٹپ ہو تو وہ بھی دے دو"...... عمران نے کہا۔

"کیا لیبارٹری ڈانا میں ہے"...... کارس نے کہا۔

"ہاں۔ سوبرز اور کرسیا وہیں موجود ہیں"...... عمران نے جواب دیا۔

"ڈانا میں ایک چھوٹا سا کلب ہے جس کا نام ہالی ڈے ہے۔ اس کی مالکہ میڈم جیفری ہے۔ یہ جیفری انتہائی شاطر، تیز طرار اور اس پورے علاقے کے بارے میں سب کچھ جانتی ہے۔ میں اسے فون کر کے آپ کے بارے میں کہہ دوں گا۔ آپ اس سے مل لیں۔ ڈانا میں وہ آپ کے بے حد کام آ سکتی ہے"...... کارس نے کہا۔

"تم نے اسے شاطر اور تیز طرار کہا ہے۔ کیا وہ قابل اعتماد ہے"...... عمران نے پوچھا۔

"یس سر۔ وہ انتہائی قابل اعتماد ہے۔ اس کا ایک اصول ہے

کہ جو اسے پہلے کام دے دے اور اس کا طے شدہ معاوضہ ادا کر دے تو وہ جان تو دے سکتی ہے لیکن اس سے غداری نہیں کر سکتی“...... کارس نے کہا۔

”اوکے۔ اسے پرنس مائیکل کا نام بتا دینا۔ اب وہ کوٹھی بتا دو جس کے بارے میں تمہیں تفصیل بتائی ہے“...... عمران نے کہا تو دوسری طرف سے اسے ایک کالونی میں موجود کوٹھی کے بارے میں تفصیلات بتا دی گئیں اور عمران نے رسیور رکھ دیا۔

سوبرز، ڈاٹا میں اپنے آفس میں بیٹھا شراب پینے میں مصروف تھا۔ میز کی دوسری طرف کرسیا بیٹھی یہی کام کر رہی تھی۔ دونوں کے ہاتھوں میں شراب کے بھرے جام تھے اور وہ دونوں باتیں کرنے کے ساتھ ساتھ گھونٹ گھونٹ شراب پینے میں مصروف تھے۔

”یہ سب بکواس ہے سوبرز۔ ہم نے خواہ مخواہ یہاں آ کر اپنے آپ کو محدود کر لیا ہے۔ چیف بھی نجانے کیوں خوفزدہ ہو کر انڈر گراؤنڈ ہو گیا ہے۔ یہ پاکیشیائی اس قابل نہیں ہیں کہ ہمارے مقابلے پر آ سکیں“...... کرسیا نے ایسے لہجے میں کہا جیسے وہ بڑی حتمی بات کر رہی ہو اور اس سے پہلے کہ مزید کوئی بات ہوتی فون کی گھنٹی بج اٹھی تو سوبرز نے ہاتھ میں پکڑا ہوا شراب کا جام میز پر رکھا اور ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے لاؤڈر کا بٹن بھی پریس کر دیا۔

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

"ہیلو۔ میں دارالحکومت سے انتھونی بول رہا ہوں"...... دوسری طرف سے ایک مردانہ آواز سنائی دی تو سوبرز اور کرسیا دونوں یہ آواز اور بولنے والے کا نام سن کر بے اختیار چونک پڑے کیونکہ انتھونی ہیڈکوارٹر کا انچارج تھا۔ اس کا یہاں فون کرنے کا بظاہر کوئی مقصد سمجھ نہ آ رہا تھا۔ اگر چیف نے کوئی پیغام دینا ہوتا تو وہ براہ راست بھی یہاں فون کرسکتا تھا۔

"سوبرز بول رہا ہوں"...... سوبرز نے کہا۔

"آپ نے رافٹ اور اس کے چھوٹے بھائی ڈیوڈ کو کوئی ٹاسک دیا تھا یہاں دارالحکومت میں"...... انتھونی نے کہا۔

"ہاں۔ کیوں"...... سوبرز نے حیران ہو کر کہا۔

"مجھے اطلاع ملی ہے کہ سپیشل پوائنٹ تھری میں لاشیں پڑی ہیں تو میں وہاں گیا تو وہاں رافٹ، اس کے چھوٹے بھائی ڈیوڈ اور سپیشل پوائنٹ تھری کے انچارج مارکر کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ مجھے یہ تو معلوم تھا کہ ڈیوڈ آپ کے ساتھ ڈانا گیا ہوا ہے لیکن اس کی اور اس کے بڑے بھائی رافٹ کی لاشیں دیکھ کر میں سمجھا ہوں کہ آپ نے ڈیوڈ کو کسی خاص ٹاسک پر یہاں واپس بھیجا ہے"...... انتھونی نے کہا۔

"یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ کچھ دیر پہلے تو رافٹ نے مجھے فون پر بتایا تھا کہ اس نے مشکوک افراد کو بے ہوش کر کے ہلاک کر دیا ہے اور اب تم کہہ رہے ہو کہ سپیشل پوائنٹ تھری میں اس کی لاش پڑی

ہے۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ وہ تو ڈیوائن کالونی کی مشکوک کوٹھی کی نگرانی کر رہے تھے۔ یہ سپیشل پوائنٹ تھری پر کیسے پہنچ گئے"۔ سوبرز نے حلق کے بل چیختے ہوئے کہا۔

"ان کی لاشیں یہاں موجود ہیں۔ مجھے معلوم نہیں ہے کہ یہ سب کیسے ہوا۔ مارکر اور ڈیوڈ کی لاشیں فرش پر پڑی ملی ہیں جبکہ رافٹ کی لاش راڈز میں جکڑی ہوئی کرسی پر موجود ملی ہے۔ اس کی گردن توڑی گئی ہے اور ایک کرسی کے ٹوٹے ہوئے راڈز کرسی کے گرد اس طرح بکھرے ہوئے ہیں جیسے کسی نے طاقت کے زور پر انہیں ٹکڑے کر دیا ہو۔ میں اسی پوائنٹ کے فون سے بات کر رہا ہوں"...... انتھونی نے تفصیل سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"تم ڈیوائن کالونی کی کوٹھی نمبر ایک سو ایک کو چیک کراؤ اور معلوم کراؤ کہ آیا وہاں لاشیں موجود ہیں یا نہیں۔ پھر مجھے فون پر اطلاع دو"...... سوبرز نے کہا۔

"یس سر"...... انتھونی نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو سوبرز نے بے اختیار ایک طویل سانس لیتے ہوئے رسیور رکھ دیا۔

"یہ سب کس نے کیا ہوگا اور کس طرح کیا ہوگا"...... کرسیا نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"مجھے تو خود کسی بات کی سمجھ نہیں آ رہی۔ ہلاک تو ان مشکوک افراد کو ڈیوائن کالونی کی کوٹھی میں کیا گیا اور لاشیں ملی ہیں رافٹ

اور ڈیوڈ کی سپیشل پوائنٹ تھری سے۔ یہ سب کیا گورکھ دھندہ ہے''...... سوبرز نے جواب دیتے ہوئے کہا اور پھر تقریباً ایک گھنٹے بعد فون کی گھنٹی بج اٹھی تو سوبرز نے چونک کر فون کی طرف دیکھا اور ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

''یس۔ سوبرز بول رہا ہوں''...... سوبرز نے کہا۔

''انتھونی بول رہا ہوں جناب۔ ڈیوائن کالونی کی کوٹھی نمبر ایک سو ایک سے۔ یہاں کوئی لاش موجود نہیں ہے اور نہ ہی کوئی زندہ آدمی موجود ہے۔ صرف ایک کار یہاں موجود ہے اور بس''۔ انتھونی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اس کا گیٹ کھلا تھا یا بند تھا''...... سوبرز نے پوچھا۔

''چھوٹا پھاٹک باہر سے بند تھا جبکہ بڑا پھاٹک اندر سے''۔ انتھونی نے جواب دیا۔

''اس کا مطلب ہے کہ رافٹ نے مجھ سے غلط بیانی کی تھی کہ اس نے ان مشکوک افراد کو ڈیوائن کالونی کی کوٹھی میں بے ہوش کر کے ہلاک کر دیا ہے لیکن وہ انہیں بے ہوش کر کے سپیشل پوائنٹ پر لے آیا اور پھر انہیں ہوش میں لایا گیا۔ اس کے بعد کسی بھی طرح معاملات پلٹ گئے اور یہ مشکوک لوگ رافٹ، ڈیوڈ اور مارکر پوائنٹ انچارج کو ہلاک کر کے نکل گئے''...... سوبرز نے اپنے طور پر تجزیہ کرتے ہوئے کہا۔

''یہ مشکوک لوگ کون تھے''...... انتھونی نے پوچھا۔

''اب تو یہ مشکوک نہیں بلکہ کنفرم ہو گئے ہیں کہ یہ انتہائی تربیت یافتہ لوگ ہیں جنہوں نے رافٹ اور ڈیوڈ جیسے سپر ایجنٹوں کو ہلاک کر دیا ہے۔ یہ یقیناً پاکیشیائی ایجنٹ ہیں''...... سوبرز نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اگر ایسا ہے جناب تو پھر انہوں نے لازماً رافٹ کو کرسی پر جکڑ کر اس پر تشدد کیا ہو گا اور اس سے معلوم کر لیا ہو گا کہ لیبارٹری کہاں ہے اور آپ کہاں موجود ہیں۔ آپ کو اب زیادہ ہوشیار رہنا ہو گا''...... انتھونی نے کہا۔

''ہم پوری طرح ہوشیار ہیں۔ بے فکر رہو''...... سوبرز نے منہ بناتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی رسیور رکھ دیا۔

''نانسنس۔ سپر ایجنٹوں کو کہہ رہا ہے کہ ہوشیار رہنا۔ نانسنس''۔ سوبرز نے رسیور رکھ کر قدرے غصیلے لہجے میں کہا۔

''وہ درست کہہ رہا ہے سوبرز۔ ہمیں واقعی اب پہلے سے زیادہ ہوشیار رہنا ہو گا۔ یہ انتہائی خطرناک لوگ ہیں حالانکہ یہ تعداد میں صرف تین ہیں لیکن یقیناً یہ انتہائی تربیت یافتہ لوگ ہیں اور اب یہ ڈانا کا رخ کریں گے یا آ چکے ہوں گے۔ تم ان کے بارے میں تفصیل ٹرانسمیٹر کی جنرل فریکونسی پر کر دو تا کہ ہمارے سب آدمیوں کو اس بارے میں علم ہو جائے اور میں بھی دوبارہ راؤنڈ شروع کر دیتی ہوں''...... کرسیا نے کہا تو سوبرز نے میز کی دراز کھول کر اس میں سے مخصوص ساخت کا ٹرانسمیٹر نکال کر اس پر جنرل

فریکونسی ایڈجسٹ کی اور پھر اس کا بٹن آن کر دیا۔

”ہیلو۔ ہیلو۔ جنرل کال فرام سوبرز۔ اوور“...... سوبرز نے بار بار کال دیتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی ٹرانسمیٹر کے نیچے والے حصے میں تیزی سے چھوٹے چھوٹے بلب جلنے لگ گئے۔ جب ان جلنے والے بلبوں کی تعداد آٹھ ہو گئی تو سوبرز سمجھ گیا کہ اس کے تمام ماتحتوں نے کال اٹنڈ کر لی ہے۔

”تمام ساتھی سن لیں کہ دارالحکومت سے تین افراد جن میں دو یورپی نژاد ہیں اور ایک قوی ہیکل ایکریمین حبشی ہے یہاں کسی بھی ذریعے سے پہنچنے والے ہیں یا پہنچ چکے ہوں گے۔ ہم نے انہیں ٹریس کر کے ان کا فوری خاتمہ کرنا ہے۔ دیکھتے ہی گولیوں سے اڑا دینا ہے۔ کال از اوور“...... سوبرز نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

”اب میں راؤنڈ پر جا رہی ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ میں ان تینوں کا خاتمہ کر کے ہی واپس آؤں گی“...... کرسیا نے کہا اور سوبرز کے اثبات میں سر ہلانے پر وہ مڑی اور بیرونی دروازے کی طرف بڑھتی چلی گئی۔

کار خاصی تیز رفتاری سے ڈانا کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ کار کی ڈرائیونگ سیٹ پر کارس کا آدمی براؤن تھا جبکہ سائیڈ سیٹ پر عمران اور عقبی سیٹ پر ٹائیگر اور جوانا بیٹھے ہوئے تھے۔ کارس نے براؤن کو اس لئے بطور ڈرائیور ساتھ بھیجا تھا کہ جب اس نے ڈانا میں میڈم جیفری سے عمران اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں بات کی تو میڈم جیفری نے اسے بتایا کہ ڈانا کے تمام داخلی راستوں پر وان کے ایجنٹ باقاعدہ نگرانی کر رہے ہیں اور انہوں نے میک اپ چیک کرنے والے جدید ترین کیمرے بھی لگا رکھے ہیں اور انہیں دو یورپی نژاد اورایک قوی ہیکل ایکریمین حبشی کی تلاش ہے اور انہیں یہ حکم مل چکا ہے کہ وہ مشکوک افراد کو دیکھتے ہی گولی سے اڑا دیں۔ چنانچہ کارس نے اس لئے براؤن کو ساتھ بھیجا تھا کہ براؤن ڈانا کا رہنے والا تھا اور اسے ڈانا کے چند ایسے راستوں کا

علم تھا جہاں سے وہ نگرانی کرنے والوں کی نظروں میں آئے بغیر نہ صرف ڈانا میں داخل ہو سکتے ہیں بلکہ میڈم جیفری کے کلب تک بھی پہنچ سکتے ہیں۔ کارس نے میڈم جیفری سے بات کر لی تھی اور میڈم جیفری نے بقول کارس مکمل تعاون کا یقین دلایا تھا۔ کارس کو چونکہ میڈم جیفری پر مکمل اعتماد تھا اس لئے عمران نے کارس کے اس اعتماد پر یقین کرتے ہوئے براؤن کے ساتھ ڈانا جانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

''باس۔ میڈم جیفری سے آپ خود بھی بات کر لیتے تو بہتر تھا''...... ٹائیگر نے فرنٹ سائیڈ پر بیٹھے ہوئے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

''کارس نے چونکہ اس کی گارنٹی دی ہے اس لئے بات کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی''...... عمران نے جواب دیا۔

''جناب۔ آپ قطعی بے فکر رہیں۔ میڈم جیفری کو میں بہت اچھی طرح جانتا ہوں۔ میں نے چار سال تک ان کے گن مین کے فرائض سرانجام دیئے ہیں اور میں نے میڈم جیفری کو بہت قریب سے دیکھا ہے''...... اچانک براؤن نے مداخلت کرتے ہوئے کہا تو عمران اس کی بات سن کر بے اختیار چونک پڑا۔

''کیا عمر ہے اس میڈم جیفری کی''...... عمران نے کہا تو براؤن بے اختیار ہنس پڑا۔

''میڈم نوجوان ہیں۔ بھرپور نوجوان''...... براؤن نے مسکرا کر

جواب دیتے ہوئے کہا۔

''شادی شدہ ہے یا غیر شادی شدہ''...... عمران نے اس انداز میں بات کرتے ہوئے کہا جیسے وہ میڈم جیفری کے کردار کے بارے میں تحقیقات کر رہا ہو۔

''غیر شادی شدہ ہیں اور شاید کبھی بھی شادی نہ کریں''۔ براؤن نے جواب دیا تو اس بار عمران کے ساتھ ساتھ ٹائیگر بھی چونک پڑا جبکہ جوانا لاتعلقی کے انداز میں بیٹھا کار کی کھڑکی سے باہر دیکھنے میں مصروف تھا۔

''کیوں''...... عمران نے چونک کر پوچھا۔

''میڈم جیفری کو کوئی مرد پسند ہی نہیں آتا۔ وہ برسرعام کہتی ہیں کہ وہ مرد جو انہیں پسند آ سکتا ہے وہ ابھی پیدا ہی نہیں ہوا''۔ براؤن نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اس نے کبھی بتایا ہے کہ اس کو کس ٹائپ کا مرد پسند ہے''۔ عمران نے پوچھا۔

''نہیں جناب۔ ہمارے سامنے تو ایسی کوئی بات نہیں ہوئی۔ ویسے بھی ہماری جرأت ہی نہیں ہو سکتی۔ میڈم جیفری بہت کم غصے میں آتی ہیں لیکن جب انہیں غصہ آ جائے تو پھر وہ انتہائی سفاکیت کا مظاہرہ کرتی ہیں جس کی وجہ سے لوگ ان سے اس طرح ڈرتے ہیں جیسے آدمی موت سے ڈرتا ہے''...... براؤن نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔ وہ شاید باتونی آدمی تھا اس لئے موقعہ ملتے ہی اب وہ

مسلسل بول رہا تھا۔

"اس میڈم کا کاروبار کیا ہے۔ کیا صرف کلب کی آمدنی پر گزارہ کرتی ہے یا"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کلب تو ایک آڑ ہے جناب۔ میڈم انتہائی حساس اسلحہ کے بین الاقوامی نیٹ ورک کا اہم حصہ ہیں۔ پوری دنیا میں پھیلے ہوئے اس کاروبار میں میڈم جیفری بھی برابر کی شریک ہیں"...... براؤن نے اس طرح فخریہ لہجے میں کہا جیسے یہ سب کچھ وہ اپنی تعریف میں بتا رہا ہو۔

"لیکن رہتی ڈانا میں ہے۔ اسے تو دارالحکومت میں رہنا چاہئے تھا"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جناب۔ یہ اسلحہ بحیرہ بالٹک کے ذریعے پالینڈ میں داخل ہوتا ہے اور ڈانا کی پہاڑیوں کا سلسلہ ساحل تک جاتا ہے۔ ساحل سے یہ اسلحہ ڈانا اور پھر ڈانا سے دارالحکومت اور پھر وہاں سے پورے یورپ میں پہنچا دیا جاتا ہے۔ اس طرح یہ ایک بین الاقوامی نیٹ ورک ہے جس کا اہم مہرہ میڈم جیفری ہے"...... براؤن نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کیا بین الاقوامی رولز، پولیس اور انٹیلی جنس اس سلسلے میں کوئی کام نہیں کرتے"...... عمران نے کہا۔

"بظاہر سب کچھ ہوتا رہتا ہے۔ چھاپے بھی مارے جاتے ہیں اور ریڈز بھی ہوتے ہیں۔ گرفتاریاں بھی ہوتی ہیں لیکن ساتھ ساتھ

کام بھی چلتا رہتا ہے۔ یہ ایک سلسلہ ہے جس کی کوئی کڑی دوسری سے علیحدہ نہیں ہو سکتی"...... براؤن نے گول مول سے لہجے میں کہا تو عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر تقریباً تین گھنٹوں کے سفر کے بعد وہ ڈانا میں داخل ہونے کی بجائے آگے نکلتے چلے گئے۔ ڈانا کی طرف جانے والی سڑک پر جہازی سائز کا بورڈ موجود تھا اور گاڑیاں ادھر آ جا رہی تھیں لیکن براؤن گاڑی آگے لے گیا اور پھر ڈیڑھ گھنٹے کے مزید سفر کے بعد اس نے گاڑی کو ایک پہاڑی سلسلے میں داخل کر دیا۔ یہ انتہائی خطرناک سفر تھا لیکن براؤن بڑے اطمینان بھرے انداز میں گاڑی چلاتا ہوا آگے بڑھتا چلا جا رہا تھا اور پھر کافی دیر بعد وہ آباد علاقے میں داخل ہو گئے۔

چند لمحوں بعد وہ ایک خاصی مصروف سڑک پر سے ہوتے ہوئے ایک تنگ سی گلی میں داخل ہو گئے۔ یہاں چار منزلہ عمارت موجود تھی جس پر ہالی ڈے کلب کا بڑا سا نیون سائن مسلسل جل بجھ رہا تھا۔ اس عمارت کے نیچے تہہ خانوں میں باقاعدہ پارکنگ بنی ہوئی تھی۔ براؤن گاڑی نیچے لے گیا اور پھر اس نے ایک سائیڈ پر کر کے کار روک دی۔ اس کے ساتھ ہی عمران، ٹائیگر اور جوانا تینوں گاڑی سے باہر آ گئے۔

"آپ یہاں ٹھہریں میں میڈم کے بارے میں معلوم کر کے آتا ہوں کہ وہ اس وقت کہاں ہیں"...... براؤن نے کہا اور پھر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا ایک سائیڈ پر جا کر نظروں سے غائب ہو گیا۔

"باس۔ ہم کسی پراسرار چکر میں پھنس رہے ہیں شاید"۔ ٹائیگر نے کہا تو عمران بے اختیار مسکرا دیا۔

"ابھی تمہیں کھل کر کام کرنے کا موقع مل جائے گا۔ میں دراصل چاہتا ہوں کہ پہلے فارمولا کسی طرح حاصل کر لیا جائے اس کے بعد اس سوبرز اور کرسیا کے ساتھ ساتھ چیف سیکرٹری سے سارے ادھار چکانے کا وقت بھی آ جائے گا"...... عمران نے کہا۔

"لیکن بغیر لیبارٹری میں داخل ہوئے فارمولا کیسے ملے گا"۔ ٹائیگر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"لیڈی جیفری آخر کس روز کام آئے گی"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو ٹائیگر بے اختیار چونک پڑا اور اس نے اس انداز میں مسلسل سر ہلانا شروع کر دیا جیسے اب اس کی سمجھ میں ساری بات آئی ہو۔ تقریباً بیس منٹ بعد براؤن واپس آ گیا۔

"آئیں صاحب۔ میڈم آپ کا انتظار کر رہی ہیں"...... براؤن نے قریب آ کر کہا۔

"کیا دلہن بنی بیٹھی ہیں"...... عمران نے چونک کر کہا۔

"دلہن۔ کیا مطلب جناب"...... براؤن شاید بری طرح گڑبڑا گیا تھا۔

"دلہن ہی انتظار کر سکتی ہے دولہا کا اس لئے پوچھ رہا ہوں"۔ عمران نے کہا تو اس بار براؤن بے اختیار ہنس پڑا۔

"کاش میڈم جیفری کسی روز دلہن بن جائیں۔ چاہے آپ جیسے

کی ہی کیوں نہ بنیں۔ مجھے بڑی خوشی ہو گی"...... براؤن نے کہا تو عمران اس کے خوبصورت طنز پر بے اختیار کھلکھلا کر ہنس پڑا۔ اس کی عادت تھی کہ کسی کا چست کیا ہوا فقرہ اسے واقعی دلچسپ لگتا تو وہ کھلکھلا کر ہنستا اور پوری طرح لطف لیتا۔ اب بھی براؤن نے یہ کہہ کر کہ چاہے آپ جیسے کی کیوں نہ ہو، عمران کو کھلکھلا کر ہنسنے پر مجبور کر دیا تھا کیونکہ اس خوبصورت طنزیہ فقرے کا مطلب تھا کہ گو آپ اس قابل تو نہیں ہیں کہ میڈم جیفری کا دولہا بن سکیں لیکن پھر بھی اگر بن جائیں تو خوشی ہو گی، لیکن عمران کے ہنستے ہی جوانا کا ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے بڑھا اور دوسرے لمحے براؤن فضا میں اٹھتا ہوا دونوں ٹانگیں اس انداز میں مارنے لگا جیسے اندھا ہوا میں لاٹھی گھماتا ہے۔

"ماسٹر کا مذاق اڑا رہے ہو۔ آئندہ ایسا کہا تو گردن توڑ دوں گا"...... جوانا نے غراتے ہوئے کہا اور ایک جھٹکے سے اسے واپس زمین پر کھڑا کر دیا۔

"وہ۔ وہ۔ مم۔ مم۔ میں تو"...... براؤن اس اچانک افتاد پر واقعی بری طرح گھبرا گیا تھا اور اس کے منہ سے لفظ نہ نکل رہے تھے۔

"ارے۔ ارے۔ یہ معصوم آدمی ہے اس لئے معصومانہ انداز میں کہہ گیا ہے"...... عمران نے جوانا کو ہاتھ کے اشارے سے روکتے ہوئے کہا۔

”آئندہ اگر تم نے ماسٹر کے خلاف کوئی بات کی تو زندہ نہیں رہو گے“...... جوانا نے عمران کے کہنے کے باوجود براؤن کو ڈانٹ دیا۔

”آئی ایم سوری۔ میں نے دانستہ کوئی بات نہیں کی اور مجھے تو ابھی تک یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ میں نے کون سی غلط بات کی ہے“...... براؤن نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”چھوڑو۔ چلو ہمیں وقت ضائع نہیں کرنا“...... عمران نے کہا تو براؤن سر ہلاتا ہوا آگے بڑھ گیا اور پھر وہ ایک گیلری سے گزر کر ایک بڑے آفس نما کمرے میں داخل ہوئے تو بڑی سی میز کے پیچھے ایک نوجوان لڑکی جینز کی پینٹ اور شرٹ پہنے بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے بال مردانہ انداز میں کٹے ہوئے تھے۔ کانوں میں ہیروں کے ٹاپس تھے لیکن وہ واقعی نوجوان اور خوبصورت تھی۔ اس کی بڑی بڑی آنکھوں میں تیز چمک تھی۔ ٹھوڑی کی بناوٹ بتا رہی تھی کہ وہ فطری طور پر خاصی سفاک طبیعت واقع ہوئی ہے۔

”میڈم۔ یہ وہ معزز مہمان ہیں جنہیں باس کارس نے آپ کے پاس بھیجا ہے“...... براؤن نے بڑے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”ٹھیک ہے۔ تم اب جا سکتے ہو۔ آپ بیٹھیں۔ میرا نام میڈم جیفری ہے اور یہ کلب میری ملکیت ہے۔ مجھے کارس نے فون کر دیا تھا“...... میڈم جیفری نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

”میرا نام مائیکل ہے۔ یہ میرا ساتھی جیگر اور یہ ایکریمین ساتھی

ہے جوانا“...... عمران نے جواب میں اپنا اور اپنے ساتھیوں کا تعارف کراتے ہوئے کہا اور پھر رسمی فقرات بول کر عمران اور اس کے ساتھی میز کی دوسری طرف جبکہ میڈم جیفری اپنی کرسی پر بیٹھ گئی۔

”آپ کیا پینا پسند کریں گے“...... میڈم جیفری نے انٹرکام کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

”ہم شراب نہیں پیتے اس لئے ایپل جوس یہاں آ سکتا ہے تو منگوا لیں ورنہ کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے“...... عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا تو میڈم جیفری نے چند لمحے حیرت بھری نظروں سے عمران کو دیکھا اور پھر اس نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے رسیور اٹھایااور تین گلاس ایپل جوس کے بھجوانے کا کسی کو کہہ کر رسیور رکھ دیا۔

”کارس میرا دوست ہے۔ انتہائی مخلص دوست اور اس نے آپ صاحبان کے بارے میں بتایا ہے کہ آپ اس کے گہرے دوست ہیں اور آپ کا تعلق پالینڈ سے نہیں بلکہ آپ کا تعلق ایک اور یورپی ملک ڈان مارک سے ہے اور آپ نے یہاں کی لیبارٹری میں پہنچا ہوا کوئی فارمولا حاصل کرنا ہے اور اس سلسلے میں کارس نے مجھے آپ کی مدد کرنے کا کہا ہے“...... میڈم جیفری نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

”کارس نے آپ کو درست بتایا ہے“...... عمران نے کہا اور پھر

اس سے پہلے کہ مزید کوئی بات ہوتی دروازہ کھلا اور ایک خوبصورت لڑکی ہاتھ میں ٹرے اٹھائے اندر داخل ہوئی۔ ٹرے میں چار گلاس موجود تھے جن میں سے تین میں ایپل جوس اور ایک میں شراب تھی۔ لڑکی نے شراب کا گلاس میڈم جیفری کے سامنے اور باقی تینوں گلاس عمران اور اس کے ساتھیوں کے سامنے رکھے اور خالی ٹرے اٹھائے وہ واپس مڑی اور کمرے سے باہر چلی گئی۔

''جوس لیں''...... میڈم جیفری نے اپنے سامنے رکھے ہوئے شراب کا گلاس اٹھاتے ہوئے کہا۔

''شکریہ''...... عمران نے کہا اور جوس کا گلاس اٹھا کر اس نے اس میں سے ایک گھونٹ لیا اور پھر اسے واپس میز پر رکھ دیا۔

''اس فارمولے سے آپ کا کیا تعلق ہے''...... میڈم جیفری نے پوچھا۔

''میں آپ کو مختصر طور پر بتاتا ہوں۔ یہ فارمولا کسی میزائل یا کسی دفاعی ہتھیار کا نہیں ہے۔ یہ فارمولا ایسی ریز کا ہے جو ساحلوں کے ساتھ زیر آب انتہائی سخت چٹانوں کو توڑ کر ریزہ ریزہ کر دیتی ہیں۔ پوری دنیا میں ساحلوں کے اندر ایسی چٹانوں کے طویل سلسلے ملتے ہیں۔ ان چٹانوں کو وتائن کہا جاتا ہے۔ ان پر نہ ہی کوئی ڈائنامنٹ اثر کرتا ہے اور نہ ہی کوئی بم۔ حتیٰ کہ لیزر ریز بھی ان پر بے اثر ہوتی ہیں۔ ان کی وجہ سے طویل ترین ساحلوں پر بندرگاہیں نہیں بنائی جاسکتیں۔ اگر انہیں کسی طرح توڑ دیا جائے

میلوں لمبے ساحلوں پر ڈیپ سی بندرگاہیں بن سکتی ہیں جن کی وجہ سے ملک خوش حال اور دولت مند بن سکتا ہے۔ بحری تجارت میں ہزاروں گنا اضافہ ہو سکتا ہے۔ یہ فارمولا اینٹی وتائن ریز کا ہے۔ اسے وی ڈبلیو کہا جاتا ہے۔ یہ فارمولا اصل میں براعظم ایشیا کے ایک ملک پاکیشیا کے سائنس دان نے تیار کیا ہے لیکن پالینڈ کی سرکاری ایجنسی وان کے دو سپر ایجنٹ سوبرز اور کرسیا وہاں گئے اور انہوں نے سائنس دان کو ہلاک کر دیا اور فارمولا لے کر واپس آ گئے۔ آپ کو معلوم ہے کہ ڈان مارک ملک بحیرہ شمالی اور بحیرہ بالٹک کے درمیان واقع ہے لیکن بدقسمتی سے ڈان مارک کے میلوں طویل ساحلوں کے ساتھ وتائن چٹانوں کے طویل سلسلے موجود ہیں اس لئے ڈان مارک اپنے ان طویل ساحلوں کا خاطر خواہ فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ ہم چاہتے ہیں کہ یہ فارمولا حاصل کر کے اس کی ایک کاپی لے جائیں تاکہ ہم اپنے ملک کو ترقی دے کر خوشحال بنا سکیں''۔ عمران نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

''لیکن یہاں تو وان کے سپر ایجنٹ ہر طرف چیکنگ کرتے پھر رہے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ پاکیشائی ایجنٹ یہاں آنے والے ہیں اس لئے جب کارس نے مجھ سے بات کی تو میں نے اس سے پوچھا تھا لیکن اس نے کہا کہ اس کے دوستوں کا تعلق یورپ سے ہی ہے، پاکیشیا سے نہیں ہے تو میں نے مدد کی حامی بھر لی۔ اب آپ مجھ سے کس قسم کی مدد چاہتے ہیں اور اس کے معاوضہ میں

مجھے کیا دے سکتے ہیں“...... میڈم جیفری نے کھل کر بات کرتے ہوئے کہا۔

”آپ کو معلوم ہے کہ لیبارٹری کہاں ہے“...... عمران نے کہا۔

”ہاں۔ میں کئی بار وہاں جا چکی ہوں۔ لیبارٹری کا سیکنڈ انچارج ڈاکٹر ولسن نوجوان آدمی ہے۔ اس کی میرے ساتھ دوستی ہے۔ وہ بھی یہاں کلب میں اکثر آتا جاتا رہتا ہے اور میں بھی اکثر وہاں آتی جاتی رہتی ہوں لیکن اب ان پاکیشیائی ایجنٹوں کی وجہ سے دو ماہ کے لئے لیبارٹری سیلڈ کر دی گئی ہے۔ نہ کوئی باہر آ سکتا ہے اور نہ ہی کوئی اندر جا سکتا ہے“...... میڈم جیفری نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”لیبارٹریوں میں کئی خفیہ راستے ہوتے ہیں جنہیں بوقت ضرورت کھولا اور بند کیا جا سکتا ہے اس لئے اگر ڈاکٹر ولسن چاہے تو اس فارمولے کی ایک کاپی یہاں خاموشی سے بھیج سکتا ہے“۔ عمران نے کہا۔

”مجھے کیا معاوضہ ملے گا“...... میڈم جیفری نے کہا۔

”تم کیا معاوضہ لینا چاہتی ہو“...... عمران نے کہا۔

”زیادہ نہیں۔ صرف پچاس لاکھ ڈالرز“...... میڈم جیفری نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ مجھے منظور ہے۔ میں تمہیں ابھی گارنٹڈ چیک دے سکتا ہوں لیکن پہلے تم ڈاکٹر ولسن سے کنفرم کراؤ کہ وہ فارمولے

ل کاپی بھجوا سکتا ہے یا نہیں“...... عمران نے کہا۔

”اگر اس نے انکار کر دیا تو پھر“...... میڈم جیفری نے کہا۔

”تو پھر تمہارا ہی نقصان ہو گا اور ہم یہی معاوضہ کسی اور ذریعے سے براہ راست ڈاکٹر ولسن تک پہنچا دیں گے اور فارمولے کی کاپی ہمیں مل جائے گی“...... عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”لیکن میں نے سنا ہے کہ بعض فارمولے کسی مخصوص کاغذ یا فلم پر تحریر کئے جاتے ہیں جن کی کاپی نہیں ہو سکتی۔ اگر یہاں بھی ایسا ہی ہوا تو پھر“...... میڈم جیفری نے کہا۔ وہ واقعی بے حد ذہین اور ہوشیار تھی اور اس کی اس بات سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ وہ ایسے معاملات میں خاصی ماہر ہے۔ براؤن نے اس کے بارے میں راستے میں جو کچھ بتایا تھا وہ واقعی درست تھا۔

”ہمیں بھی یہی خدشہ تھا اس لئے میرے پاس ایسا کیمرہ موجود ہے جو اس کی نقل کر لے گا۔ اس بارے میں تمہیں فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے“...... عمران نے جواب دیا۔

”گارنٹڈ چیک مجھے دکھاؤ“...... میڈم جیفری نے کہا تو عمران نے کوٹ کی اندرونی جیب سے گارنٹڈ چیک بک نکالی اور اسے میڈم جیفری کے سامنے رکھ دیا۔ میڈم جیفری نے چیک بک اٹھا کر اس کا بغور جائزہ لینا شروع کر دیا۔ چند لمحوں بعد اس کے چہرے پر اطمینان کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

”ٹھیک ہے۔ اب مجھے یقین آ گیا ہے“...... میڈم جیفری نے

چیک بک واپس کرتے ہوئے کہا اور پھر فون کا رسیور اٹھا کر اس نے فون سیٹ کے نیچے موجود بٹن پریس کر دیا۔ اس طرح فون ڈائریکٹ ہو گیا تو اس نے تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔ عمران کی نظریں نمبروں پر جمی ہوئی تھیں۔ آخر میں اس نے خود ہی لاؤڈر کا بٹن پریس کر دیا۔

"جیفری بول رہی ہوں۔ ہائی ڈے کلب سے"...... میڈم جیفری نے کہا۔

"ولسن بول رہا ہوں جیفری۔ کوئی خاص بات ہے جو اس طرح اچانک فون کیا ہے"...... دوسری طرف سے ایک مردانہ آواز سنائی دی۔ لہجے سے ہی اندازہ ہو رہا تھا کہ جیسے سائنس دان کا کوئی نوجوان اسسٹنٹ ہو۔

"تمہارا فون محفوظ ہے اور تمہارے قریب تو کوئی موجود نہیں ہے"...... میڈم جیفری نے کہا۔

"فون بھی محفوظ ہے اور کوئی قریب بھی موجود نہیں ہے لیکن تم ایسی باتیں کیوں کر رہی ہو"...... ڈاکٹر ولسن نے حیرت بھرے لہجے میں کہا تو میڈم جیفری نے مختصر طور پر اسے عمران اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں بتا دیا کہ وہ اپنے ملک ڈان مارک کی خوشحالی کے لئے فارمولے کی کاپی چاہتے ہیں اور اس کے عوض وہ پچاس لاکھ ڈالرز دینے کے لئے تیار ہیں"...... میڈم جیفری نے کہا۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے جیفری۔ لیبارٹری سیلڈ ہے اور نہ کوئی دو ماہ تک اندر آ سکتا ہے اور نہ ہی کوئی باہر جا سکتا ہے اور خطرہ تو پاکیشیائی ایجنٹوں سے ہے جہاں سے یہ فارمولا لایا گیا ہے۔ یہ کام نہیں ہو سکتا اور دوسری بات یہ کہ یہ فارمولا ایسی فلم پر ہے جس کی کاپی نہیں کی جا سکتی"...... ڈاکٹر ولسن نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"میں نے تسلی کر لی ہے۔ ان کا تعلق پاکیشیا سے نہیں ہے بلکہ ڈان مارک سے ہے اور ان کے پاس ایسا کیمرہ ہے جس سے وہ فلم کی کاپی کر لیں گے۔ پچاس لاکھ ڈالرز چھوٹی رقم نہیں ہوتی اس لئے میں یہ رقم تمہارے لئے حاصل کرنا چاہتی ہوں۔ تمہیں معلوم ہے کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ اب بھی تیار ہو یا میں کسی اور سے بات کروں اور یہ بھی سن لو کہ میری بات نہ مانی گئی تو تم ہمیشہ کے لئے میرا ساتھ بھی کھو بیٹھو گے"...... میڈم جیفری نے کہا۔

"لیکن لیبارٹری تو سیلڈ ہے جیفری۔ اسے تو انچارج ڈاکٹر جیکسن ہی کھول سکتا ہے"...... ڈاکٹر ولسن نے جواب میں رو دینے والے لہجے میں کہا۔

"تم لیبارٹری میں رہ کر یہ بات کر رہے ہو۔ ہر لیبارٹری کے کئی خفیہ راستے ہوتے ہیں جنہیں بوقت ضرورت کھولا اور بند کیا جا سکتا ہے"...... میڈم جیفری نے کہا۔

"اوہ اچھا۔ میں معلوم کر کے خود تمہیں فون کرتا ہوں"...... ڈاکٹر ولسن نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو میڈم جیفری

نے رسیور رکھ دیا۔

"آپ چیک تیار کر لیں۔ آپ کا کام ہو جائے گا لیکن میرا خیال ہے کہ ہمیں اس راستے پر جانا ہو گا۔ ولسن یہاں نہیں آ سکے گا کیونکہ ڈانا میں وان کے ایجنٹ موجود ہیں اور وہ ڈاکٹر کو پہچانتے ہیں"...... میڈم جیفری نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ ہم ہر وقت تیار ہیں۔ ہمیں صرف فارمولے کی کاپی چاہئے اور بس"...... عمران نے کہا تو میڈم جیفری نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر تقریباً ایک گھنٹے بعد فون کی گھنٹی بج اٹھی تو میڈم جیفری نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"یس۔ جیفری بول رہی ہوں"...... میڈم جیفری نے کہا۔

"ڈاکٹر ولسن بول رہا ہوں"...... دوسری طرف سے کہا گیا تو میڈم جیفری نے فوراً ہی لاؤڈر کا بٹن پریس کر دیا۔

"یس۔ کیا جواب ہے تمہارا"...... میڈم جیفری نے کہا۔

"جیفری۔ میں نے ایک خفیہ راستہ معلوم کر لیا ہے اور اسے کھولنے اور بند کرنے کا طریقہ بھی۔ یہ لیبارٹری سے نکلنے والی ایک سرنگ ہے جس کا اختتام کالی پہاڑی کے دامن میں ہوتا ہے لیکن"...... ڈاکٹر ولسن بولتے بولتے رک گیا۔

"لیکن کیا۔ کھل کر بات کرو۔ یہ اہم معاملات ہیں"...... میڈم جیفری نے کہا۔

"میں اس راستے کو کھول تو سکتا ہوں لیکن اس سے باہر نہیں جا

سکتا کیونکہ میرے جسم کے اندر مخصوص چپ لگائی گئی ہے۔ جیسے ہی میں لیبارٹری کی حدود سے باہر گیا ڈاکٹر جیکسن کو فوراً معلوم ہو جائے گا اس لئے یہ ہو سکتا ہے کہ تم یہاں آ جاؤ اس سرنگ میں اور میں فارمولا ساتھ لے آؤں گا۔ تم اس کی کاپی بنا لینا اور رقم مجھے دے دینا۔ میں واپس چلا جاؤں گا اور تم واپس کلب چلی جانا۔ اس طرح کام بھی ہو جائے گا اور کسی کو معلوم بھی نہیں ہو سکے گا"۔ ڈاکٹر ولسن نے کہا تو میڈم جیفری نے عمران کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا تو عمران نے فوراً ہی اثبات میں سر ہلاتے ہوئے ڈاکٹر ولسن کی تجویز منظور کر لی۔

"ٹھیک ہے۔ لیکن یہ کس وقت ہو گا۔ کم سے کم وقت بتاؤ"۔ میڈم جیفری نے کہا۔

"تمہیں اس کالی پہاڑی تک پہنچنے میں دو گھنٹے لگ جائیں گے اس لئے اڑھائی گھنٹے بعد تم اس سرنگ میں داخل ہو جانا۔ میں وہاں پہنچ جاؤں گا۔ سرنگ میں اندھیرا ہوتا ہے اس لئے مخصوص ٹارچ میں لے آؤں گا"...... ڈاکٹر ولسن نے کہا۔

"او کے۔ اب سے اڑھائی گھنٹے بعد میں وہاں پہنچ جاؤں گی۔ ڈن"...... میڈم جیفری نے کہا۔

"ڈن"...... دوسری طرف سے کہا گیا تو میڈم جیفری نے رسیور رکھ دیا۔

"آپ پچاس لاکھ ڈالرز کا چیک اور وہ کیمرہ مجھے دے دیں۔

میں اس کی فلم بنا کر یہاں تمہیں لا دوں گی"...... میڈم جیفری نے کہا۔

"سوری۔ میں ساتھ جاؤں گا تاکہ پہلے میں یہ یقین کر سکوں کہ جس فارمولے کی فلم بنائی جا رہی ہے وہ اے وی ڈبلیو ریز کا ہی فارمولا ہے یا نہیں کیونکہ ہمیں ہر طرف سے ہوشیار رہنا پڑتا ہے۔ کوئی دوسرا فارمولا بھی دیا جا سکتا ہے"...... عمران نے کہا تو میڈم جیفری نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا۔

"آپ واقعی بے حد ذہین آدمی ہیں۔ میرے ذہن میں بھی یہ بات آئی تھی۔ بہرحال ٹھیک ہے۔ آپ چیک لکھ کر مجھے دے دیں تاکہ میں جیپ تیار کراؤں اور ہم یہاں سے روانہ ہو جائیں۔ ہمیں لمبا چکر کاٹ کر اس پہاڑی تک پہنچنا ہے"...... میڈم جیفری نے کہا تو عمران نے جیب سے چیک بک نکالی اور اس میں سے ایک چیک علیحدہ کر لیا۔

"چیک آپ کے نام ہو گا یا ڈاکٹر ولسن کے نام"...... عمران نے پوچھا۔

"میرے نام"...... میڈم جیفری نے مسکراتے ہوئے کہا تو عمران نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے چیک پر اندراجات کرنے شروع کر دیئے۔ قلم اس نے میز کے کنارے پر موجود قلمدان سے اٹھا لیا تھا۔ چیک لکھ کر اس نے قلم واپس قلمدان میں رکھا اور چیک میڈم جیفری کی طرف بڑھا دیا۔ میڈم جیفری نے غور سے چیک کو دیکھا

اور پھر اس کے چہرے پر مسرت کے تاثرات ابھر آئے۔ اس نے چیک تہہ کر کے جیب میں ڈالا اور پھر فون کا رسیور اٹھا کر اس نے نمبر پریس کئے اور کسی کو بڑی جیپ تیار کرنے کا کہہ دیا۔

"میرے ساتھی بھی ساتھ جائیں گے لیکن یہ سرنگ سے باہر رہیں گے"...... عمران نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے"...... میڈم جیفری نے کہا تو عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

کرسیا کار میں سوار ڈانا کی سڑکوں پر گھومتی پھر رہی تھی۔ کار وہ خود ڈرائیو کر رہی تھی اور اس کی تیز نظریں گزرنے والے افراد کا اس طرح جائزہ لے رہی تھیں جیسے اس کی آنکھوں میں ایکسرے مشین نصب کر دی گئی ہو۔ وہ ایک موڑ مڑ کر آگے بڑھ رہی تھی کہ اچانک ایک دیوار کی اوٹ سے نکل کر ایک آدمی نے اس انداز میں ہاتھ لہرایا جیسے اسے رکنے کا کہہ رہا ہو تو کرسیا نے کار کو سائیڈ پر کرتے ہوئے سڑک کے آخری کنارے پر لے جا کر روک دیا تا کہ سڑک پر گزرنے والی ٹریفک ڈسٹرب نہ ہو۔ ویسے وہ اس آدمی کو پہچان گئی تھی۔ یہ ان کے سیکشن کا آدمی تھا اور اس کا نام نائف تھا۔ نائف تیزی سے کار کے قریب آیا اور اس نے کرسیا کو سلام کیا۔

”کیا بات ہے نائف۔ کوئی خاص پرابلم ہے“...... کرسیا نے

اس سے مخاطب ہو کر کہا۔ وہ ویسے ہی کار میں بیٹھی رہی تھی جبکہ نائف کار کی کھلی کھڑکی کے قریب کھڑا تھا۔

”میڈم۔ ابھی ابھی میں نے میڈم جیفری کو تین اجنبیوں کے ساتھ رولینڈ جیپ میں بیٹھ کر سازانو کی طرف جاتے دیکھا ہے“...... نائف نے کھڑکی پر جھکتے ہوئے کہا۔

”میڈم جیفری۔ وہ ہالی ڈے کلب والی۔ لیکن اس میں خاص بات کیا ہے“...... کرسیا نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”میڈم جیفری خود جیپ چلا رہی تھیں۔ یہی بات خاصی اہم ہے کیونکہ میڈم جیفری عام حالات میں خود کار یا جیپ ڈرائیو نہیں کرتی۔ اس کے پاس کئی ڈرائیور ہیں۔ دوسری بات یہ کہ جو تین افراد اس کے ساتھ تھے ان میں سے دو یورپی نژاد تھے جبکہ ایک دیوہیکل ایکریمین حبشی تھا“...... نائف نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ اوہ۔ یہ تو مخصوص نشانیاں ہیں۔ اوہ۔ کہاں گئے ہیں وہ۔ تم نے معلوم کیا ہے“...... کرسیا نے چونک کر کہا۔

”آپ کے حکم کے بغیر تو کچھ نہیں کیا جا سکتا کیونکہ میڈم جیفری کے ہاتھ بہت لمبے ہیں“...... نائف نے کہا۔

”تم وہاں سے معلومات حاصل کرو لیکن فوراً“...... کرسیا نے کہا۔

”یس میڈم۔ اس کی پرسنل سیکرٹری میری دوست ہے۔ اسے

تھوڑی سی رقم دے دی جائے تو وہ سب کچھ بتا دے گی حتیٰ کہ کوئی اہم فون کال ہوئی تو وہ بھی معلوم ہو سکتی ہے''...... نائف نے کہا۔

''کلب تو یہاں سے قریب ہی ہے۔ جاؤ اور معلومات حاصل کر کے مجھے بتاؤ۔ میں یہاں کسی قریب پارکنگ میں کار کھڑی کر دوں گی لیکن جس قدر جلد ممکن ہو سکے کام کر کے آؤ''...... کرسیا نے کہا۔

''یس میڈم۔ زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ لگے گا مجھے آنے جانے اور بات چیت کرنے میں''...... نائف نے کہا اور تیزی سے واپس مڑ گیا۔

''میڈم جیفری کیسے اس چکر میں ملوث ہو گئی''...... کرسیا نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا کیونکہ وہ میڈم جیفری کے بارے میں ڈاٹا آنے کے بعد سب کچھ جان گئی تھی۔ اس نے کار آگے بڑھائی اور پھر تھوڑی سی تلاش کے بعد وہ قریب ہی ایک جنرل پارکنگ میں پہنچ گئی۔ اس نے کار ایک سائیڈ پر روکی اور جیب سے سیل فون نکال کر اس نے رابطہ نمبر پریس کر دیئے۔ دوسری طرف گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دی اور پھر رسیور اٹھا لیا گیا۔

''یس۔ سوبرز بول رہا ہوں''...... دوسری طرف سے سوبرز کی آواز سنائی دی۔

''کرسیا بول رہی ہوں''...... کرسیا نے کہا۔

''کوئی خاص بات جو تم نے فون کیا ہے''...... سوبرز نے کہا تو

کرسیا نے نائف کی دی ہوئی رپورٹ دوہرا دی۔

''اوہ۔ اوہ۔ یہ تو انتہائی اہم معاملہ ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ نہوں نے میڈم جیفری کی یہاں خدمات حاصل کی ہیں۔ وہ انہیں کسی خفیہ پہاڑی راستے سے یہاں لے آئی ہو گی۔ اس طرح ہماری تمام کارروائیاں بے سود رہی ہیں۔ ویری بیڈ''...... سوبرز نے کہا۔

''اب یہ کہاں گئے ہوں گے۔ میں نے نائف کو یہی معلومات حاصل کرنے کے لئے بھیجا ہے''...... کرسیا نے کہا۔

''جیسے ہی معلوم ہو مجھے بھی بتانا۔ پھر کوئی پلاننگ کریں گے''۔ سوبرز نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اوکے''...... کرسیا نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے سیل فون کو آف کر کے اپنی جیکٹ کی جیب میں ڈال لیا اور پھر تقریباً پینتالیس منٹ بعد اس نے دور سے نائف کو ادھر ادھر دیکھتے ہوئے دیکھا تو اس نے ہاتھ اٹھا کر فضا میں لہرایا۔ دوسری طرف سے نائف نے بھی ایسا کیا اور کرسیا سمجھ گئی کہ اس نے اس کا اشارہ دیکھ لیا ہے۔ تھوڑی دیر بعد نائف پ رکنگ میں پہنچ گیا۔

''کیا ہوا۔ جلدی بتاؤ''...... کرسیا نے تیز لہجے میں کہا۔

''میڈم۔ یہ تینوں افراد دارالحکومت سے آئے ہیں لیکن یہ کسی پہاڑی راستے سے کلب پہنچے ہیں۔ انہیں دارالحکومت کا کوئی آدمی کلب تک چھوڑ کر واپس چلا گیا ہے۔ میں نے پرسنل سیکرٹری کو

بھاری رقم دے کر گفتگو کے ٹیپ سنے ہیں کیونکہ میڈم جیفری نے ایسا سسٹم لگایا ہوا ہے کہ کمرے میں جو بات ہو وہ پرسنل سیکرٹری کے پاس موجود خصوصی مشین میں ٹیپ ہوتی رہتی ہے بشرطیکہ میڈم جیفری اسے فوری آف نہ کرے اور شاید میڈم جیفری اس سسٹم کو آف کرنا بھول گئی تھی یا اس نے دانستہ ایسا نہیں کیا۔ بہرحال ان ٹیپس سے جو معلوم ہوا ہے اس کے مطابق ان تینوں افراد کا تعلق یورپ کے ملک ڈان مارک سے ہے اور وہ پاکیشیائی فارمولے کی کاپی لینے کے لئے یہاں پہنچے ہیں۔ میڈم جیفری نے اپنے آفس سے لیبارٹری میں اپنے دوست انچارج لیبارٹری کے اسسٹنٹ ڈاکٹر ولسن کو فون کیا اور اسے کہا کہ وہ خفیہ راستے سے کلب آ جائے اور فارمولا ساتھ لے آئے تاکہ اس کی کاپی کی جا سکے۔ میڈم جیفری نے اس کا معاوضہ پچاس لاکھ ڈالرز کہا جو ان لوگوں نے منظور کر لیا لیکن ڈاکٹر ولسن نے کہا کہ اس کے جسم میں خصوصی چپ رکھی گئی ہے اس لئے وہ کسی صورت لیبارٹری سے باہر نہیں جا سکتا ورنہ فوراً انچارج ڈاکٹر جیکسن کو معلوم ہو جائے گا۔ البتہ خفیہ راستہ کھول کر وہ پہاڑی سرنگ میں پہنچ جائے گا جہاں یہ لوگ فارمولے کی کاپی کریں گے تو وہ واپس لیبارٹری چلا جائے گا۔ چنانچہ یہ طے ہو گیا۔ اس آدمی مائیکل نے پچاس لاکھ ڈالرز کا گارینٹڈ چیک میڈم جیفری کو دے دیا تو میڈم جیفری نے رولینڈ جیپ منگوائی اور ان تینوں کو ساتھ لے کر وہ کالی پہاڑی کی طرف روانہ ہو گئی“...... نائف نے

پوری تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”یہ کالی پہاڑی کہاں ہے“...... کرسیا نے چونک کر پوچھا۔

”یہ جگونا پہاڑی سلسلے کی مشہور پہاڑی ہے۔ اس پوری پہاڑی کا رنگ قدرتی طور پر گہرا سیاہ ہے جبکہ باقی پہاڑی سلسلہ عام پہاڑیوں جیسے رنگوں کا ہے۔ براؤن کلر کا“...... نائف نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تم نے واقعی کام کیا ہے نائف۔ تمہیں خصوصی انعام ملے گا“...... کرسیا نے تحسین آمیز لہجے میں کہا۔

”تھینک یو میڈم۔ آپ اگر جگونا پہاڑی پر جانا چاہیں تو میں آپ کو وہاں لے جا سکتا ہوں۔ میرے ایک دوست کا گاؤں وہیں ہے اور میں کئی بار اس کے ساتھ وہاں جا چکا ہوں“...... نائف نے کہا۔

”میں چیف سے بات کر لوں“...... کرسیا نے کہا اور پھر جیکٹ کی جیب سے اس نے سیل فون نکال کر اس پر سوبرز کا مخصوص نمبر ایڈجسٹ کر کے رابطہ نمبر پریس کر دیا۔ دوسری طرف گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دی۔

”یس۔ سوبرز بول رہا ہوں“...... دوسری طرف سے رسیور اٹھائے جانے کے ساتھ ہی سوبرز کی آواز سنائی دی۔

”کرسیا بول رہی ہوں“...... کرسیا نے کہا اور پھر اس نے نائف کی دی ہوئی معلومات دوہرا دیں۔

''اوہ۔ اوہ۔ ہمیں انہیں روکنا بھی ہے اور انہیں ہلاک بھی کرنا ہے۔ اگر انہیں نہ روکا گیا تو یہ لوگ فارمولا لے اڑیں گے۔ تم نائف کو لے کر سپیشل پوائنٹ پر پہنچ جاؤ۔ میں بھی وہاں پہنچ رہا ہوں۔ سپیشل پوائنٹ پر تین افراد موجود رہتے ہیں۔ انہیں بھی ساتھ لے لیں گے اور بڑی جیپ وہاں ہوتی ہے۔ جلدی کرو۔ میں بھی روانہ ہو رہا ہوں''...... سوبرز نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو کرسیا نے سیل فون آف کر کے جیب میں رکھ لیا۔

''آؤ میرے ساتھ۔ ہمیں سپیشل پوائنٹ پہنچنا ہے''...... کرسیا نے کہا اور تیزی سے ڈرائیونگ سیٹ کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گئی۔ نائف عقبی سیٹ پر بیٹھ گیا تو کرسیا نے کار پارکنگ سے باہر نکالی اور پھر اس کا رخ اس طرف موڑ دیا جس طرف سپیشل پوائنٹ تھا۔ پھر سپیشل پوائنٹ پر پہنچے انہیں پندرہ منٹ ہی گزرے تھے کہ سوبرز بھی وہاں پہنچ گیا۔ پھر تین افراد کو بھی ساتھ لے لیا گیا۔ نائف بھی ساتھ تھا اور وہ سب ایک بڑی جیپ میں سوار ہو کر سپیشل پوائنٹ سے باہر آ گئے۔ ڈرائیونگ سیٹ پر سوبرز خود تھا جبکہ کرسیا سائیڈ سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ نائف اور تینوں افراد جنہیں سپیشل پوائنٹ سے ساتھ لیا تھا عقبی سیٹوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ مشین گنیں، دور مار رائفلیں اور دوسرا ضروری اسلحہ بھی ساتھ لے لیا گیا تھا۔ سوبرز نے نائف سے اس کالی پہاڑی کو جانے والے راستے کے بارے میں تفصیل معلوم کر لی تھی اس لئے وہ بڑے اطمینان بھرے انداز میں

جیپ چلاتا ہوا آگے بڑھا چلا جا رہا تھا۔

''ہو سکتا ہے یہ سب سرنگ کے اندر نہ گئے ہوں۔ باہر موجود ہوں''...... کرسیا نے کہا۔

''ہاں۔ ایسا ہو سکتا ہے۔ ہمیں پہلے یہ جیپ چھوڑنا ہو گی''۔ سوبرز نے کہا۔

''چیف۔ ماڈو موڑ کے قریب ہمیں جیپ چھوڑ کر پیدل آگے جانا ہو گا۔ اس طرح ہم ان کے سروں پر اچانک پہنچ جائیں گے اور پھر وہ کہیں بھاگ نہ سکیں گے کیونکہ وہ سامنے اور سائیڈوں پر تو دیکھ سکتے ہیں اپنے سروں کے پیچھے نہیں دیکھ سکتے''...... نائف نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ جب یہ موڑ آئے تو بتا دینا۔ میں جیپ روک دوں گا''...... سوبرز نے کہا۔

''یس باس''...... نائف نے جواب دیتے ہوئے کہا اور سوبرز جیپ آگے بڑھائے چلا گیا۔ پھر تقریباً ڈیڑھ گھنٹے بعد وہ ماڈو موڑ پر پہنچ گئے۔ اس موڑ کی نشاندہی نائف نے کی تھی۔ وہ موڑ کے قریب ہی ایک چٹان کے نیچے رکے اور پھر اسلحہ لے کر وہ پیدل چلتے ہوئے چکر کاٹ کر ایک پہاڑی پر چڑھنے لگے۔ آگے آگے نائف تھا جبکہ اس کے پیچھے سوبرز، کرسیا اور ان دونوں کے پیچھے تینوں مسلح افراد تھے۔ پھر ایک چوٹی پر پہنچتے ہی نائف ٹھٹھک کر رک گیا اور اس نے ہاتھ اٹھا کر اپنے پیچھے آنے والوں کو بھی رکنے کا

اشارہ کیا۔

"کیا ہوا ہے"...... سوبرز نے چونک کر پوچھا۔

"یہ لوگ سامنے موجود ہیں۔ ہمیں لیٹنا ہو گا ورنہ ہم ان کی نظروں میں بھی آ سکتے ہیں"...... نائف نے کہا تو وہ سب پہاڑی پر لیٹ گئے اور کرالنگ کرتے ہوئے آگے بڑھنے لگے۔ سامنے ایک کالے رنگ کی پہاڑی موجود تھی جس کے قریب ہی چٹان کے نیچے رولینڈ جیپ کھڑی تھی۔ ایک آدمی اس جیپ کی سائیڈ میں اور ایک چٹان پر لیٹا ہوا تھا اور ان کی نظریں اس طرف ہی تھیں جدھر سے کالی پہاڑی کو راستہ آتا تھا۔

"اوہ۔ اوہ نائف۔ تم واقعی کام کے آدمی ہو۔ اگر ہم عام راستے سے وہاں پہنچتے تو پھر ہمیں دور سے ہی وہ مارک کر لیتے۔ گڈ شو"...... سوبرز نے کہا۔

"تھینک یو باس"...... نائف نے ممنون لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اب کیا کرنا ہے۔ دو آدمی باہر ہیں۔ باقی لازماً اندر ہوں گے۔ ان کا تو یہاں سے بھی آسانی سے خاتمہ ہو سکتا ہے"۔ کرسیا نے کہا۔

"گولی چلائی تو یہ پہاڑی علاقہ ہے۔ یہاں آواز دور دور تک پھیلے گی اور دوسری بات یہ کہ قریب ہی ایئر فورس کا پوائنٹ ہے۔ ان کے پاس گن شپ ہیلی کاپٹر بھی ہیں اس لئے وہ فوراً یہاں پہنچ

جائیں گے اور پھر معاملات خراب ہوتے چلے جائیں گے"۔ سوبرز نے کہا۔

"تو پھر کیا کرنا چاہئے"...... کرسیا نے کہا۔

"اس آدمی کو بغیر آواز نکالے ہلاک کرنا ہو گا۔ میں پیچھے ہٹ کر چکر کاٹ کر جاتا ہوں۔ اس کے عقب میں پہنچ کر اس کا خاتمہ کروں گا۔ پھر تمہیں اشارہ کروں گا"...... سوبرز نے کہا تو کرسیا نے اثبات میں سر ہلا دیا اور سوبرز پیچھے ہٹنے لگا۔ کافی پیچھے جا کر وہ اٹھا اور تیزی سے جنوب کی طرف بڑھ کر چٹانوں کو پھلانگتا ہوا نیچے اترتا چلا گیا۔

عمران، میڈم جیفری کے ساتھ کالی پہاڑی کی سرنگ میں موجود تھا جبکہ عمران کے ساتھی ٹائیگر اور جوانا دونوں باہر تھے اور عمران نے انہیں ہوشیار اور چوکنا رہنے کا کہہ دیا تھا۔ جیپ اس کالی پہاڑی کے قریب ایک چٹان کی اوٹ میں چھپا کر کھڑی کی گئی تھی۔ عمران کے ہاتھ میں ایک بیگ تھا جس میں بیٹری سے چلنے والا فلم پروجیکٹر تھا۔

”وہ کیمرہ کہاں ہے جس سے تم نے کاپی بنائی ہے“...... میڈم جیفری نے کہا۔

”میری جیب میں ہے۔ منی کیمرہ ہے“...... عمران نے کہا اور اسی لمحے دور سے ہلکی سی گڑگڑاہٹ کی آواز سنائی دینے لگی تو وہ دونوں چونک کر ادھر دیکھنے لگے۔ سرنگ میں ہلکا اندھیرا تھا کیونکہ وہ ابھی کھلے ہوئے حصے کے قریب تھے۔ البتہ اندر کافی گہرا اندھیرا

تھا۔

”ڈاکٹر ولسن آ رہا ہے“...... میڈم جیفری نے کہا تو عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ چند لمحوں بعد دور سے یکلخت تیز روشنی چمکی اور پھر سرنگ کی دیواروں پر جھلملانے لگی۔

”جیفری ہوں آگے آ جاؤ“...... میڈم جیفری نے کہا تو اس کی آواز سرنگ میں گونج اٹھی۔

”اچھا۔ آ رہا ہوں“...... ڈاکٹر ولسن کی آواز سنائی دی اور پھر ٹارچ کی روشنی تیزی سے آگے کی طرف آتی چلی گئی۔ تقریباً درمیان میں پہنچ کر ڈاکٹر ولسن جس کا اندھیرے میں صرف ہیولہ سا نظر آ رہا تھا، رک گیا۔

”اس سے آگے جانا خطرناک ہے۔ کاش انہیں مل سکتا ہے۔ تم اندر آ جاؤ“...... ڈاکٹر ولسن نے کہا۔

”آؤ“...... میڈم جیفری نے کہا اور آگے بڑھ گئی۔ اس کے پیچھے عمران تھا۔ وہ دونوں ڈاکٹر ولسن کے قریب پہنچ کر رک گئے۔

”فارمولا کہاں ہے“...... عمران نے کہا۔

”چیک دو پہلے۔ پھر فارمولا لاؤں گا“...... ڈاکٹر ولسن نے کہا۔

”چیک میں نے لے لیا ہے ولسن اور وہ میرے نام ہے۔ میں رقم نکلوا کر تمہیں دے دوں گی۔ اگر تم نے براہ راست اتنی بھاری مالیت کا چیک اپنے اکاؤنٹ میں جمع کرایا تو تم پر شک بھی پڑ سکتا ہے“...... میڈم جیفری نے کہا۔

”سوری جیفری۔ یہ رقم کا معاملہ ہے اور میں اس معاملے میں اپنے آپ پر بھی اعتماد نہیں کر سکتا۔ پہلے مجھے چیک دو۔ اس پر نام مت لکھو۔ باقی سب کچھ لکھ دو۔ نام میں خود ہی لکھ لوں گا“۔ ولسن نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ میں اور چیک دے دیتا ہوں۔ تم پہلا چیک مجھے واپس کر دینا“...... عمران نے ایسے لہجے میں کہا جیسے وہ ہر قیمت پر مسئلے کو سلجھانا چاہتا ہو۔

”چیک مجھے دو۔ میں اسے اندر رکھ کر فارمولا اٹھا کر لے آؤں گا“...... ڈاکٹر ولسن نے کہا۔

”اور اگر تم چیک لے کر اندر گئے اور پھر واپس نہ آئے تو پھر“...... عمران نے کہا۔

”یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ میں نے جو وعدہ کیا ہے وہ پورا تو کرنا ہے“...... ڈاکٹر ولسن نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ یہ سن لو کہ اگر ہم بھاری رقم دے سکتے ہیں تو اسے واپس بھی مع منافع وصول بھی کر سکتے ہیں اور انسانوں کی تو ہمارے سامنے کوئی وقعت نہیں ہوا کرتی“...... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے جیب سے چیک بک نکالی اور پھر ٹارچ کی روشنی میں اس نے اس پر پچاس لاکھ ڈالرز کی رقم لکھی اور پھر دستخط کر کے اس نے چیک کو بک سے علیحدہ کیا اور اسے ڈاکٹر ولسن کی طرف بڑھا دیا۔ ڈاکٹر ولسن نے ٹارچ کی روشنی میں اسے غور سے

دیکھا۔

”اوکے۔ میں لے آتا ہوں فارمولا“...... ڈاکٹر ولسن نے کہا اور واپس مڑ گیا۔

”میرے تصور میں بھی نہ تھا کہ یہ شخص ایسا بھی ہو سکتا ہے“۔ ولسن کے غائب ہو جانے کے بعد میڈم جیفری نے آہستہ سے کہا۔ اس کے لہجے میں غصہ نمایاں تھا۔

”یہ ڈرامہ کر رہا ہے۔ فارمولا بھی اس کی جیب میں ہے اور چیک بھی“...... عمران نے آہستہ سے کہا تو میڈم جیفری بے اختیار چونک پڑی۔

”یہ اندازہ تم نے کیسے لگا لیا۔ اسے کیا ضرورت تھی ایسا ڈرامہ کرنے کی“...... میڈم جیفری نے کہا۔

”پہلے جب راستہ کھلا تھا تو گڑگڑاہٹ کی آواز بلند ہوئی تھی۔ پھر راستہ بند ہونے کی مخصوص گڑگڑاہٹ کی آواز سنائی دی تھی لیکن اب ایسی کوئی آواز نہیں آئی۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ سب ڈرامہ ہے۔ وہ داخلے والے راستے کے قریب رک گیا ہے اور تھوڑی دیر بعد واپس آ جائے گا۔ یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ وہ چیک لیبارٹری میں رکھ آیا ہے اور فارمولا لے آیا ہے“...... عمران نے آہستہ سے کہا۔

”اس نے مجھ پر بداعتمادی کی ہے۔ اس کا نتیجہ بہرحال اسے بھگتنا پڑے گا“...... میڈم جیفری نے آہستہ سے لیکن غراتے ہوئے

لہجے میں کہا۔

''اس نے تم پر بداعتمادی نہیں کی بلکہ اپنا حصہ وصول کرنے کی کوشش کی ہے۔ اسے معلوم ہے کہ تم نے اسے پورے پچاس لاکھ ڈالرز نہیں دینے اور وہ پورے چاہتا تھا''...... عمران نے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ میڈم جیفری کوئی جواب دیتی دور گھپ اندھیرے میں ٹارچ چمکی اور پھر وہ سائیڈوں کی دیواروں پر جھلملاتی ہوئی ان کی طرف آتی چلی گئی۔ یہ ڈاکٹر ولسن تھا۔

''فارمولا لے آئے ہو''...... عمران نے اس کے قریب آنے پر کہا۔

''ہاں۔ یہ لو''...... ڈاکٹر ولسن نے جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک مائیکروفلم نکالی اور عمران کی طرف بڑھا دی۔

''میں اسے چیک کر لوں کہ کیا یہ واقعی اصل فارمولا ہے''۔ عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے بیگ کی زپ کھولی اور بیگ میں سے بیٹری سے چلنے والا مائیکروفلم پروجیکٹر نکال کر اس نے اسے زمین پر ایڈجسٹ کیا اور پھر اس کا بٹن آن کر دیا۔ دوسرے لمحے سامنے سرنگ کی دیوار پر سکرین سی روشن ہو گئی۔ عمران نے فارمولے کی فلم پروجیکٹر کے مخصوص خانے میں ڈالی اور بٹن پریس کر دیا۔ چند لمحوں بعد ایک جھماکے کے ساتھ سکرین پر ٹائپ شدہ الفاظ ابھر آئے۔ چند لمحوں بعد الفاظ بدل جاتے۔ عمران زمین پر اکڑوں خاموش بیٹھا ان الفاظ کو دیکھتا رہا۔ جب فلم ختم ہو گئی تو

اس نے ایک طویل سانس لیا اور پروجیکٹر آف کر دیا۔

''اصل فارمولا ہے نا''...... ڈاکٹر ولسن نے کہا۔

''ہاں۔ اصل ہے''...... عمران نے فارمولے کو جیب میں ڈال کر پروجیکٹر کو واپس بیگ میں ڈالتے ہوئے کہا۔

''اس کی کاپی بناؤ اور فارمولا مجھے دو''...... ڈاکٹر ولسن نے کہا۔

''سوری ڈاکٹر ولسن۔ اس کی کاپی دنیا کا کوئی کیمرہ نہیں بنا سکتا اس لئے یہ فارمولا ہی واپس جائے گا۔ یہ ویسے بھی ہماری ملکیت ہے''...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''کیا۔ کیا کہہ رہے ہو۔ کیا مطلب۔ کیا تم پاکیشیائی ہو''۔ میڈم جیفری نے یکلخت چونک کر کہا۔

''ہاں۔ مجھے فخر ہے کہ میرا تعلق عظیم ملک پاکیشیا سے ہے۔ آؤ اب واپس چلیں۔ تمہارا شکریہ کہ تمہاری وجہ سے فارمولا ہمیں واپس مل گیا ہے''...... عمران نے کہا۔

''تم یہ فارمولا نہیں لے جا سکتے۔ اسے واپس کرو۔ واپس کرو''...... ڈاکٹر ولسن نے یکلخت چیختے ہوئے کہا لیکن دوسرے لمحے گولی کی آواز کے ساتھ ہی ڈاکٹر ولسن چیختا ہوا اچھل کر نیچے گرا اور تڑپنے لگا۔ یہ گولی میڈم جیفری نے چلائی تھی۔

''تم نے مجھ پر بداعتمادی کی ہے ڈاکٹر ولسن۔ اس لئے اب خمیازہ بھگتو''...... میڈم جیفری نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا اور ڈاکٹر ولسن براہ راست دل میں گولی کھا کر زیادہ دیر نہ تڑپ سکا اور

اس کا جسم ساکت ہو گیا۔

''میں اس کی جیب سے اپنا چیک نکال لوں''...... عمران نے کہا۔

''نہیں۔ اس پر کسی کا نام نہیں لکھا اس لئے یہ میرے کام آئے گا اور میں نے تمہاری مدد اس لئے کی تھی کہ تم یورپی ہو اور تم نے صرف کاپی لینی ہے لیکن تم نے مجھے بھی دھوکہ دیا ہے اس لئے تمہیں بھی دھوکہ دینے کی سزا بھگتنا ہو گی''...... میڈم جیفری نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ٹریگر دبا دیا لیکن گولی عمران کی بجائے سرنگ کی عقبی دیوار میں لگی اور اس کے ساتھ ہی اس کے ہاتھ سے مشین پسٹل نکل کر ہوا میں اڑتا ہوا ایک طرف جا گرا۔ عمران نے فائر سے بچنے کے لئے نہ صرف جمپ لگایا تھا بلکہ اس کی لات بھی بجلی کی سی تیزی سے گھومی تھی اور اس کی لات کی ضرب کا نتیجہ تھا کہ پسٹل میڈم جیفری کے ہاتھ سے نکل گیا تھا۔ زمین پر پڑی ہوئی ٹارچ چونکہ مسلسل جل رہی تھی اس لئے سب کچھ صاف دکھائی دے رہا تھا۔ میڈم جیفری کے ہاتھ سے جیسے ہی پسٹل نکلا تو وہ یکلخت گھومتی ہوئی عمران پر آ گری اور عمران چونکہ گھومنے کی وجہ سے اپنے جسم کو فوری طور پر کنٹرول نہ کر سکتا تھا اس لئے وہ اچھل کر سائیڈ دیوار سے جا ٹکرایا۔ نیچے گرتے ہی اس نے تیزی سے کروٹ بدلی اور اس کے کروٹ بدلنے کی وجہ سے ہی وہ میڈم جیفری کی لات کی زوردار ضرب کھانے سے بچ گیا لیکن

عمران کے کروٹ بدل جانے کی وجہ سے میڈم جیفری کی لات پوری قوت سے دیوار سے ٹکرائی اور وہ چیختی ہوئی دھماکے سے نیچے فرش پر جا گری۔

اس کے ساتھ ہی اس نے پھرتیلے انداز میں اٹھنے کی کوشش کی لیکن عمران جو اس دوران اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا اس کی لات اس کی گردن پر پڑی اور میڈم جیفری کے حلق سے نکلنے والی گھٹی گھٹی سی چیخ کے ساتھ ہی اس کا جسم اس طرح تڑپنے لگا جیسے انتہائی طاقتور الیکٹرک کرنٹ اس کے جسم سے گزر رہا ہو۔ عمران نے اس کی شہ رگ ایک ہی جھٹکے سے کچل دی تھی۔ چند لمحوں بعد میڈم جیفری ساکت ہو گئی تو عمران نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا۔ میڈم جیفری کا پہلا فائر تو عمران کے سنگ آرٹ کے مظاہرے کی وجہ سے ناکام رہا تھا لیکن میڈم جیفری کے لڑنے کا انداز بتا رہا تھا کہ اگر اسے معمولی سا بھی موقع مل جاتا تو وہ آخری سانس تک لڑتی کیونکہ اس نے جس لہجے میں عمران کے پاکیشیائی ہونے کی بات کی تھی اس سے ہی نظر آ رہا تھا کہ وہ اپنی انا پرستی کی وجہ سے کسی دوسرے کا لحاظ نہیں کرتی۔ عمران نے جھک کر ڈاکٹر ولسن کے لباس کی تلاشی لینا شروع کر دی اور چند لمحوں بعد وہ اس کی جیب سے اپنا دیا ہوا گارنٹڈ چیک برآمد کر لینے میں کامیاب ہو گیا۔

''اب تم بھی واپس کر دو میرا چیک''...... عمران نے میڈم جیفری پر جھکتے ہوئے کہا۔ اسے معلوم تھا کہ چیک میڈم جیفری کی جیکٹ کی

اندرونی جیب میں موجود ہے۔ میڈم جیفری نے اس کے سامنے چیک تہہ کر کے اسے جیکٹ کی جیب میں رکھا تھا جب وہ ان کے ساتھ جیپ پر جانے کے لئے کرسی سے اٹھی تھی۔ اس نے اٹھ کر کرسی کی پشت پر موجود جیکٹ اتار کر پہن لی تھی اور شرٹ کی جیب سے چیک نکال کر اسے جیکٹ کی جیب میں رکھ لیا تھا۔ چند لمحوں بعد عمران نے میڈم جیفری کی جیب سے بھی چیک نکال لیا۔ اس کے ساتھ ہی اس کی جیب سے جیپ کی چابیاں بھی مل گئیں۔ عمران بیگ اٹھانے کے لئے جھکا ہی تھا کہ اس کے سیل فون کی مخصوص گھنٹی بج اٹھی تو اس نے تیزی سے جیب میں ہاتھ ڈالا اور سیل فون نکال لیا۔ اس کی سکرین پر جوانا کا نام ڈسپلے ہو رہا تھا۔

”جوانا نے کیوں کال کی ہے“...... عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطے کا نمبر پریس کر دیا۔

”ماسٹر۔ میں جوانا بول رہا ہوں“...... دوسری طرف سے جوانا کی آواز سنائی دی۔

”یس۔ کیوں کال کی ہے۔ کوئی خاص بات“...... عمران نے پوچھا۔

”ماسٹر۔ چار مرد اور ایک عورت پیدل چلتے ہوئے اوپر پہاڑی پر پہنچے اور پھر وہ پہاڑی پر لیٹ کر کالی پہاڑی کی طرف دیکھتے رہے۔ اس کے بعد ان میں سے ایک آدمی پیچھے ہٹ کر جنوبی سمت میں اتر گیا۔ وہ اب ٹائیگر کے عقب میں پہنچنے والا ہے جبکہ باقی

تین مرد اور ایک عورت ابھی تک اوپر موجود ہیں۔ میں ان کی سائیڈ میں ایک بڑی چٹان کی اوٹ میں موجود ہوں۔ اگر آپ کہیں تو میں ان تین مردوں اور اس عورت کو گولیوں سے اڑا دوں یا ابھی معاملات کو دیکھتا رہوں“...... جوانا نے کہا۔

”تم نے فائرنگ نہیں کرنی ورنہ فائرنگ کی آوازیں سن کر ایئر فورس سے ہیلی کاپٹر یہاں ہمیں گھیر لیں گے۔ ہم اپنے مشن میں کامیاب ہو چکے ہیں اور اب ہم نے صرف واپس جانا ہے۔ میں ٹائیگر کو الرٹ کر دیتا ہوں۔ تم ابھی انتظار کرو“...... عمران نے کہا اور پھر فون کو آف کر کے اس نے ٹائیگر کا نمبر پریس کر کے رابطے کا نمبر پریس کر دیا۔

”یس باس“...... دوسری طرف سے ٹائیگر کی آواز سنائی دی۔

”تم غار کے دہانے کے قریب ہو“...... عمران نے کہا۔

”یس باس“...... ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”جوانا نے مجھے کال کر کے بتایا ہے کہ ایک عورت اور چار مرد سامنے والی پہاڑی پر پہنچے ہیں اور وہ تمہاری پوزیشن کو چیک کرتے رہے ہیں۔ پھر ایک مرد اس پہاڑی سے اتر کر چکر کاٹ کر تمہارے عقب میں پہنچے والا ہے۔ ہمارا مشن مکمل ہو گیا ہے اور ہم نے اب واپس جانا ہے لیکن مجھے باہر آنے میں ابھی کچھ وقت لگ جائے گا اس لئے تم نے ہوشیار رہنا ہے۔ اور سنو۔ فائرنگ بالکل نہیں کرنی ورنہ قریب ہی موجود ایئر فورس سپاٹ سے گن شپ ہیلی کاپٹر بھی

یہاں پہنچ سکتے ہیں اور پھر ہم پہاڑیوں میں پھنس کر رہ جائیں گے“...... عمران نے کہا۔

”لیس باس۔ لیکن اس آدمی کا کیا کرنا ہے۔ اسے بے کار کرنا ہے، بے ہوش کرنا ہے یا ہلاک کر دینا ہے“...... ٹائیگر نے پوچھا۔

”اسے تم ہلاک کر سکتے ہو لیکن فائرنگ کے بغیر اور ہوشیار رہنا ہے۔ لامحالہ یہ سوبرز اور اس کا گروپ ہو گا“...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”لیس باس۔ حکم کی تعمیل ہو گی“...... دوسری طرف سے کہا گیا تو عمران نے مزید کچھ کہے بغیر سیل فون آف کر کے اسے واپس جیب میں رکھ لیا اور پھر جھک کر اس نے بیگ کے خفیہ خانے میں موجود ایک میگا پاور وائرلیس بم نکالا۔ یہ بم اس قدر طاقتور تھا کہ پوری پہاڑی کو ہوا میں اڑا سکتا تھا۔ یہ بم وہ پالینڈ کے دارالحکومت سے آتے ہوئے خصوصی طور پر ساتھ لے آیا تھا۔ بم بیگ سے نکال کر وہ تیزی سے چلتا ہوا سرنگ میں اندرونی طرف بڑھتا چلا گیا۔ ڈاکٹر ولسن کی ٹارچ اس کے ہاتھ میں تھی جس کی تیز روشنی کی وجہ سے اسے سب کچھ بخوبی نظر آ رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد سرنگ کا اختتام ہو گیا۔ یہاں آگے ایک چٹان سے راستہ بند کر دیا گیا تھا اور بظاہر یہ قدرتی اور بے جوڑ چٹان نظر آ رہی تھی لیکن عمران جانتا تھا کہ چٹان کی یہ ساخت قدرتی نہیں ہے۔ اسے اس انداز میں بنایا گیا ہے کہ بظاہر یہ قدرتی ہی لگ رہی تھی لیکن یہ کسی خاص میکنزم کے

ذریعے درمیان سے پھٹ کر کھلتی اور بند ہوتی ہے جس کی وجہ سے گڑگڑاہٹ کی آواز سنائی دیتی ہے۔

عمران یہ بھی جانتا تھا کہ اسے کھولنے کا کوئی سسٹم باہر سے بھی یقیناً ہے ورنہ ڈاکٹر ولسن واپس کیسے جا سکتا تھا لیکن چونکہ فارمولا اس تک پہنچ گیا تھا اور اسے اب اندر جانے کی ضرورت نہیں رہی تھی اس لئے اس نے بم کے درمیان میں انگوٹھا رکھ کر اسے مخصوص انداز میں گھما کر دبایا تو بم چارج ہو گیا اور عمران نے اسے چٹان سے تھوڑا سا ہٹ کر ایک بڑے سے پتھر کی اوٹ میں اس انداز میں رکھ دیا کہ جب تک پتھر نہ ہٹایا جائے بم نظر نہ آ سکتا تھا اور پھر وہ واپس مڑا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا بیرونی دہانے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ سرنگ کے درمیان میں ڈاکٹر ولسن اور میڈم جیفری کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں جنہیں وہ پھلانگتا ہوا دہانے کی طرف بڑھتا چلا جا رہا تھا۔ اس کے چہرے پر گہرے اطمینان کے تاثرات نمایاں تھے۔

ٹائیگر، عمران کی کال سن کر سیل فون واپس اپنی جیکٹ کی جیب میں رکھ ہی رہا تھا کہ اچانک کسی نے عقب سے اس پر چھلانگ لگائی اور ٹائیگر بے ساختہ انداز میں چیختا ہوا اچھل کر اس چٹان سے کافی نیچے موجود ایک دوسری چٹان پر گرا اور پھر قلابازی کھا کر وہ اس چٹان سے بھی نیچے سطح زمین پر گر گیا۔ اس اچانک افتاد اور پھر بلندی سے ٹھوس چٹان پر گرنے اور پھر نیچے زمین پر گرنے کی وجہ سے اس کے ذہن میں تارے سے ناچنے لگ گئے تھے لیکن اسے چونکہ عمران پہلے ہی بتا چکا تھا کہ کوئی اس پر حملہ آور ہو سکتا ہے اس لئے اس نے فوری طور پر اپنے ذہن کو کنٹرول کرتے ہوئے اٹھنے کے لئے تیزی سے کروٹ بدلی ہی تھی کہ اس کے سر کے قریب ایک زوردار دھماکہ ہوا۔

ایسے لگا کہ جیسے کوئی بڑی چٹان اس کے سر کے قریب پوری

قوت سے آ گری ہو اور پھر جب اس چٹان کے گرنے سے اس کے چند ریزوں نے اس کے جسم پر زخم ڈالے تو اسے معلوم ہو گیا کہ یہ صرف خیال ہی نہیں ہے بلکہ واقعی اوپر سے اس پر چٹان پھینکی گئی ہے اور اگر وہ ایک لمحہ پہلے کروٹ نہ بدل جاتا تو اس کے سر کا قیمہ بن چکا ہوتا۔ یہ خیال آتے ہی ٹائیگر کو احساس ہوا کہ اس کا دشمن اسے ہر حالت میں ختم کرنا چاہتا ہے تو زندگی کی بقاء کے لئے اس کے جسم میں جیسے یکلخت طاقتور الیکٹرک کرنٹ سا دوڑ گیا اور وہ بجلی کی سی تیزی سے اٹھ کر کھڑا ہوا ہی تھا کہ یکلخت کوئی بڑا سا سایہ اس پر آ گرا۔ یہ دھچکا اس قدر اچانک اور زوردار تھا کہ ٹائیگر کے پیر اکھڑ گئے اور وہ ایک دھماکے ـــ زمین پر جا گرا۔

اسی لمحے کسی نے یکلخت اس کی ناک پر زوردار ٹکر ماری اور ٹائیگر کو ایک لمحے کے ہزارویں حصے میں محسوس ہوا کہ اس کا ذہن خوفناک دھماکوں کی زد میں آ گیا ہے لیکن جیسے ہی اس پر چھا جانے والا سایہ اس کی ناک پر ٹکر مار کر اچھل کر سائیڈ پر ہوا ٹائیگر کا جسم یکلخت الٹی قلابازی کھا گیا اور اس کے ساتھ ہی ایک انسانی چیخ سنائی دی۔ ٹائیگر الٹی قلابازی کھا کر سیدھا ہوا تو اس نے ایک یورپی کو دونوں گھٹنوں پر ہاتھ رکھے زمین پر لوٹن کبوتر کی طرح پھڑپھڑاتے ہوئے دیکھا اور ایک لمحے کے ہزارویں حصے میں وہ صورت حال کو سمجھ جانے میں کامیاب ہو گیا۔ ٹائیگر کا جسم لاشعوری طور پر صرف اپنی تربیت کی بنیاد پر یکلخت الٹی قلابازی کھا گیا تھا

جبکہ اس کے مخالف نے اچھل کر دونوں گھٹنے اس کے سینے پر پوری قوت سے مارے تھے لیکن ٹائیگر کے وہاں موجود نہ ہونے کی وجہ سے اس کے دونوں گھٹنے پوری قوت سے چٹانی زمین سے ٹکرائے جس کی وجہ سے اس کی یہ حالت ہو رہی تھی۔

ٹائیگر لاشعوری طور پر الٹی قلابازی کھا کر لڑکھڑاتا ہوا کھڑا ہو گیا تھا لیکن پے در پے اور مسلسل خوفناک حملوں کی زد میں رہنے کی وجہ سے اس کا توازن پوری طرح قائم نہ ہو رہا تھا۔ اس کے ذہن میں مسلسل دھماکے سے ہو رہے تھے۔ اسے محسوس ہو رہا تھا کہ اس کی ناک سے خون نکل کر اس کی گردن تک پھیل چکا ہے اور ابھی ٹائیگر سنبھل ہی رہا تھا کہ زمین پر گھٹنے پکڑے گھومتا ہوا اس کا مخالف یکلخت کسی بندر کی طرح اپنی جگہ سے اچھلا اور توپ سے نکلنے والے گولے کی طرح سیدھا ٹائیگر کی طرف آیا گو ٹائیگر پوری طرح نہ سنبھل سکا تھا لیکن بہرحال وہ کسی حد تک تو سنبھل چکا تھا اس لئے وہ یکلخت اچھل کر ایک جھٹکے سے نیچے بیٹھ گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس پر چھلانگ لگانے والا اس سے ٹکرانے کی بجائے اس کے سر کے اوپر پہنچ گیا اور پھر اس سے پہلے کہ وہ اس کے عقب میں جا گرتا ٹائیگر ایک جھٹکے سے اٹھا اور دوسرے لمحے وہ آدمی اس کے دونوں ہاتھوں میں جکڑا ہوا گھوم کر بائیں طرف کچھ فاصلے پر موجود چٹان سے ایک دھماکے سے ٹکرایا اور اس کے ساتھ ہی فضا اس آدمی کے حلق سے نکلنے والی چیخ سے گونج اٹھی۔

چٹان سے ٹکرا کر وہ آدمی نیچے گرا اور اس کے ساتھ ہی ٹائیگر تیزی سے آگے بڑھا لیکن اس سے پہلے کہ ٹائیگر اس کے قریب پہنچتا وہ آدمی زمین پر گر کر اس طرح تیزی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا جیسے چابی والا کھلونا چابی بھر جانے سے اچانک حرکت میں آ جاتا ہے اور اٹھتے ہی اس نے یکلخت سائیڈ پر چھلانگ لگا کر آنے والے ٹائیگر سے بچنا چاہا لیکن ٹائیگر اب پوری طرح سنبھل چکا تھا اس لئے اس کا ایک بازو بجلی کی سی تیزی سے گھوما اور سائیڈ پر چھلانگ لگاتا ہوا وہ آدمی اس کے بازو کی ضرب کھا کر اچھل کر مخالف سمت کی طرف گیا ہی تھا کہ ٹائیگر کا دوسرا بازو پہلے سے بھی زیادہ تیزی سے حرکت میں آیا اور وہ آدمی پسلیوں پر زوردار ضرب کھا کر ایک دھماکے سے نیچے گرا ہی تھا کہ ٹائیگر نے یکلخت اچھل کر دونوں پیر پوری قوت سے اس کے سینے پر مارے اور پھر اچھل کر ایک طرف کھڑا ہو گیا۔ اس آدمی کے منہ سے اس بار چیخ کی بجائے خون کسی فوارے کی طرح نکلا۔ اس آدمی نے جھٹکا کھا کر اٹھنے کی کوشش کی لیکن یہ جھٹکا اس کی زندگی کی آخری حرکت ثابت ہوا اور اس کا اٹھنے کے لئے سکڑتا ہوا جسم یکلخت ڈھیلا پڑتا چلا گیا اور اس کی آنکھیں اوپر کو چڑھ گئیں۔

ٹائیگر کی مخصوص انداز کی ضرب کھا کر اس کا دل پھٹ گیا تھا اور خون اس کے منہ سے فوارے کی طرح نکلنے کی اصل وجہ بھی یہی تھی۔ ٹائیگر نے اس کے مرتے ہی بے اختیار لمبے لمبے سانس لینے

شروع کر دیئے۔ اس کے پورے جسم میں درد کی تیز لہریں سی دوڑ رہی تھیں۔ ذہن میں دھماکے ہو رہے تھے لیکن اس نے اس آدمی سے یہ لڑائی اپنی بقاء کی خاطر لڑی تھی۔ اسے اچھی طرح معلوم تھا کہ یہ لڑائی ان دونوں میں سے کسی ایک کی موت پر ہی ختم ہو سکتی ہے اور یہ ٹائیگر کی خوش قسمتی تھی کہ موت اس کے مخالف کو اور زندگی اسے مل گئی تھی ورنہ اس آدمی نے اپنی طرف سے اسے ختم کرنے کے لئے کوئی کسر نہ چھوڑی تھی اور ویسے بھی وہ لڑائی کے فن میں خاصا ماہر بھی تھا اور پھر اسے ٹائیگر پر اچانک حملہ کرنے کی مہلت بھی مل گئی تھی لیکن شاید خوش قسمتی اس کے ساتھ نہ تھی جبکہ ٹائیگر سوچ رہا تھا کہ اس آدمی نے تمام لڑائی کسی ہتھیار کے بغیر لڑی ہے جبکہ اسے اس دوران اتنا وقفہ بہرحال مل سکتا تھا کہ وہ جیب سے کوئی ہتھیار نکال کر ٹائیگر پر فائر کھول سکتا تھا لیکن اس نے ایسا نہیں کیا تھا جبکہ ٹائیگر کی جیب میں بھی مشین پسٹل موجود تھا اور وہ اسے استعمال بھی کر سکتا تھا لیکن چونکہ اسے عمران نے خصوصی طور پر ہتھیار کے استعمال سے منع کیا تھا اس لئے اس نے باوجود اپنی جان کو شدید خطرے میں پا کر بھی ہتھیار استعمال نہ کیا تھا۔ اب اسے عمران کی واپسی کا انتظار تھا اس لئے اس کی نظریں اب اس چٹان پر جمی ہوئی تھیں جہاں سرنگ کا دہانہ تھا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ عمران اس دہانے سے ہی باہر آئے گا لیکن اس کا ذہن مسلسل گھوم رہا تھا اور اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ کسی بھی لمحے نیچے گر جائے گا۔

"تم تینوں یہیں ٹھہرو اور اپنے اردگرد کا خیال رکھنا۔ میں سوبرز کے پیچھے جا رہی ہوں۔ سوبرز کو اب تک اس چٹان تک پہنچ جانا چاہئے تھا جہاں وہ آدمی موجود تھا لیکن وہ نجانے کیوں اب تک نہیں پہنچا کرسیا نے اپنے تینوں ساتھیوں سے کہا اور ان کے اثبات میں سر ہلانے پر وہ تیزی سے پیچھے ہٹی اور پھر کافی پیچھے جا کر اٹھ کر کھڑی ہوئی اور پھر چٹانوں کو پھلانگتی ہوئی تیزی سے اس طرف کو بڑھنے لگی جدھر سوبرز گیا تھا لیکن ابھی وہ کچھ ہی دور گئی تھی کہ اسے اپنے عقب سے کسی کی لمبی چیخ کی آواز سنائی دی۔ چیخ مردانہ تھی۔ وہ یکلخت ٹھٹھک کر رکی اور پھر بجلی کی سی تیزی سے پلٹ کر واپس اس طرف جانے لگی جدھر سے وہ آئی تھی۔

گو اس کی جیب میں مشین پسٹل موجود تھا لیکن وہ اسے استعمال نہ کرنا چاہتی تھی ورنہ وہ پاکیشیائی ایجنٹ چوکنا ہو سکتے تھے۔ اب

اس کے کانوں میں ایسی آوازیں پڑنے لگی تھیں جیسے کوئی لمبے لمبے سانس لے رہا ہو۔ چند لمحوں بعد وہ ایک جھٹکے سے اونچی چٹان پر چڑھی تو اس کی آنکھیں حیرت سے پھیلتی چلی گئیں۔ سامنے اس کا ایک ساتھی مڑے تڑے انداز میں پڑا ہوا تھا جبکہ دوسرا ساتھی ایک دیوہیکل حبشی کے ہاتھوں اٹھا ہوا بری طرح پھڑپھڑا رہا تھا جبکہ تیسرا غائب تھا۔ اس نے بجلی کی سی تیزی سے جیب میں ہاتھ ڈالا کیونکہ ان حالات میں مشین پسٹل کے بغیر وہ نہ اپنے ساتھی کو بچا سکتی تھی اور نہ ہی اس دیوہیکل حبشی کا کچھ بگاڑ سکتی تھی لیکن اس سے پہلے کہ اس کا ہاتھ جیب سے باہر آتا اس کا وہ ساتھی جو اس دیوہیکل حبشی کے ہاتھوں میں جکڑا ہوا تھا چیختا ہوا اس طرح پوری قوت سے آ کر کرسیا سے ٹکرایا جیسے توپ سے نکلنے والا گولہ پوری قوت سے آ ٹکراتا ہے اور کرسیا اس سے ٹکرا کر چیختی ہوئی نیچے گری۔ وہ چونکہ چٹان کے کنارے پر موجود تھی اس لئے اس کا آدھا جسم تو چٹان سے ٹکرایا اور باقی آدھا جسم فضا میں لہراتا ہوا نیچے جھکتا چلا گیا جبکہ اس سے ٹکرانے والا اس کا ساتھی اس کے نیچے گرتے ہی اس کے عقب میں چٹان سے نیچے نجانے کہاں جا گرا کہ اس کی چیخ کہیں گہرائی میں ڈوبتی ہوئی محسوس ہوئی۔ کرسیا بھی الٹ کر نیچے گرنے سے بال بال بچی تھی۔ اس نے دوسرے لمحے اپنے آپ کو سنبھالا اور پھر ایک جھٹکے سے وہ سائیڈ پر ہوئی تاکہ اٹھتے ہوئے اس کا جسم کنارے سے نیچے نہ جا گرے اور سائیڈ پر ہوتے ہوئے اس نے

اس دیوہیکل حبشی کو تیزی سے اپنی طرف بڑھتے دیکھا۔ اس حبشی کا انداز بے حد جارحانہ تھا۔

''اب اپنی بقاء کی جنگ لڑنا ہو گی حبشی کو جارحانہ انداز میں اپنی طرف بڑھتے دیکھ کر کرسیا کے ذہن میں خیال کوندے کی طرح لپکا اور اس کے ساتھ ہی کرسیا یکلخت اچھل کر نہ صرف کھڑی ہو گئی بلکہ اس نے یکلخت قریب آتے ہوئے حبشی کے سینے پر دونوں پیر جوڑ کر زوردار ضرب لگانے کی کوشش کی لیکن یہ حبشی اس کی توقع سے کہیں زیادہ پھرتیلا تھا۔ اس کا جسم یکلخت بائیں طرف اس طرح گھوم گیا کہ کرسیا کا نہ صرف وار خالی گیا بلکہ وہ ایک دھماکے سے پشت کے بل سخت زمین سے ٹکرائی اور اس کے منہ سے بے اختیار چیخ نکل گئی لیکن ساتھ ہی اس کی لاشعوری تربیت نے کام دکھایا۔ نیچے گرتے ہی اس کے جسم نے تیزی سے کروٹ بدلی اور اس اچانک کروٹ بدل جانے کی وجہ سے وہ اس حبشی کی لات کی ضرب سے بچ نکلی جو اس کے جسم پر پڑ جاتی تو یقیناً اس کی ہڈیاں چورا ہو کر رہ جاتیں لیکن اچانک کروٹ بدل لینے کی وجہ سے نہ صرف کرسیا بچ گئی بلکہ اس حبشی کا جسم بھی بے اختیار پوری طرح گھوم گیا اور اس سے کرسیا نے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی اور اس کی لات تیزی سے گھومی اور ایک ٹانگ پر گھومتا ہوا دیوہیکل حبشی ٹانگ پر پڑنے والی اچانک ضرب کی وجہ سے گھومتا ہوا ایک دھماکے سے نیچے جا گرا اور اس کے گرتے ہی کرسیا بجلی کی سی تیزی

سے اٹھی اور اس نے پاس ہی پڑا ہوا ایک بڑا پتھر دونوں ہاتھوں سے اٹھایا اور بجلی کی سی تیزی سے مڑ کر اس نے وہ پتھر اٹھتے ہوئے حبشی کے سینے پر پوری قوت سے مار دیا لیکن دوسرے لمحے وہ بے اختیار اچھل کر پیچھے ہٹی کیونکہ خاصی طاقت سے سینے پر پتھر لگنے کے باوجود دیوہیکل حبشی کے چہرے پر معمولی سی تکلیف کا تاثر بھی نہ ابھرا تھا بلکہ پتھر کھا کر اس کے اٹھنے میں تیزی آ گئی تھی اور کرسیا سمجھ گئی کہ اس حبشی کے دیو جیسے جسم میں طاقت بھی دیو جیسی موجود ہے اور وہ لاکھ ماہر لڑاکا ہونے کے باوجود بہرحال اتنی طاقتور نہیں ہو سکتی کہ وہ دو بدو فائٹ میں اس حبشی کا خاتمہ کر سکے۔

چنانچہ اس نے تیزی سے جیب میں ہاتھ ڈالا اور پلک جھپکنے میں مشین پسٹل اس کے ہاتھ میں پہنچ چکا تھا۔ لیکن اس سے پہلے کہ وہ مشین پسٹل سیدھا کرتی حبشی جو اس دوران نہ صرف اٹھ چکا تھا بلکہ ایک قدم آگے بھی بڑھ آیا تھا۔ اس کا ایک بازو بجلی کی سی تیزی سے گھوما اور مشین پسٹل کرسیا کے ہاتھ سے نکل کر دور جا گرا۔ کرسیا اب واقعی غصے میں آ گئی تھی اور اس غصے میں اس نے کسی لڑاکا مینڈھے کی طرح اچھل کر اس حبشی کی ناک پر ٹکر مارنے کی کوشش کی لیکن دوسرے لمحے اسے یوں محسوس ہوا جیسے ایک بڑی چٹان پوری قوت سے اس کے چہرے سے ٹکرائی ہو۔ یہ اس حبشی کے دوسرے ہاتھ کا زور دار تھپڑ تھا جس نے کرسیا کو کئی فٹ سائیڈ پر اچھال دیا تھا اور کرسیا زور دار تھپڑ کھا کر چیختی ہوئی کسی پتنگ کی

طرح اڑتی ہوئی ایک دھماکے سے زمین پر گری۔ اس کے ذہن میں یکلخت کئی میگا بم پھٹ گئے۔ اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کا جبڑا ٹوٹ گیا ہو اور اس کے منہ میں موجود تمام دانت باہر نکل کر گر چکے ہوں۔ اس کے منہ سے خون بہنے لگا تھا۔

ایک لمحے کے لئے اس پر یہ کیفیت طاری ہوئی لیکن دوسرے لمحے اس نے اپنے آپ کو بچانے کی لاشعوری طور پر آخری کوشش کی اور اس نے یکلخت الٹی قلابازی کھائی اور اس کا جسم جیسے ہی الٹی قلابازی کھا کر سیدھا ہوا اس نے اپنی طرف تیزی سے بڑھتے ہوئے اس حبشی کے سینے پر پوری قوت سے دونوں پیر جوڑ کر بھرپور ضرب لگانے کی کوشش کی لیکن اس سے پہلے کہ اس کے جڑے ہوئے پیر حبشی کے سینے پر لگتے حبشی کا بازو گھوما اور کرسیا کا جسم تیزی سے گھوما اور دوسرے لمحے اس کی گردن جیسے کسی شکنجے میں پھنس گئی ہو اور اس کے ساتھ ہی اس کا جسم فضا میں اٹھتا چلا گیا۔ اس نے بے اختیار لمبی سانس لینے کی کوشش کی لیکن اس کی گردن کے گرد موجود شکنجہ اور بھی تنگ ہوتا چلا گیا اور پھر جیسے غبارے میں سے اچانک ہوا نکلنے سے مخصوص آواز نکلتی ہے اس طرح کرسیا کے منہ سے آواز نکلی اور اس کے ساتھ ہی جیسے اس کا سانس اس کے گلے میں پتھر بن کر اٹک گیا اور اس کا ذہن انتہائی تیزی سے اتھاہ تاریکیوں میں ڈوبتا چلا گیا۔

عمران سرنگ کے دہانے سے باہر آیا تو دوسرے لمحے وہ یہ دیکھ کر بے اختیار اچھل پڑا کہ کچھ نیچے ٹائیگر کھڑا اس طرح لہرا رہا تھا جیسے نشے میں ہو اور اس کے ساتھ ہی ایک یورپی کی لاش پڑی ہوئی تھی اور اس جگہ کی صورت حال دیکھ کر اسے ایک لمحے میں اندازہ ہو گیا کہ ٹائیگر اور اس آدمی کے درمیان انتہائی خوفناک فائٹ ہوئی ہو۔

''ٹائیگر''...... عمران نے چیخ کر کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے نیچے چھلانگ لگا دی۔ اس کے پیر زمین سے لگے تو اس نے دوڑ کر ٹائیگر کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیا۔

''ویل ڈن ٹائیگر۔ ویل ڈن''...... عمران نے اسے جھنجھوڑتے ہوئے کہا تو ٹائیگر کا ڈھیلا پڑتا ہوا جسم یکلخت تن سا گیا۔ اس کی بند ہوتی ہوئی آنکھیں پوری طرح کھل گئیں اور ان میں چھا جانے

الی دھند یکلخت چھٹ گئی۔

''باس۔ میں نے آپ کے حکم کے مطابق ہتھیار استعمال نہیں کیا۔ اس نے مجھ پر اچانک حملہ کر دیا تھا''...... اس بار ٹائیگر نے نبھلے ہوئے لہجے میں کہا۔ اس کا ڈوبتا ہوا ذہن عمران کی طرف ے ادا کئے گئے تعریفی کے فقرے نے ہوشیار کر دیا تھا۔ عمران نے اسے جس انداز میں ویل ڈن کہا تھا اس نے اس کے جسم میں یسے سینکڑوں لیٹر تازہ خون بھر دیا تھا۔ اس کے چہرے پر تیز چمک ھر آئی تھی۔

''گڈ شو ٹائیگر۔ تم نے واقعی ہمت کی ہے۔ مجھے اس آدمی کی الت اور تمہاری حالت دیکھ کر اندازہ ہو رہا ہے کہ تم نے کیسی لڑائی ی ہو گی۔ گڈ شو''...... عمران نے ٹائیگر کے کاندھے پر تھپکی دیتے وئے کہا۔

''تھینک یو باس''...... ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر اس نے اس آدمی کے اچانک حملہ کرنے سے لے کر آخر تک ہونے الی تمام کارروائی تفصیل سے بتا دی۔

''گڈ شو۔ تم نے واقعی ہمت کی ہے۔ آؤ اب جوانا کی طرف لیں۔ تمہارے سامنے تو ایک آدمی تھا جبکہ جوانا کے سامنے تین مرد ر ایک عورت تھی''...... عمران نے کہا تو ٹائیگر نے اثبات میں سر دیا اور وہ دونوں آگے پیچھے چلتے ہوئے اس طرف کو بڑھنے لگے ھر انہوں نے جوانا کو چھوڑا تھا۔

"باس۔ مجھے باوجود کوشش کے یہ سمجھ نہیں آئی کہ اس آدمی نے ہتھیار کیوں استعمال نہیں کیا حالانکہ اسے اس کے دو مواقع بھی ملے تھے"...... ٹائیگر نے کہا۔

"میں نے ہتھیاروں پر پابندی اس لئے لگائی تھی کہ قریب ہی ایئر فورس سپاٹ ہے اور ہم پھنس سکتے تھے لیکن اس آدمی نے شاید اس لئے ہتھیار استعمال نہیں کیا تھا کہ اسے معلوم ہو گا کہ ہماری تعداد تین ہے اور فائرنگ کی آواز سن کر ہم دونوں بھی مقابلے پر آ سکتے ہیں۔ اسے اپنی مہارت پر اعتماد ہو گا اس لئے اس نے بغیر ہتھیار تم سے فائٹ کی"...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا تو ٹائیگر نے اس انداز میں سر ہلا دیا جیسے اس بات سے وہ مطمئن ہو گیا ہو۔ پہاڑی چٹانیں پھلانگتے ہوئے وہ جیسے ہی ایک اونچی چٹان پر چڑھے تو بے اختیار ٹھٹھک کر رک گئے کیونکہ جوانا وہاں موجود تھا لیکن اس حالت میں کہ اس کے سامنے کچھ فاصلے پر ایک مرد اس طرح تڑے مڑے انداز میں پڑا ہوا تھا جیسے دھوبی کپڑے دھونے کے بعد نچوڑ کر سکھانے کے لئے پھیلا دیتے ہیں جبکہ سائیڈ پر ایک عورت کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ عمران اور ٹائیگر کو دیکھ کر جوانا نے اس طرح سانس لیا جیسے اب تک وہ صرف اس لئے سانس روکے کھڑا تھا کہ عمران اور ٹائیگر کے آنے کے بعد ہی سانس لے گا۔

"کیا ہوا جوانا۔ باقی دو آدمی کہاں ہیں"...... عمران نے تیزی

سے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

"ماسٹر۔ یہاں تین مرد موجود تھے اور آپ نے چونکہ ہتھیار استعمال کرنے سے منع کر دیا تھا اس لئے میں نے اچانک ان پر ریڈ کیا اور ایک مرد کو اٹھا کر میں نے چٹانوں سے نیچے پھینک دیا۔ باقی دو میرے مقابلے پر آنے لگے تو ایک کو میں نے اٹھا کر یہیں نیچے چٹان پر پٹخ دیا۔ یہ سامنے پڑا ہوا ہے۔ یہ بھی ہلاک ہو گیا۔ تیسرے کو بھی میں نے دونوں ہاتھوں سے اٹھا لیا تاکہ اسے بھی نیچے پھینک دوں کہ اچانک ایک عورت چٹان پر چڑھ آئی۔ اس کے ہاتھ میں مشین پسٹل تھا۔ میں نے اس آدمی کو براہ راست نیچے پھینکنے کی بجائے اس عورت پر پھینک دیا تاکہ وہ فوری طور پر مجھ پر گولی نہ چلا سکے۔ وہ آدمی اس عورت سے ٹکرا کر نیچے کہیں جا گرا۔ البتہ یہ عورت خاصی تیز اور لڑاکا ثابت ہوئی۔ مجھے اسے ختم کرنے کے لئے واقعی کافی جدوجہد کرنا پڑی ہے۔ بہرحال یہ بھی ختم ہو گئی۔ اب میں آپ کا انتظار کر رہا تھا"...... جوانا نے تفصیل سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"تم اگر خود اس لڑائی کی تعریف کر رہے ہو تو اس کا مطلب ہے کہ اس نے واقعی تمہیں ٹف ٹائم دیا ہو گا"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر وہ یکلخت اس انداز میں اچھلا جیسے اچانک اس کا پیر کسی کھلتے ہوئے سپرنگ پر پڑ گیا ہو اور اس کے ساتھ ہی فضا فائرنگ اور انسانی چیخ سے گونج اٹھی۔ عمران نے اپنی

طرف سے کوشش کی تھی کہ اچھل کر جوانا اور ٹائیگر دونوں کو نیچے گرا دے کیونکہ اس نے مڑتے ہوئے ایک مشین پسٹل کی نال کو چٹان کے کنارے سے باہر نکلے ہوئے دیکھ لیا تھا اور اس نال کا رخ ان کی طرف ہی تھا لیکن عمران بروقت دونوں کو گرانے یا فائرنگ کی زد سے ہٹانے میں کامیاب نہ ہو سکا اور فائرنگ ہوتے ہی ٹائیگر ہٹ ہو کر چیختا ہوا نیچے گرا اور پھر اس سے پہلے کہ دوسری بار فائرنگ ہوتی عمران اور جوانا بجلی کی سی تیزی سے نیچے گر گئے۔ ٹائیگر کے سینے میں گولیاں لگی تھیں اس لئے وہ بری طرح پھڑک رہا تھا لیکن نیچے گرنے کے بعد جب دوبارہ فائرنگ نہ ہوئی تو جوانا اٹھ کر انتہائی تیز رفتاری سے دوڑتا ہوا اس طرف گیا جہاں ابھی تک مشین پسٹل کی نال چٹان سے باہر نکلی ہوئی تھی اور نظر آ رہی تھی جبکہ عمران نے ٹائیگر کو سیدھا کیا۔ ٹائیگر بے ہوش ہو چکا تھا۔ اس کے سینے میں دو گولیاں لگی تھیں اور اس کا سانس انتہائی ناہموار تھا۔ اس کی حالت واقعی بے حد سیریس تھی۔

عمران نے بجلی کی سی تیزی سے لیکن احتیاط سے اس کی جیکٹ اتاری۔ اس کی شرٹ زخموں پر سے پھاڑی اور پھر دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو مخصوص انداز میں پھیلا کر اس نے دونوں انگوٹھے اکٹھے کر کے انہیں تیزی سے زخم پر رکھ کر دبانا شروع کر دیا۔ چند لمحوں بعد وہ ایک گولی کو زخم سے باہر نکالنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس کے بعد اس نے دوسرے زخم پر بھی یہی کارروائی دوہرائی اور چند لمحوں بعد

دوسری گولی بھی باہر آ گئی۔

"ماسٹر۔ وہ مر چکا ہے۔ یہ وہی آدمی تھا جسے میں نے نیچے پھینکا تھا۔ وہ شاید مرا نہیں تھا بلکہ شدید زخمی تھا۔ اس کے باوجود وہ اوپر چڑھتا ہوا یہاں تک پہنچ گیا لیکن ایک بار ہی فائرنگ کر سکا پھر وہ ہلاک ہو گیا"...... جوانا نے قریب آ کر تیز تیز لہجے میں تفصیل بتاتے ہوئے کہا تاکہ عمران اس طرف سے بے فکر ہو جائے۔

"ہمیں پانی تلاش کرنا ہے ورنہ ٹائیگر ہاتھ سے نکل جائے گا"...... عمران نے سیدھا ہوتے ہوئے انتہائی تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

"ادھر ایک چھوٹا سا چشمہ ہے جہاں میں چھپا رہا ہوں۔ اس کے قریب میں ٹائیگر کو لے چلتا ہوں"...... جوانا نے کہا۔

"میں اسے اٹھاؤں گا۔ تم اس کی جیکٹ اٹھا لو اور یہ بیگ بھی اور آگے چلو۔ جلدی۔ فوراً"...... عمران نے تیز لہجے میں کہا اور پھر ٹائیگر کو دونوں ہاتھوں میں اٹھا کر اس نے اسے اس انداز میں ایڈجسٹ کیا کہ اسے وہ ہاتھوں میں ہی اٹھائے چشمے تک پہنچنا چاہتا تھا۔ جوانا نے جھک کر ٹائیگر کی جیکٹ اٹھائی اور ساتھ ہی بیگ بھی اور پھر چشمے تک رہنمائی کرتا ہوا آگے آگے دوڑنے لگا۔ عمران، ٹائیگر کو دونوں ہاتھوں میں اٹھائے اس انداز میں چٹانیں پھلانگتا جا رہا تھا کہ جیسے اس کے ہاتھوں پر ٹائیگر کی بجائے پلاسٹک کی بنی ہوئی کوئی گڑیا ہو لیکن عمران جانتا تھا کہ ٹائیگر کے زخموں کی نوعیت

کیا ہے اور معمولی سی غفلت کی وجہ سے ٹائیگر ہلاک ہو سکتا تھا اس لئے ایک لحاظ سے عمران اس وقت شدید رسک کی حالت میں تھا اور اس لئے اس نے جوانا کو منع کر دیا تھا کہ وہ ٹائیگر کو نہ اٹھائے۔

اسے معلوم تھا کہ جوانا نے عام زخمیوں کے انداز میں ٹائیگر کو کاندھے پر ڈال لینا ہے اور پھر ایک معمولی سے جھٹکے سے ہی ٹائیگر ہلاک ہو سکتا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ چشمے تک پہنچ جانے میں کامیاب ہو گئے۔ عمران نے ٹائیگر کو چشمے کے قریب لٹا دیا۔ اس کی نبض چیک کی اور پھر اس نے پہلے تو پانی دونوں ہاتھوں کے پیالے میں بھر کر اس کے زخموں پر ڈالنا شروع کر دیا تا کہ زخموں سے مسلسل بہتا ہوا خون بند ہو سکے کیونکہ خون کا مسلسل بہاؤ بھی ٹائیگر کی موت کا باعث بن سکتا تھا۔ تھوڑی دیر بعد جب زخموں سے خون بہنا بند ہو گیا تو عمران نے جوانا سے ٹائیگر کے جبڑے بھینچ کر منہ کھولنے کے لئے کہا اور پھر اس نے دونوں ہاتھوں کے پیالے سے چشمے کا پانی بھر کر ٹائیگر کے حلق میں ڈالنا شروع کر دیا۔ پہلے پہل تو بہت کم پانی حلق سے نیچے اتر رہا تھا اور اس کے منہ کی سائیڈوں سے باہر بہہ گیا لیکن آہستہ آہستہ پانی کی خاصی مقدار ٹائیگر کے حلق سے نیچے اترنے لگی اور اس کے ساتھ ہی ٹائیگر کے جسم میں بہتری کے آثار تیزی سے پیدا ہوتے چلے گئے اور تھوڑی دیر بعد ٹائیگر نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھول دیں۔

”اللہ تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ تو نے یہ چشمہ یہاں بنایا اور تو ہی

اپنے بندوں پر کرم کرنے والا ہے“...... عمران نے انتہائی خلوص بھرے لہجے میں کہا اور پھر اس نے اپنی شرٹ کو کھینچ کر باہر نکالا اور اس کی ایک سائیڈ جھٹکے سے پھاڑی اور پھر اس کی پٹیاں بنانا شروع کر دیں۔ ٹائیگر کے دونوں زخموں کے منہ پر پٹیاں تہہ کر کے رکھیں اور باقی پٹیاں ان پر باندھ کر اس نے زخموں کو بینڈیج کر دی۔ ٹائیگر اب ہوش میں تھا۔ اس نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن عمران نے اسے منع کر دیا۔

”تمہاری حالت اس وقت خاصی نازک ہے اس لئے اٹھو مت۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ گولیاں دل کے قریب پہنچ کر رک گئیں ورنہ تم موقع پر ہی ہلاک ہو سکتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا تم پر خاص کرم ہوا ہے“...... عمران نے اسے کاندھے پر تھپکی دیتے ہوئے کہا۔

”ماسٹر۔ ہمیں فوراً یہاں سے نکلنا ہو گا۔ فائرنگ کی آواز ایئر فورس سپاٹ تک پہنچ چکی ہو گی“...... جوانا نے کہا تو عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر جوانا کی مدد سے اس نے ٹائیگر کو اٹھا کر اس انداز میں کاندھے پر ڈالا کہ اس کے زخموں پر دباؤ نہ آ سکے اور پھر تھوڑی دیر بعد جب وہ میڈم جیفری کی جیپ تک پہنچ گئے تو عمران نے اطمینان کا ایک طویل سانس لیا۔

”ماسٹر۔ ٹائیگر کی بینڈیج باقاعدہ طور پر کرانا ہو گی“...... جوانا نے ٹائیگر کو عقبی سیٹ پر لٹا کر خود بھی ساتھ بیٹھتے ہوئے کہا۔ عمران

ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ چکا تھا۔

''ہاں۔ لیکن ہم نے ڈانا شہر نہیں جانا بلکہ دارالحکومت پہنچنا ہے۔ آتے ہوئے میں نے ایک پرائیویٹ ہسپتال کا بورڈ دیکھا تھا۔ وہاں سے ٹائیگر کی بینڈیج بھی ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے اب تک اپنا فضل کیا ہے تو آئندہ بھی وہی رحمت کرے گا''۔ عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے جیپ کو بیک کر کے اسے موڑا اور پھر واپسی کے راستے پر ڈال دیا۔ وہ آہستہ آہستہ اور احتیاط سے جیپ چلا رہا تھا تاکہ ٹائیگر کے زخموں سے دوبارہ خون نہ رسنا شروع ہو جائے۔

پالینڈ کا چیف سیکرٹری اپنے مخصوص آفس میں بیٹھا ایک فائل پڑھنے میں مصروف تھا کہ پاس پڑے ہوئے سفید رنگ کے فون کی گھنٹی بج اٹھی تو چیف سیکرٹری نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

''یس''...... اس نے رسیور اٹھا کر کان سے لگاتے ہوئے سخت لہجے میں کہا۔

''ہائیڈ لیبارٹری کے انچارج ڈاکٹر جیکسن کی کال ہے جناب''۔ دوسری طرف سے اس کی پرسنل سیکرٹری کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

''ڈاکٹر جیکسن کی کال۔ کراؤ بات''...... چیف سیکرٹری نے چونک کر اور حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''ہیلو۔ ڈاکٹر جیکسن بول رہا ہوں۔ ہائیڈ لیبارٹری سے''...... چند لمحوں بعد ایک بھرائی ہوئی آواز سنائی دی۔ آواز میں موجود ہلکی سی تھرتھراہٹ سے محسوس ہو رہا تھا کہ بولنے والا خاصی عمر کا آدمی

ہے۔

"یس ڈاکٹر جیکسن۔ میں چیف سیکرٹری ہومز بول رہا ہوں۔ آپ نے فون کیا۔ کیا کوئی خاص بات ہے"...... چیف سیکرٹری نے قدرے نرم لہجے میں کہا کیونکہ ڈاکٹر جیکسن بین الاقوامی شہرت کے سائنس دان تھے اوران کی پالینڈ کے لئے خدمات اس قدر تھیں کہ انہیں معمار پالینڈ کہا جاتا تھا اس لئے پرائم منسٹر اور صدر تک ان کی بے حد عزت کرتے تھے۔

"چیف سیکرٹری صاحب۔ یہاں انتہائی پریشان کن کام ہوا ہے۔ پاکیشیا سے آنے والا اینٹی وائن ریز کا فارمولا غائب ہو گیا ہے اور میرے اسسٹنٹ ڈاکٹر ولسن کی لاش لیبارٹری کے سپیشل ایگزٹ وے کی سرنگ میں پڑی ہوئی ملی ہے۔ اس کے ساتھ ہی ایک عورت کی لاش پڑی ہے جسے سیکورٹی کے ایک آدمی نے پہچان لیا ہے۔ اس کے مطابق اس عورت کا نام میڈم جیفری ہے۔ یہ ہالی ڈے کلب کی مالکہ ہے"...... ڈاکٹر جیکسن نے کہا تو چیف سیکرٹری کے چہرے پر یکلخت انتہائی پریشانی کے تاثرات ابھر آئے۔

"فارمولا کیسے غائب ہو گیا ڈاکٹر صاحب۔ کس نے غائب کیا ہے۔ آپ نے لیبارٹری کو سیلڈ نہیں کیا تھا"...... چیف سیکرٹری کا لہجہ نہ چاہنے کے باوجود خاصا تلخ ہو گیا تھا۔

"فارمولے کی ضرورت خاص مواقع پر ہی پڑتی ہے۔ اچانک اس کی ضرورت پڑ گئی تو میں نے اسے نکالنے کے لئے اپنا مخصوص

سیف کھولا تو فارمولا موجود نہ تھا۔ میں بہت حیران ہوا۔ میرے علاوہ میرا اسسٹنٹ ڈاکٹر ولسن اس سیف کو آپریٹ کرتا تھا۔ چنانچہ میں نے اسے کال کیا تو پتہ چلا کہ ڈاکٹر ولسن لیبارٹری میں موجود نہیں ہے اور مشین ریکارڈ کے مطابق وہ لیبارٹری سے باہر بھی نہیں گیا۔ یہ بہت حیران کن معاملہ تھا۔ بہرحال ہم نے پوری لیبارٹری کو چیک کیا۔ لیبارٹری ویسے ہی سیلڈ تھی۔ پھر مجھے اس کے دو خفیہ راستوں کا خیال آیا۔ میں نے چیک کیا تو ایک راستے کے بارے میں پتہ چلا کہ اسے حال ہی میں کھولا اور بند کیا گیا ہے۔ اسے کھولا گیا تو اس کی دوسری طرف ایک سرنگ ہے جس کا دوسرا دہانہ ایک پہاڑی پر نکلتا ہے۔ اس سرنگ سے اگر ڈاکٹر ولسن باہر جاتا تب بھی اس کے جسم میں موجود مخصوص چپ نشاندہی کر دیتی لیکن ایسی نشاندہی بھی نہیں ہوتی تھی مگر جب سرنگ کو چیک کیا گیا تو وہاں ڈاکٹر ولسن اور ایک عورت کی لاشیں پڑی ملیں۔ لیبارٹری سیکورٹی کے ایک آدمی نے اس عورت کو پہچان لیا اور جیسا کہ میں نے بتایا ہے یہ عورت ہالی ڈے کلب کی مالکہ میڈم جیفری بتایا گیا ہے۔ میں نے سیکورٹی کے افراد کو اس دہانے سے جا کر چیکنگ کا حکم دیا تو اطلاع ملی کہ دہانے کے باہر ایک لاش موجود ہے اور وہاں سے کافی ہٹ کر تین مردوں اور ایک عورت کی لاشیں بھی ملی ہیں۔ اس جگہ خون کے دھبے بھی نظر آئے ہیں۔ سیکورٹی کے انچارج نے مجھے رپورٹ دی ہے کہ ان لاشوں میں سے ایک لاش

سرکاری ایجنسی وان کے سپر سیکشن کے انچارج سوبرز کی ہے اور اس عورت کی لاش سوبرز کی بیوی کرسیا کی ہے۔ آپ فوراً تحقیقات کرائیں کہ یہ سب کیوں اور کیسے ہوا ہے اوراس فارمولے کی واپسی کا بندوبست کرائیں''...... ڈاکٹر جیکسن نے خاصے سخت لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو چیف سیکرٹری کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔

''الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔ نانسنس۔ فارمولا بھی چوری کروا بیٹھے ہیں اور رعب بھی ہم پر ڈال رہے ہیں۔ نانسنس''...... چیف سیکرٹری نے رسیور کریڈل پر پٹختے ہوئے بڑبڑا کر کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ اس طرح اچھل پڑا جیسے اچانک اسے کوئی خیال آ گیا ہو۔ اس نے بجلی کی سی تیزی سے رسیور اٹھایا اور فون کے نیچے موجود ایک بٹن پریس کر دیا۔

''یس باس''...... دوسری طرف سے اس کی پرسنل سیکرٹری کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

''وان کا چیف ڈریک فریڈ ایکریمیا میں ہے۔ کیا تمہارے پاس اس کا نمبر ہے''...... چیف سیکرٹری نے کہا۔

''یس باس''...... پرسنل سیکرٹری نے جواب دیا۔

''میری اس سے فوراً بات کراؤ''...... چیف سیکرٹری نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور کریڈل پر پٹخ دیا۔

''یہ سب کیسے ہو سکتا ہے۔ جب ڈاکٹر ولسن باہر نہیں گیا تو

فارمولا کون لے گیا۔ کیا اس عورت کا کوئی کھیل تھا جس کی لاش وہاں پڑی ملی ہے۔ یہ سب کیا ہے''...... چیف سیکرٹری نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ چند لمحوں بعد فون کی گھنٹی بج اٹھی تو چیف سیکرٹری نے رسیور اٹھا لیا۔

''یس''...... چیف سیکرٹری نے تیز لہجے میں کہا۔

''جناب ڈریک صاحب لائن پر ہیں سر''...... پرسنل سیکرٹری نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''کراؤ بات''...... چیف سیکرٹری نے کہا۔

''یس۔ ڈریک فریڈ بول رہا ہوں''...... چند لمحوں بعد سرکاری ایجنسی وان کے چیف کی آواز سنائی دی۔

''تم ایکریمیا میں چھپے بیٹھے ہو اور یہاں وہ کچھ ہو رہا ہے جو نہیں ہونا چاہئے تھا''...... چیف سیکرٹری نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''کیا ہوا ہے جناب۔ کوئی خاص بات''...... ڈریک کے لہجے میں حیرت تھی۔

''اس کا مطلب ہے کہ تمہیں کوئی اطلاع ہی نہیں ملی۔ تمہارے سپر سیکشن کے سوبرز اور اس کی بیوی کرسیا کی لاشیں ملی ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی تین افراد کی لاشیں ملی ہیں۔ پاکیشیائی فارمولا بھی غائب ہو گیا ہے لیبارٹری سے اور لیبارٹری کے خفیہ راستے میں لیبارٹری کے ڈاکٹر ولسن اور اس کے ساتھ ہی ڈانا کے ہالی ڈے کلب کی کسی میڈم جیفری کی لاش ملی ہے اور تم پوچھ رہے ہو کہ کیا

ہو گیا ہے“...... چیف سیکرٹری نے غصے کی شدت سے حلق کے بل چیختے ہوئے کہا۔

”یہ کیسے ہو سکتا ہے جناب۔ سوبرز، کرسیا اور ان کا پورا سیکشن ڈانا میں موجود ہے۔ پاکیشیائی ایجنٹ اگر لیبارٹری پہنچتے تو وہ لازماً لیبارٹری کو تباہ کر دیتے۔ یہ کوئی اور کھیل کھیلا گیا ہے جناب“۔ ڈریک نے کہا۔

”اوہ ہاں۔ ایسا بھی ہو سکتا ہے۔ ٹھیک ہے۔ تم پوری انکوائری کرا کر مجھے رپورٹ دو“...... چیف سیکرٹری نے کہا۔

”یس سر۔ دوسری طرف سے کہا گیا تو چیف سیکرٹری نے رسیور کریڈل پر پٹخ دیا۔

”یہ واقعی کوئی اور پراسرار کھیل کھیلا جا رہا ہے ورنہ پاکیشیائی ایجنٹ لیبارٹری کو ضرور تباہ کر دیتے“...... چیف سیکرٹری نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر اس نے میز کی دراز کھولی اور اس میں سے شراب کی ایک چھوٹی بوتل نکال کر اس کا ڈھکن کھولا اور بوتل منہ سے لگا کر اس نے ایک بڑا گھونٹ لیا اور پھر بوتل کا ڈھکن بند کر کے اس نے بوتل واپس دراز میں رکھ کر دراز بند کر دی۔ اسی لمحے فون کی گھنٹی ایک بار پھر بج اٹھی تو چیف سیکرٹری نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

”یس“...... چیف سیکرٹری نے تیز لہجے میں کہا۔

”کسی علی عمران نامی آدمی کا فون ہے باس۔ اس کا کہنا ہے کہ

اگر اس کی بات نہ کرائی گئی تو ڈانا کی لیبارٹری کو تباہ کر دیا جائے گا“...... دوسری طرف سے پرسنل سیکرٹری کی آواز سنائی دی تو چیف سیکرٹری بے اختیار اچھل پڑا۔

”یہ۔ یہ کہاں سے بات کر رہا ہے۔ چیک کیا ہے تم نے“۔ چیف سیکرٹری نے کہا۔

”یس سر۔ لیکن نمبر سکرین پر نہیں آ رہے اس لئے وہ کسی فون بوتھ سے ہی بات کر رہا ہو گا“...... پرسنل سیکرٹری نے کہا۔

”کراؤ بات“...... چیف سیکرٹری نے کہا۔

”ہیلو۔ علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں۔ میرا تعلق پاکیشیا سے ہے۔ وہی پاکیشیا جس کے سیکرٹری وزارت خارجہ نے تمہیں فون کیا تھا اور کہا تھا کہ فارمولا واپس کر دو لیکن تم نے ان سے بدتمیزی کی تھی۔ اب تمہیں اطلاع تو مل چکی ہو گی کہ ہم نے تمہاری اس لیبارٹری میں داخل ہوئے بغیر سائیڈ ٹریک کے ذریعے فارمولا واپس حاصل کر لیا ہے۔ تمہاری کسی سرکاری ایجنسی کے ایجنٹوں کی لاشیں تمہیں مل گئی ہوں گی۔ میں نے تمہیں اس لئے فون کیا ہے کہ اگر تم خود سر سلطان کو فون کر کے ان سے معافی مانگ لو تو تمہارے ملک کی یہ قیمتی لیبارٹری تباہ نہیں کی جائے گی۔ دوسری صورت میں یہ لیبارٹری مکمل طور پر تباہ کر دی جائے گی۔ میں تمہیں لیبارٹری بچانے کا آخری چانس دے رہا ہوں“...... دوسری طرف سے بولنے والے نے بڑے توہین آمیز

لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ سیلڈ لیبارٹری میں داخل ہوئے بغیر تم فارمولا حاصل کر لو۔ تم غلط کہہ رہے ہو"۔ چیف سیکرٹری نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"اسی کو تو میں سائیڈ ٹریک کہہ رہا ہوں"...... دوسری طرف سے عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے مختصر طور پر میڈم جیفری کے ذریعے ڈاکٹر ولسن تک رسائی اور پھر ڈاکٹر ولسن کا فارمولا لے کر سرنگ میں آنے اور ان دونوں کی موت کے ساتھ ساتھ سرنگ سے باہر پہنچ جانے والے افراد کے ساتھ اس کے ساتھیوں کی جنگ کے بارے میں بتا دیا۔

"اوہ۔ تو تم نے وان کے سپر سیکشن کے سوبرز، کرسیا اور ان کے ساتھیوں کا خاتمہ کیا ہے۔ وہ۔ وہ تو سپر ایجنٹ تھے"...... چیف سیکرٹری کے لہجے میں ایسی حیرت تھی جیسے اسے اس بات پر یقین نہ آ رہا ہو۔

"تو وہ سوبرز اور کرسیا تھے۔ انہوں نے ہی فارمولا چرایا تھا اور پاکیشیائی سائنس دان کو ہلاک کر کے لیبارٹری تباہ کر دی تھی۔ ان سے بھی ادھار چکانا تھا۔ اچھا ہوا کہ یہ ادھار چکتا ہو گیا۔ بہرحال میں تمہیں ایک گھنٹہ دے رہا ہوں۔ تم سر سلطان سے معافی مانگ لو ورنہ ایک گھنٹے بعد میں تمہاری لیبارٹری کو تباہ کر دوں گا"...... دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

"نانسنس۔ مجھے بے وقوف سمجھتا ہے۔ نانسنس"...... چیف سیکرٹری نے رسیور رکھ کر بڑبڑاتے ہوئے کہا اور ایک بار پھر وہ چونک پڑا۔

"اوہ۔ اوہ۔ مجھے لیبارٹری کے ساتھ ایئر فورس اڈے کے انچارج کمانڈر ہنری کو الرٹ کر دینا چاہئے۔ یہ لوگ کوشش تو کر سکتے ہیں"...... چیف سیکرٹری نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر رسیور اٹھا کر اس نے پرسنل سیکرٹری کو کمانڈر ہنری سے بات کرانے کا کہا اور پھر بات ہونے پر اس نے کمانڈر ہنری کو احکامات دے دیئے کہ وہ لیبارٹری اور اس کے اردگرد کے پورے علاقے کو گھیرے میں لے لیں۔ جہاں بھی کسی غیر متعلق آدمی کو دیکھیں اسے اڑا دیا جائے۔ یہ احکامات دینے کے بعد وہ انتہائی مطمئن ہو گیا کہ اب لیبارٹری کو تباہ نہیں کیا جا سکے گا۔ البتہ فارمولے کے بارے میں اسے شک تھا کہ عمران نے اسے حاصل کر لیا ہو گا لیکن سائیڈ ٹریک کی جو تفصیل عمران نے بتائی تھی اس سے تو یہی ظاہر ہوتا تھا کہ وہ اس سائیڈ ٹریک کے ذریعے واقعی فارمولا لیبارٹری سے نکلوا کر واپس حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ چنانچہ اس نے فیصلہ کیا کہ ڈریک فریڈ کی تفصیلی رپورٹ کے بعد وہ اس بارے میں حتمی فیصلہ کرے گا کہ فارمولا کیسے واپس لایا جا سکتا ہے۔

عمران اس وقت پالینڈ کے دارالحکومت کی ایک کالونی کی کوٹھی میں موجود تھا۔ اس نے راستے میں پرائیویٹ ہسپتال کے منتظمین کو بھاری رقم دے کر ٹائیگر کی باقاعدہ بینڈیج کرا لی تھی اور اسے ضروری انجکشن بھی لگوا لئے تھے اور ہسپتال کے فون سے ہی اس نے دارالحکومت فون کر کے کارس کو بھی اطلاع کر دی تھی کہ وہ ان کے لئے کسی کالونی میں رہائش گاہ کا فوری بندوبست کرے۔ ٹائیگر کے بارے میں بھی اس نے کارس کو بتا دیا تھا۔ کارس نے انہیں وہیں ہسپتال میں ہی رکنے کا کہا اور پھر کارس خود ہی کار لے کر وہاں پہنچ گیا تھا اور پھر عمران اپنے ساتھیوں سمیت کارس کی کار میں سوار ہو کر دارالحکومت پہنچ گئے تھے۔ کارس انہیں اس کوٹھی میں لے گیا جہاں وہ اس وقت موجود تھے لیکن اس نے ٹائیگر کو ایک نجی ہسپتال میں داخل کرا دیا تھا۔ عمران نے بھی اس لئے انکار نہ کیا تھا

کہ ٹائیگر کے جسم میں خاصی دیر تک گولیاں رہیں تھیں اس لئے مسلسل اور مناسب دیکھ بھال نہ ہونے سے پیچیدگیاں پیدا ہونے کا خطرہ بھی ہو سکتا تھا۔ البتہ کارس سے اس نے گارنٹی لی تھی کہ ٹائیگر کی حفاظت کا بخوبی بندوبست کیا جائے گا۔ اس کے بعد عمران نے ایک پبلک فون بوتھ کے ذریعے چیف سیکرٹری کو فون کیا اور اسے دھمکی دی کہ اگر اس نے سر سلطان سے معافی نہ مانگی تو لیبارٹری تباہ کر دی جائے گی۔ فون کر کے اور دھمکی دے کر عمران اس وقت کوٹھی میں موجود تھا۔ جوانا سامنے کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔

"ماسٹر۔ کیا لیبارٹری کا یہاں سے فاصلہ زیادہ نہیں ہے۔ ایسا نہ ہو کہ بم بلاسٹ ہی نہ ہو"...... جوانا نے کہا تو عمران بے اختیار مسکرا دیا۔

"تم نے اچھا سوال کیا ہے۔ میں نے جب یہ بم خریدا تھا تو یہ سوچ کر خریدا تھا کہ مجھے کم از کم پانچ سو کلومیٹر کی رینج میں آپریٹ کرنے والا بم چاہئے کیونکہ حالات ایسے ہو سکتے تھے کہ ہم قریب سے بم بلاسٹ نہ کر سکیں۔ بس معاوضہ زیادہ دینا پڑتا ہے ورنہ مارکیٹ میں ہر طاقت کا بم موجود ہوتا ہے"...... عمران نے کہا۔

"لیکن ماسٹر۔ اس قدر فاصلے سے یہ کیسے آپریٹ ہوتا ہو گا۔ کیا سیٹلائٹ کے ذریعے"...... جوانا کے ذہن میں فاصلے کی سوئی ابھی تک اٹکی ہوئی تھی۔

"بم کے ڈی چارجر اور چارجر میں جو وائرلیس لہریں استعمال کی

جاتی ہیں ان کی طاقت بڑھا دی جاتی ہے۔ جتنی طاقت بڑھتی جاتی ہے اتنی ہی رینج بڑھتی جاتی ہے۔ اب تو دو تین ہزار کلومیٹر تک رینج کے بھی بم مارکیٹ میں ملنے لگ گئے ہیں''...... عمران نے جواب دیا تو اس بار جوانا کے چہرے پر اطمینان کے تاثرات ابھر آئے۔

''ماسٹر۔ شاید آپ نے پہلی بار کسی لیبارٹری کو تباہ کرنے کے لئے شرط لگائی ہے کہ چیف سیکرٹری اگر معافی مانگ لے گا تو پھر آپ لیبارٹری تباہ نہیں کریں گے''...... جوانا نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد کہا۔

''جس فارمولے کے پیچھے ہم یہاں آئے ہیں یہ قومی سلامتی یا قومی دفاع کا فارمولا نہیں ہے اور نہ ہی ایسا فارمولا ہے کہ اگر لیبارٹری تباہ نہ کی جائے تو سائنس دان اسے ازخود بنا سکتے ہیں۔ پہلے میرا خیال تھا کہ سرسلطان سے چیف سیکرٹری کی بدتمیزی کے جواب میں پالینڈ کی کوئی بڑی تنصیب اڑا دی جائے لیکن پھر میں نے ارادہ بدل دیا کیونکہ اس فارمولے کے لئے اتنا بڑا اقدام جائز نہیں ہوسکتا تھا اس لئے میں نے یہ شرط بھی رکھ دی۔ مجھے امید ہے کہ چیف سیکرٹری تک تمام حالات پہنچیں گے تو وہ اپنی اس اہم لیبارٹری کو بچانے کے لئے سرنڈر کر دے گا''...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ماسٹر۔ کیا آپ سرسلطان کو فون کر کے ان سے معلوم کریں گے کہ چیف سیکرٹری نے معذرت کر لی ہے یا نہیں۔ پھر آپ

کارروائی کریں گے''...... جوانا نے کہا۔ اس کے ذہن میں مسلسل سوال پیدا ہو رہے تھے اور وہ چونکہ اس وقت فارغ تھا اس لئے وہ مسلسل سوال کئے چلا جا رہا تھا اور عمران بھی چونکہ وقت گزار رہا تھا اس لئے وہ بھی اس کے سوالوں کے جواب دیئے چلا جا رہا تھا۔

''ارے۔ کیوں سارے کئے کرائے پر پانی پھروانا ہے۔ سرسلطان بڑے بااصول آدمی ہیں۔ انہوں نے فوراً مجھے حکم دے دینا ہے کہ میں لیبارٹری کو کسی صورت تباہ نہ کروں اور فارمولے کی واپسی تک محدود رہوں اور اس کے بعد اگر میں نے لیبارٹری تباہ کر دی تو وہ ناراض بھی ہو سکتے ہیں اور اب وہ عمر کے جس حصے میں ہیں اب ان کی ناراضگی ان کے اپنے لئے بھی خطرناک ثابت ہو سکتی ہے''...... عمران نے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ مزید کوئی بات ہوتی میز پر پڑے ہوئے فون کی گھنٹی بج اٹھی تو عمران نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

''یس۔ مائیکل بول رہا ہوں''...... عمران نے بدلے ہوئے لہجے میں کہا۔

''کارس بول رہا ہوں''...... دوسری طرف سے کارس کی آواز سنائی دی۔

''یس۔ کوئی خاص بات''...... عمران نے کہا۔

''آپ نے جن صاحب کے لئے تحفہ بھجوایا تھا وہ ان صاحب کو بھجوا دیا گیا ہے''...... کارس نے کہا۔

''تم نے کہاں تک چیک کیا ہے''...... عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

''پالینڈ سے روانگی تک''...... کارس نے جواب دیا۔

''کب یہ منزل پر پہنچے گا''...... عمران نے پوچھا۔

''کل کسی وقت''...... کارس نے جواب دیا۔

''اوکے۔ ٹائیگر کی کیا پوزیشن ہے''...... عمران نے پوچھا۔

''وہ بالکل اوکے ہے۔ میں اسے لے کر آ رہا ہوں۔ اب اس کے وہاں رہنے کی ضرورت نہیں ہے''...... کارس نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ لے آؤ اسے''...... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا۔

''کیا آپ کو خطرہ تھا ماسٹر کہ فارمولے کو روکا بھی جا سکتا ہے''...... جوانا نے کہا۔

''ظاہر ہے ہم نے کسی کوریئر سروس کے ذریعے ہی بھجوانا تھا اور اسے چیک بھی کیا جا سکتا ہے اور روکا بھی جا سکتا ہے لیکن ان کا ابھی تک اس طرف خیال نہیں گیا اس لئے میں نے اسے فوری بھجوانے کا کہا تھا تاکہ اس سے پہلے کہ وہ ذہنی طور پر سنبھلیں یہ اپنی منزل پر پہنچ جائے''...... عمران نے کہا تو جوانا نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ تھوڑی دیر بعد دور سے کار کے ہارن کی آواز سنائی دی۔ ہارن تین بار بجایا گیا تو جوانا اٹھ کر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا کمرے

سے باہر چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد ٹائیگر، جوانا اور کارس تینوں اندر آ گئے۔

''کیسا محسوس کر رہے ہو''...... عمران نے ٹائیگر سے پوچھا۔

''اوکے باس''...... ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی کرسی پر بیٹھ گیا۔

''مجھے تمہارا ہی انتظار تھا اس لئے میں نے کارروائی روکی ہوئی تھی''...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''کون سی کارروائی باس''...... ٹائیگر نے چونک کر پوچھا۔

''سائیڈ ٹریک کی''...... عمران نے جواب دیا تو نہ صرف ٹائیگر بلکہ جوانا اور کارس بھی چونک پڑے۔

''سائیڈ ٹریک کی۔ کیا مطلب''...... ٹائیگر نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

''اس بار ہمارا پورا مشن سائیڈ ٹریک پر مکمل ہوا ہے۔ لیبارٹری میں داخل ہوئے بغیر میڈم جیفری اور ڈاکٹر ولسن کی وجہ سے فارمولا خودبخود لیبارٹری سے باہر آ گیا۔ اب میں نے چیف سیکرٹری کو کہا تھا کہ وہ سر سلطان سے معافی مانگ لے تو لیبارٹری تباہ نہیں کی جائے گی لیکن مجھے معلوم ہے کہ اس فطرت کے لوگ مر تو سکتے ہیں لیکن اپنی غلطی کا ازالہ نہیں کر سکتے اس لئے لامحالہ اس نے انکار میں جواب دینا ہے کہ اس نے کوئی معافی نہیں مانگی اور نہ ہی مانگے گا اور اس کے بعد یہاں بیٹھے بیٹھے لیبارٹری تباہ ہو جائے گی جبکہ

بقول جوانا یہاں سے لیبارٹری کا فاصلہ بہت زیادہ ہے تو یہ بھی سائیڈ ٹریک پر کام ہوا۔ اصل ٹریک تو فارمولا تھا۔ وہ پاکیشیا پہنچ رہا ہے اور پہنچ جائے گا''...... عمران نے کہا اور پھر اس نے رسیور اٹھایا اور تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

''چیف سیکرٹری آفس''...... رابطہ ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

''علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں۔ چیف سیکرٹری سے بات کراؤ''...... عمران نے کہا۔

''سوری۔ انہوں نے سختی سے روک دیا ہے کہ آپ سے بات نہ کرائی جائے۔ سوری''...... دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو عمران نے رسیور رکھ دیا۔

''ماسٹر۔ کہاں دفتر ہے اس چیف سیکرٹری کا اور اس بولنے والی عورت کا''...... جوانا نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

''ارے۔ ارے۔ دھیرج۔ بات نہیں کرنا چاہتا تو نہ کرے۔ ہماری سائیڈ ٹریک کارروائی تو جاری رہے گی''...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر جیب سے ڈی چارجر نکال کر اس نے ٹائیگر کی طرف بڑھا دیا۔

''یہ لو۔ اس مشن میں تم نے اپنا خون بہایا ہے اس لئے یہ تمہارا حق ہے کہ تم ہی اسے مکمل کرو''...... عمران نے کہا تو ٹائیگر کا ستا ہوا چہرہ بے اختیار کھل اٹھا۔

''تھینک یو باس''...... ٹائیگر نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ڈی چارجر کا ایک بٹن پریس کیا تو اس پر زرد رنگ کا بلب جل اٹھا۔ اس کا مطلب تھا کہ بم بلاسٹ ہونے کے لئے تیار ہے اور پھر ٹائیگر نے دوسرا بٹن پریس کیا تو زرد رنگ کا بلب بجھ گیا اور اس کی جگہ سرخ رنگ کا بلب ایک جھماکے سے جلا اور بجھ گیا۔

''گڈ شو ٹائیگر۔ تم نے واقعی اس بار شاندار کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہے۔ گڈ شو''...... عمران نے ہاتھ بڑھا کر اس کے کاندھے پر تھپکی دیتے ہوئے کہا تو ٹائیگر کے چہرے پر جیسے مسرت کا آبشار بہنے لگ گیا۔

ختم شد